حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَ اَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ

[نہج البلاغۃ صـ ۳۶۸ ج ۱ تحت ومن کلام لہ علیہ السلام قبل موتہ]

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (قبل الوفات بطور وصیت) فرمایا کہ کتاب و سُنّت کے ان دو ستونوں کو قائم رکھنا اور ان دو چراغوں کو روشن کیے رکھنا؛

حدیثِ ثقلین

[مع جدید اضافہ جات و صلاح و ترمیم]

کتاب اللہ کے ساتھ "امامت" کی جگہ سُنّتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے حُجّتِ شرعی ہونے کا مُدلّل ثبوت

نیز

"حدیثِ ثقلین" کی بُنیاد پر مخالفین کے "خلافت بلافصل" اور "وجوبِ امامت" کو ٹھوس دلائل کے ساتھ باطل ٹھہرایا گیا ہے

تألیف

حضرت مولانا محمّد نافع صاحب مدّظلّہ العالی

محمّدی شریف ○ ضلع جھنگ

مکتبہ بکس

۵۔ بخشی سٹریٹ بیرون موری گیٹ، سرکلر روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علی المرتضیٰ کا ارشاد

اَقِیْمُوا هٰذَیْنِ الْعَمُوْدَیْنِ وَاَوْقِدُوْا هٰذَیْنِ الْمِصْبَاحَیْنِ

کتاب و سنت کے ان دو ستونوں کو قائم رکھنا اور ان دو چراغوں کو روشن کئے رکھنا

حدیثِ ثقلین

از خامہ

جامع کمالاتِ علمیہ و عملیہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مدرس جامعہ محمدی شریف۔ ضلع جھنگ

الناشر

مکتبہ بکس۔ ۵، بخشی سٹریٹ۔ بیرون موری گیٹ، لاہور

(طبع ثانی)

نام کتاب ــــــــــ حدیث ثقلین
نام مصنف ــــــــــ مولانا محمد نافع صاحب
ناشر ــــــــــ مکہ بکس - ۵ بخشی سٹریٹ
بیرون موری گیٹ - سرکلر روڈ - لاہور
مطبع ــــــــــ
مقام اشاعت ــــــــــ مکہ بکس - لاہور
تعداد ــــــــــ ۱۱۰۰
تاریخ اشاعت (طبع ثانی) ــــــــــ جنوری ۱۹۸۴ء
قیمت مجلد ــــــــــ ۳۹, روپے
قیمت عام ــــــــــ ۲۷/ روپے

ترتیب مضامین

فہرستِ کُتب المراجع برائے کتاب حدیث ثقلین

۱- الموطا للامام مالکؒ (مالک ابن انس) — سنہ ۱۷۹ھ
۲ مسند ابی داؤد الطیالسی (سلیمان ابن داؤد بن جارود الطیالسی) — سنہ ۲۰۴ھ
۳ سیرت ابنِ ہشام — سنہ ۲۱۸ھ
۴ طبقات ابنِ سعد (ابُوعبداللہ محمد ابنِ سعد ابن منیع الہاشمی) — سنہ ۲۳۵ھ
۵ المصنف لابن ابی شیبہ (ابوبکر عبداللہ ابن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ الکوفی) — سنہ ۲۳۵ھ
۶ مسند احمد بن حنبلؒ الشیبانی — سنہ ۲۴۱ھ
۷- مسند عبد ابن حُمیدؒ قلمی پیر جھنڈا - سندھ — سنہ ۲۴۳ / ۲۴۹ھ
۸- السنن دارمیؒ (ابُومحمد عبدُاللہ ابن عبدالرحمٰن التمیمی) — سنہ ۲۵۵ھ
۹- نوادرُ الاصول للحکیم ترمذی (ابُوعبداللہ محمد بن علی بن حسین بن بشر بن الموذّن الملقب بحکیم ترمذی) — سنہ ۲۵۵-۳۲۰ھ
۱۰- تاریخِ کبیر للامام بخاریؒ (محمد بن اسمٰعیل البخاری) — سنہ ۲۵۶ھ
۱۱- تاریخِ صغیر للامام بخاریؒ (محمد بن اسمٰعیل البخاری) — سنہ ۲۵۶ھ
۱۲ صحیح مُسلمؒ (مُسلم بن حجاج القشیری) — سنہ ۲۶۱ھ
۱۳ السنن ابن ماجہؒ (ابُوعبداللہ محمد بن یزید) — سنہ ۲۷۳ / ۲۷۵ھ
۱۴ جامع ترمذیؒ (ابُوعیسیٰ محمد ابنِ عیسیٰ ترمذیؒ) — سنہ ۲۷۵ / ۲۷۹ھ
۱۵ السنن ابی داؤدؒ (سُلیمان ابن اشعث سجستانی) — سنہ ۲۷۵ھ
۱۶ مسندِ بزّار (ابُوبکر احمد ابن عمرو ابن عبدُالخالق البزّار) — سنہ ۲۹۲ھ
۱۷ کتابُ الضعفاء والمترُوکین للنسائیؒ (ابُوعبدالرحمان احمد ابن شعیب نسائیؒ) — سنہ ۳۰۳ھ
۱۸ السنن نسائیؒ (ابُوعبدُالرحمٰن احمد بن شعیب نسائیؒ) — سنہ ۳۰۳ھ
۱۹ الخصائص للنسائیؒ (ابُوعبدُالرحمٰن احمد بن شعیب نسائیؒ) — سنہ ۳۰۳ھ
۲۰ مسندِ ابی یعلیٰ (احمد ابن علی بن المثنیٰ التمیمی الموصلی) قلمی کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن — سنہ ۳۰۷ھ

۲۱	التاریخ لابن جریر الطبری	ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	۳۱۰ھ
۲۲	مسند ابی عوانۃ	یعقوب ابن اسحٰق بن ابراہیم الاسفرائنی بحوالہ طبقات الانوار	۳۱۶ھ
۲۳	مشکل الآثار	امام طحاوی ابوجعفر احمد ابن محمد بن سلامۃ	۳۲۱ھ
۲۴	کتاب الجرح والتعدیل للرازی	ابومحمد عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی	۳۲۷ھ
۲۵	روایات ابن عقدہ	ابوالعباس احمد ابن محمد بن سعید الکوفی المعروف ابن عقدۃ	۳۳۲ھ بحوالہ عبقات الانوار
۲۶	الصحیح لابن حبان	ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد البستی	۳۵۴ھ
۲۷	کتاب المجروحین لابن حبان	ابوحاتم محمد ابن حبان بن احمد البستی	۳۵۴ھ
۲۸	معاجم صغیر۔ اوسط۔ کبیر للطبرانی	ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی	۳۶۰ھ
۲۹	احکام القرآن لابی بکر الجصاص	ابوبکر احمد بن علی الرازی	۳۷۰ھ
۳۰	السنن الدارقطنی	ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵ھ
۳۱	المستدرک للحاکم نیشاپور	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵ھ
۳۲	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی	۴۳۰ھ
۳۳	اخبار اصفہان	لابی نعیم اصفہانی ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصفہانی	۴۳۰ھ
۳۴	الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم	الامام ابی محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری	۴۵۶ھ
۳۵	السنن الکبرٰی للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین ابن علی البیہقی	۴۵۸ھ
۳۶	تجرید التمہید لابن عبدالبر اندلسی		۴۶۳ھ
۳۷	جامع بیان العلم وفضلہ	از ابن عبدالبر اندلسی	۴۶۳ھ
۳۸	کتاب التمہید لما فی المؤطاء من المعانی والاسانید	لابن عبدالبر اندلسی	۴۶۳ھ
۳۹	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد ابن علی المعروف خطیب بغدادی	۴۶۳ھ
۴۰	کتاب الفقیہ والمتفقہ	للخطیب بغدادی	۴۶۳ھ
۴۱	معالم التنزیل للبغوی	الحسین ابن مسعود ابومحمد محی السنۃ بغوی	۵۱۶ھ
۴۲	الشفاء فی حقوق المصطفیٰ	ابوالفضل عیاض ابن موسیٰ المالکی	۵۴۴ھ
۴۳	تاریخ ابن عساکر	ابوالقاسم علی ابن الحسن بن ہبۃ اللہ	۵۷۱ھ

۴۴ تفسیر کبیر، لفخر الدین رازی — ۶۰۶ھ

۴۵ رجال القرنین از ابُوشامہ المقدسی — السادس والسابع — ہفتم صدی ہجری

۴۶ النہایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر جزری — ۶۳۰ھ

(از عز الدین ابو الحسن علی ابن محمد بن عبد الکریم المعروف ابن اثیر جزری)

۴۷ اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر جزری — ۶۳۰ھ

۴۸ کتابُ المختارۃ للضیاء المقدسی — ۶۴۳ھ

(ضیاء الدین ابی عبد اللہ محمد ابن عبد الواحد سعدی المقدسی)

۴۹ تذکرۃ الخواص لسبط ابن الجوزی — ۶۵۴ھ

(ابُوالمظفر یوسف بن فرادغلی المعروف سبط ابنُ الجوزی)

۵۰ کفایۃ الطالب للشیخ ابی عبد اللہ محمد بن یُوسف گنجی — ۶۵۵ھ

۵۱ الترغیب والترہیب — ذکی الدین المنذری — ۶۵۶ھ

۵۲ تاریخ ابنِ خلکان — ۶۸۱ھ

۵۳ منہاج السنۃ لابن تیمیہ (احمد ابن عبد الحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی) — ۷۲۸ھ / ۷۴۸

۵۴ میزان الاعتدال للذہبی (ابوعبد اللہ بن عثمان شمس الدین الذہبی) — ۷۴۸ھ

۵۵ البدایہ والنہایۃ لابن کثیر (ابُوالفداء عماد الدین الدمشقی) — ۷۷۵ھ / ۷۷۴

۵۶ مجمع الزوائد (نورُ الدین علی بن ابی بکر الہیثمی) — ۸۰۷ھ

۵۷ لِسانُ المیزان لابن حجر عسقلانی (ابُو الفضل احمد ابن علی العسقلانی) — ۸۵۲ھ

۵۸ تقریبُ التہذیب لابن حجر عسقلانی — ۸۵۲ھ

۵۹ تہذیبُ التہذیب لابن حجر عسقلانی — ۸۵۲ھ

۶۰ الصّواعق المحرقہ لابن حجر مکی — ۹۷۳ھ / ۹۷۵

۶۱ کنزُ العمال للشیخ علی متقی ہندی — ۹۷۵ھ

۶۲ قانون الموضوعات لطاہر الفتنی والہندی (محمد الطاہر بن علی الہندی الفتنی) — ۹۸۶ھ

۶۳ نُور الابصار فی مناقب اہل بیت النبی المختار — القرن الثالث عشر (۱۳)

از شیخ مومن بن حسن مومن الشبلنجی۔ قرن الثالث عشر

۶۴ جامع صغیر للسیوطیؒ۔ متوفی ۹۱۱ھ۔ شرح فیض القدیر لعبد الرؤف المناوی المصری ۱۰۰۳ھ

۶۵ المصنوع فی احادیثِ الموضوع از ملا علی قاریؒ ۱۰۱۴ھ

۶۶ شرح مسلم الثبوت از مولانا بحر العلوم عبد العلیؒ ۱۲۲۵ھ

۶۷ بستان المحدثین از شاہ عبد العزیز دہلویؒ ۱۲۳۹ھ

۶۸ تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبد العزیز دہلویؒ ۱۲۳۹ھ

۶۹ فوائد المجموعہ فی احادیثِ الموضوعۃ الشوکانیؒ (محمد بن علی الشوکانی) ۱۲۵۰ھ

۷۰ تفسیر روح المعانی از سید محمود آلوسی ۱۲۷۰ھ

فہرست کتبِ شیعہ استفادہ نمودہ برائے کتابِ حدیثِ ثقلین

۱ کتاب سلیم ابن قیسِ الہلالی (حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے ہے) اوّل صدی

۲ صحیفہ امام علی رضاؑ ۲۰۳ھ

۳ تفسیر قمی (ابی الحسن علی ابن ابراہیم بن ہاشم القمی) ۳۰۷ھ

۴ اصولِ کافی از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ

۵ نہج البلاغہ (از شیخ سید شریف الرضی ابی الحسن محمد ابن ابی احمد الحسین) ۴۰۴ھ

۶ رجال کشی از ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز الکشی القرن الرابع

۷ احتجاج طبرسی (شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی) ۵۴۸ھ

۸ تفسیر مجمع البیان (از الشیخ ابی علی الفضل بن الحسن الطبرسی) ۵۴۸ھ

۹ مناقب اخطب خوارزم ۵۶۸ھ - ۵۷۱ھ / ۲۲۴ھ

۱۰ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ (از علی بن عیسیٰ اردبیلی) سن تالیف ۶۷۸ھ

۱۱ جامع الرواۃ (از محمد بن علی اردبیلی) سن تالیف۔ ربیع الاول ۱۱۰۰ھ

۱۲ رجال تفرشی (از آقا میر مصطفےٰ تفرشی) سن تالیف ۱۰۱۵ھ

۱۳ تفسیر الصافی از محمد بن المرتضیٰ الحسن الملقب بالفیض کاشانی۔ فی قرن حادی عشر

۱۴ منتہی المقال فی اسماء الرجال از محمد بن اسمٰعیل ابوعلی فی قرن ثانی عشر
۱۵ ملخص المقال فی تحقیق احوال الرجال از ابراہیم بن الحسین بن علی بن الغفار الدنبلی سن تالیف سنہ ۱۲۷۷ھ
۱۶ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات۔ از میرزا محمد باقر موسوی خوانساری سن تالیف سنہ ۱۲۸۷ھ
۱۷ ینابیع المودۃ للشیخ سلیمان قندوزی طبع بیروت۔ سن تالیف سنہ ۱۲۹۱ھ
۱۸ تحفۃ الاحباب فی نوادر آثار الاصحاب للشیخ عباس قمی سنہ ۱۳۵۹ھ
۱۹ رجال مامقانی تنقیح المقال از شیخ عبداللہ مامقانی، صدی ۱۳ سیزدہم
۲۰ عبقات الانوار از میر حامد حسین لکھنوی صدی سیزدہم
۲۱ کتاب فلک النجاۃ از مولوی علی محمد شیعی و حکیم امیر دین شیعی جھنگوی۔ صدی ۱۴۰۰ھ چہاردہم

تقدمہ

از حضرت مولانا خالد محمود صاحب سیالکوٹی زید مجدہم

کلمہ اسلام، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں پہلا جزو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہمارے دین کا بیان اور دوسرا جزو محمدٌ رسولُ اللّٰہ ہماری شریعت کا عنوان ہے۔ انبیاء آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں، جن کی بنیاد ایک ہوتی ہے مگر مائیں مختلف۔ اسی طرح انبیائے کرام کا دین بھی ہمیشہ سے ایک رہا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۔ پ انعام

مگر شریعتیں مختلف دوروں میں بدلتی رہی ہیں۔ آخری شریعت جناب حضور اکرم، صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

اَلْاَنْبِیَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰی وَدِیْنُهُمْ وَاحِدٌ [۱]

ہاں بعض اوقات دین کا لفظ زیادہ وسیع معنوں میں بھی آتا ہے اور دین اور شریعت دونوں کو شامل ہوتا ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ میں یہی اطلاق مراد ہے۔

کلمہ اسلام کی یہی ذمہ داری ہم پر اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی صورت میں عائد ہوتی ہے اور اس حقیقت سے کوئی متبصر انکار نہیں کرسکتا کہ اب اسلام سے مراد اللہ تعالیٰ اور حضور اکرمؐ کی تعلیمات ہی ہیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے سفر آخرت سے پہلے اسی اصول کی توثیق فرمائی:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّهٖ [۲]

(ترجمہ) میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم ان کا سہارا لیے رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ (۱) اللہ کی کتاب (۲) اس کے نبیؐ کی سنت

---

[۱] مسند احمد ۲ صہ ۴۳۷ ادکماقال

[۲] موطا امام مالک صہ ۳۶۳

اسلام کی یہ اصولی ہدائیت منکرین حدیث پر بہت گراں تھی۔ انہوں نے اس کے پہلے جزو کا تو اقرار کیا لیکن دوسرے جزو میں ترمیم کردی اور اس کی بجائے مرکزِ ملت کی ایک نئی اصطلاح تجویز کی۔ ان کے خیال میں اسلام کا سرچشمہ یہ دو چیزیں ہیں :-

۱۔ قرآن ۲۔ مرکزِ ملت

مسٹر پرویز لکھتے ہیں :-

" بعض مقامات میں اللہ اور رسُولؐ کے الفاظ کی بجائے قرآن اور رسولؐ کے الفاظ بھی آئے ہیں جن کا مفہوم بھی وہی ہے یعنی مرکزِ ملت جو قرآنی احکام کو نافذ کرے " ۔ [۱]

ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضور اکرمؐ بھی اپنے وقت میں مرکزِ ملت تھے۔ ان کے نزدیک احادیث اس دَور کی تاریخ ہیں کہ حضور اکرمؐ کے زمانے میں قرآنی ہدائیت کس صورت میں متشکل ہوئی۔ ان کے ہاں یہ صرف اس دور کی شریعت تھی حضورؐ کے بعد یہ حق بعد کے مرکزِ ملت کو حاصل ہے کہ وہ قرآنی خطوط پر نئے سرے سے جزئیات مرتب کرے۔ یہ نئی جزئیات اپنے دَور کی شریعت کہلائیں گی۔ ہر دَور کا مرکزِ ملت اپنے اپنے وقت کی شریعت طے کرے گا۔ ابدی ہدائیت صرف قرآن اور مرکزِ ملت ہیں جو ہر دَور میں موجود رہیں گے۔ ان جیسے لوگوں کے نزدیک اِس جہان سے انتقال کرنے والی کوئی شخصیت لوگوں پر خُدا کی حجت نہیں ہو سکتی۔

مسٹر پرویز لکھتے ہیں :-

" اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین فرمودہ جزئیات کو قرآنی جزئیات کی طرح قیامت تک واجب الاتباع (یعنی ناقابلِ تغیر وتبدل رہنا تھا تو قرآن نے ان جزئیات کو خود ہی کیوں نہ متعین کر دیا؟ یہ سب

---

[۱] معارف القرآن ۴ صفحہ ۶۲۳

جزئیات ایک ہی جگہ مذکور اور محفوظ ہو جاتیں ...... اگر خدا کا منشاء یہ نہ ہوتا کہ زکوٰۃ کی شرح قیامت کے لئے اڑھائی فیصدی ہونی چاہیئے تو وہ اسے قرآن میں خود نہ بیان کر دیتا۔ [۱]

"روایات اس عہدِ مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ نے اپنے عہد میں قرآنی اصول کو کس طرح متشکل فرمایا تھا۔ یہ اس عہدِ مبارک کی شریعت ہے ..... یہ حق صرف صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکزِ ملّت اور اس کی مجلسِ شوریٰ کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف اُن جزئیات کو مرتب و مدوّن کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی۔ پھر یہ جزئیات ہر زمانے میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جاسکتی ہیں، یہی اپنے زمانے کے لئے شریعت ہیں" [۲]

یہ الحادی نظریہ نیا نہیں۔ اس کی داغ بیل اسی وقت پڑ گئی تھی جب حدیثِ ثقلین کتابُ اللّٰہِ وسُنّتی کے مقابلہ میں کتابُ اللّٰہ وعِترتِی کے الفاظ پیش کر کے سنت کو رستے سے ہٹایا گیا تھا۔ مسٹر پرویز یہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد یہ حجیّت مرکزِ ملّت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

حکیم طوسی امامت کی ضرورت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انّ الحافظ للشرع لیس ھو الکتاب لعدم احاطتہ بجمیع الاحکام التفصیلیۃ ولا السنۃ لذٰلک ایضًا۔

اور وہ لوگ یہ کہتے تھے کہ پیغمبر کی وفات کے بعد یہ حجیّت مرکزِ امامت کی طرف منتقل ہے۔ ان کے ہاں چشمۂ ہدایت ہی دو امر تھے۔ (۱) کتاب اللہ (۲) عترت۔ معلوم ہوتا ہے کہ حجیّتِ رسولؐ کے انکار کا یہ الحادی نظریہ مسٹر پرویز کی کوئی اپنی پرواز نہیں بلکہ اس میں انہوں نے ان امامی حضرات کی پیروی کی ہے جو

---

[۱] مقامِ حدیث ہم ص ۲۹۲، ۲۹۳ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی [۲] مقامِ حدیث ص ۳۹۱۔ [۳] شرح تجرید ص ۲۲۵ قم۔

رسول اللہؐ کی وفات کے بعد خدا کی حجت مرکزِ امامت کی طرف منتقل کرتے ہیں ۔ دونوں طبقوں میں فرق یہ ہے کہ مسٹر پرویز مرکزِ ملت کو پوری قوم سے منتخب کرتے ہیں۔ لیکن امامی حضرات اسے ایک میں سے ایک کی شکل میں عترتِ رسولؐ میں منحصر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس بات پر دونوں کا اتفاق ہے کہ پیغمبر کی ذات اپنی وفات کے بعد خدا کے بندوں پر خدا کی حجت نہیں رہتی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں منصور بن حازم ایک مشہور راوی گزرے ہیں وہ اپنے عقائد کی تبلیغ کا یہ واقعہ حضرت امام کی خدمت میں پیش کرکے ان سے دعاً لیتے ہیں :-

قلتُ للنّاس تعلمون انّ رسُولَ اللهِ صلّی اللهُ علیه وسلّم کان هو الحجّة من اللهِ علی خلقهٖ قالوا بلیٰ قلتُ فحین مضیٰ رسول الله صلّی الله علیه وسلّم من کان الحجة علی خلقهٖ - فقالوا القراٰن - فنظرتُ فی القراٰن فاذا هو یخاصمُ بهٖ المرجئی والقدری والزندیقُ الذی لایؤمنُ حتی یغلب الرّجال بخصومتهٖ فعرفتُ انّ القراٰن لایکون حجّة الّا بقیّمٍ فما قال فیهِ من شیئٍ کان حقاً .... فاشهدُ انّ علیّاً علیه السّلام کان قیّمُ القراٰن و کانت طاعتهٗ مفترضة وکان الحجّة علی النّاسِ بعدَ رسُولِ اللهِ صلّی الله علیه وسلّم (اصول کافی - جلد ۱ - ص۱۸۸)

مَیں نے لوگوں کو کہا، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر خدا کی طرف سے حجت تھے۔ انہوں نے کہا، کیوں نہیں! مَیں نے کہا کہ جب حضورؐ انتقال فرما گئے تو پھر خدا کی مخلوق پر خدا کی حجت کون ہوگا - انہوں نے کہا قرآن! مَیں نے قرآن میں غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسی کو لے مرجئہ قدریہ اور زندیق جو ایمان بھی نہیں رکھتے جھگڑ رہے ہیں اور لوگوں پر اپنے جھگڑے سے غالب آ رہے ہیں - اس سے مَیں نے جانا کہ قرآن بھی حجت نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کے ساتھ قیم نہ ہو - وُہ جو قرآن کے بارے میں کہے وہ حق ہوگا... مَیں گواہی دیتا ہوں کہ قیم بالقرآن حضرت علیؓ تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی اور

لوگوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہی کی ذات خدا کی حجت تھی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ بھی اپنے دور تک حجت تھے۔ اُن کے بعد یہ حجیت باری باری اگلے مرکزِ امامت میں منتقل ہوتی رہی۔ حضرت امام علی نقیؑ نے اپنے دور میں فرمایا :-

اِنَّ الْاَرْضَ لَا یَخْلُوْ مِنْ حُجَّةٍ اَنَا وَاللّٰہِ ذٰلِکَ الْحُجَّة۔	زمین حجتِ خداوندی سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ اس وقت خدا کی حجت خدا کی قسم میں ہوں۔
اصول کافی ص۱۷۹، طہران	

ہمیں اِس وقت اس سے بحث نہیں کہ ان حضرات کے پاس اپنے اس عقیدہ کی تائید میں کیا دلیل ہے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے کہ جس طرح ہم قیامت تک کے انسانوں کے لئے حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی کو ہی حجت اور سند سمجھتے ہیں۔ یہ امامی حضرات، حضورؐ کے بعد یہ حجیت مرکزِ امامت میں منتقل کرتے ہیں۔ مسٹر پرویز مرکز امامت کی بجائے مرکزِ ملت تجویز کرتے ہیں۔ قرآن کے ساتھ دوسری حجتِ خداوندی مرکز ملت ہو یا مرکزِ امامت، یہ ان دو طبقوں کا باہمی اختلاف ہے۔ ہم جمہور اہل اسلام اپنے اور خدا کے مابین حضور اکرمؐ کی ذاتِ کریمہ کو اب بھی حجت سمجھتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ آخرت کی عدالت کا فیصلہ کتابُ اللہِ وَسُنّتی پر ہی موقوف ہے۔ اس کا معیار نہ کتاب اللہ + مرکز ملت ہیں اور نہ کتاب اللہ + مرکز امامت۔ ہمارا ہمیشہ تک کے لئے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ہے۔ نہ ہم جزوِ ثانی کو محض ڈاک رسانی تک محدود کرتے ہیں اور نہ اس کی حجیت ختم کر کے، یہ عہدہ کسی اور مرکزِ امامت کے سپرد کرتے ہیں۔ قرآن پاک حضور اکرمؐ کی ذاتِ گرامی کو ہی آخرت کے حساب کتاب کے لئے بطور حجت پیش کرتا ہے :

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ	اے اہل کتاب، بیشک ہمارے رسول تمہارے پاس ایسے وقت میں کہ رسولوں کا سلسلہ مدت سے رکا تھا، آپہنچے ہیں۔ صاف صاف

بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّ نَذِیۡرٌ ؕ (پ۶ - المائدہ)

بتلاتے ہوئے تاکہ تم بوقتِ حساب یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا اب تو تمہارے پاس بشیر و نذیر آگئے ہیں۔

اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اب تمہارے عذر کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اب تمہارے حساب کے لئے حجت قائم ہو چکی ہے اور وہ حجت اس بشیر و نذیر کی ذات ہے، جو تمہیں جزا کی بشارتیں دے رہا ہے اور سزا سے بھی ڈرا رہا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتمامِ حجت صرف حضورؐ کے زمانے کے لوگوں تک کے لئے ہے اور بعد میں کوئی اور عہدۂ امامت حجتِ خداوندی ہوگا یا حضور اکرمؐ صلعم کی ذاتِ گرامی ہی ان تمام لوگوں کے لئے حجت رہے گی جن تک یہ قرآن پہنچے قرآن سے پتہ چلتا ہے حضور اکرمؐ ہر اس شخص کے لئے بشیر و نذیر ہیں جسے بھی یہ قرآن پہنچے اور آپ کی یہ حجیت قیامت تک کے لئے قائم ہے۔ قل اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ (آپ اعلان کر دیجئے کہ یہ قرآن میری طرف اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ تمہیں اور ہر اس شخص کو جسے یہ قرآن پہنچے، آخرت کے عذاب سے ڈراؤں

یہاں کم میں حضور کے زمانے کے لوگ اور من بلغ میں قیامت تک آنے والے تمام لوگ مراد ہیں۔

ان آیاتِ قرآنی کی روشنی میں ہر وہ روایت جو قرآن کے ساتھ دوسرا درجہ ذاتِ رسالت کی بجائے کسی اور مرکزِ امامت کو تجویز کرے یقیناً محلِ کلام ہوگی اور اس روایت کے اسناد محتاجِ تحقیق ہوں گے جو کتاب اللہ کے ساتھ عترت کو واجب التمسک اور ثقلِ ثانی قرار دے۔

ممکن ہے بعض حضرات کہیں کہ یہ مرتبۂ امامت نبوت کے قائم مقام نہیں۔ محض منصبِ خلافت کے طور پر ہے مگر یہ بات صحیح نہیں۔ امامی حضرات اسے

محض ایک انتظامی منصب نہیں، ایک آسمانی عہدہ سمجھتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ مرتبہ نبوت کی نظیر[1] ہے صرف خلافت کا بدل نہیں۔ ان کے نزدیک جس طرح پیغمبر مامور من اللہ مبعوث للخلق مفترض الطاعۃ اور معصوم ہوتے ہیں، اسی طرح امام بھی یہی صفات رکھتے ہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ نبی کی طرح امام کو بھی خدا مقرر کرتا ہے اور اس کی شخصیت خدا کی طرف سے معیّن اور منصوص علیہ ہوتی ہے[2]

جمہور اہلِ اسلام یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی آسمانی عہدہ نہیں اور آپ کے بعد پیدا ہونے والا کوئی فرد مفترض الطاعۃ نہیں۔ خلافت ایک انتظامی منصب ہے کوئی درجۂ ماموریت نہیں۔ خلیفہ وہی ہے جو مہماتِ سلطنتِ اسلام شورائی طریق سے انجام دے۔ حضور اکرمؐ کے بعد کسی اور آسمانی ہدایت کا نزول نہیں اور نہ اس کا انتظار ہے۔ آنحضرت صلعم نے قرآنِ کریم کی عملی شاہراہ اپنی سنّت سے قایم فرما دی۔ ہر روز نئے پیش آنیوالے مسایلِ قرآن اور حدیث کی نصوص میں ہی غیر منصوص انداز میں لپٹے ہوئے ہیں۔ ان کی دریافت فقہ کہلاتی ہے۔ یہ بات نہایت پختہ اور محکم ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی ایسا منصب نہیں جو

---

[1] ملّا باقر مجلسی لکھتے ہیں:۔ " مرتبہ امامت نظیر، مرتبۂ نبوّت و مثلِ آنست بلکہ چنانچہ نبوّت رسالتے است از جانبِ خدا بوساطتِ ملک امامت نیز فی الحقیقت نبوّتے است، بوساطتِ نبی "۔ حیات القلوب۔ جلد ۳، صفحہ ۱۸، مطبوعہ ایران۔

"بالضرورت نصِ تعیین امام را کہ فی الحقیقت نبوّتے است بحسبِ معنی البتہ باختیارِ امت نخواہد بود"۔ (حیات القلوب ۳، صفحہ ۲۲)

"منصبِ امامت نظیرِ نبوّت است زیرا کہ ہر دو ریاستے عام است بر ہمہ مکلّفین در جمیع امورِ دین و دنیا"۔ (حیات القلوب ۳، صفحہ ۲۲)۔

[2] شرح تجرید میں ہے ذهبت الامامية خاصۃ الیٰ ان الامام يجب ان يكون منصوصًا علیہ۔ (شرح تجرید للحکیم الطوسی، صفحہ ۲۲۹۔ مطبع قم)۔

مامور من اللہ اور مفترض الطاعۃ ہو۔ جمہور اہلِ اسلام اسی مضمون کو اپنا عقیدہ ختم نبوت قرار دیتے ہیں۔ امامی حضرات یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کے بعد ماموریت کا یہ درجہ نبوت کے نام سے تو نہیں مگر امامت کے نام سے ضرور باقی ہے۔ امام بھی خدا کی طرف سے مامور ہوتا ہے[1]۔ یہیں تک نہیں، یہ حضرات ان ائمہ کے لئے ایک باطنی وحی[2] بھی تجویز کرتے ہیں اور حلال وحرام کا مدار انہیں ہی ٹھہراتے ہیں۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔

الائمۃ علیھم السلام بمنزلۃ رسول	ائمہ علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم الا انھم لیسوا بانبیاء	کے ہی درجے میں ہیں ......
ولا یحل لھم من النساء ما یحل للنبی	ہاں وہ پیغمبر نہیں اور ان کے لئے
فاما ما خلا ذٰلک فھم بمنزلۃ رسول	اتنے نکاح جائز نہیں جتنے پیغمبر
اللہ۔ (اصول کافی جلد ا۔ صفحہ ۲۷۰)	کے لئے ہیں۔ نبوت اور تعدادِ

ازواج کے سوا وہ ہر بات میں جنابِ رسالتمآبؐ کے درجے میں ہیں۔[3]

ملا محسن (الملقب بملا فیض) منہاج النجاۃ میں لکھتے ہیں:

کلّ ما اشترط فی النبی من الصفات   نبی کے لئے جو شرائط ہیں وہی

---

[1] حضرت صادقؓ، حضرت حسینؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: انہٗ امامٌ من قبل اللہ تعالیٰ ومفترضُ الطاعۃ علی العباد (تہذیبُ الاحکام لمحمد بن حسین طوسی صفحہ ۳۷ - ایران)۔

[2] مختلف الملئکۃ ومھبطِ الوحی (تہذیب الاحکام - کتاب المزار صفحہ ۲۳)۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ - حضورؐ کے بعد اس قسم کے اقرارِ امامت اور اس قسم کی وحی باطنی کو اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے منافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں "امام باصطلاحِ ایشاں مفترض الطاعت منصوب للخلق است ووحیِ باطنی در حقِ امام تجویز می نمایند پس درحقیقت ختمِ نبوت را منکر اند، گو بزبانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را خاتم الانبیاءؐ می گفتہ باشند۔ (تفہیماتِ الٰہیہ صفحہ ۲۴۴)، شرح تجرید میں بھی تبلیغ الوحی والالھامِ من اللہِ تعالیٰ کے الفاظ ملتے ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۲۸۰ طبع قم)۔

[3] انما الوقوف علینا فی الحلال والحرام فاما النبوۃ فلا۔ (اصول کافی صفحہ ۲۶۸، ایران ۳ صفحہ ۲۵۳ لکھنؤ)۔

سب امام کی شرائط ہیں سوائے نبوت کے۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں، ہر وہ مقام جو حضورؐ کو حاصل تھا ہم بھی اپنے لئے اسی کے قایل ہیں	فهو شرط فى الامام ما خلا النبوّة قال الصادق عليه السلام كلّ ما كان لرسول الله فلنا مثله الّا النبوّة والزواج ۔ [1]

سوائے نبوت اور تعدادِ ازواج کے۔

جمہور اہل اسلام کے نزدیک اس قسم کا تصورِ امامت، آنحضرت صلعم کی شانِ ختمِ نبوت کے قطعاً خلاف ہے۔ ختمِ نبوت کا لفظی اقرار اور نبوت کی تمام صفات کا امام میں اثبات یہ ایسا الحاد ہے جس سے عقیدۂ ختمِ نبوت پر بڑی ضرب لگتی ہے اور اس اقرارِ امامت کے بعد ختمِ نبوت تسلیم کرنے کا کوئی معنی نہیں رہتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

یعنی جو شخص یہ کہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں، لیکن اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی کا نام نہیں دیا جائے گا۔ لیکن نبوت کا جو معنی ہے کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کے لئے مفترض الطاعۃ اور معصوم ہو کر مبعوث ہو۔ یہ صفاتِ نبوت حضورؐ کے بعد ائمہ میں بھی موجود ہیں تو ایسا شخص	او قال انّ النبى خاتم النبوّة ولكنّ معنى هٰذا الكلام انه لا يجوز ان يسمّى بعده احدٌ بالنبى واما معنى النبوّة وهو كون الانسان مبعوثًا من الله تعالى الى الخلق مفترض الطاعة، معصومًا عن الذنوب ومن البقاء على الخطاء فهو موجود فى الائمة بعده فذٰلك هو الزنديق ۔ [2]

شرعاً زندیق قرار پائے گا۔

ہم یہاں یہ بحث نہیں کرنا چاہتے کہ اس عقیدۂ امامت میں کون کون سی ضروریاتِ دین اِہمال ہو رہی ہیں۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان حضرات

---

[1] منہاج النجات صفحہ ۲۸ ایران۔ [2] المسوی عربی شرح مؤطا ۲ صفحہ ۱۱ دہلی۔

کا تصوّرِ امامت، جتنا اونچا خوش کُن اور قطعی ہے کہ اس کے بغیر ان کے ہاں کوئی شخص مومن قرار نہیں پاتا تو کیا ان کے پاس اپنے دعوے پر کوئی ایسی ہی روشن اور قطعی دلیل بھی موجود ہے؟ قرآنِ کریم میں کسی جگہ منصوص اور قطعی صورت میں اس کی خبر ملتی ہے؟ جس انداز کا یہ قطعی عقیدہ ہے۔ کیا اسی انداز کی قطعی دلیل بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے؟ اور اگر قرآنِ کریم میں نہیں تو کیا کسی حدیثِ متواتر میں اس عقیدۂ امامت کی تصریح ملتی ہے؟ قرآنِ کریم اور حدیثِ متواتر ہی وہ دو بنیادیں ہیں، جن پر عقائد کی بنا ہو سکتی ہے۔ اخبارِ احاد گو کیسی ہی صحیح کیوں نہ ہو کسی قطعی عقیدے کے اثبات کے لئے کافی نہیں ہیں۔

لایخفیٰ اَنّ المعتبر فی العقائد ھو الادلۃ الیقینیۃ و احادیث الاحاد لَو ثبتت انما تکون ظنیۃ[1]

مخفی نہ رہے کہ عقائد کے باب میں صرف دلائلِ یقینیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ احادیثِ احاد اگر ثابت بھی ہوجائیں تو بھی ظنّی الثبوت رہیں گی۔

غرناطہ کے جلیل القدر فاضل ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، دلائل کی بحث میں لکھتے ہیں:-

فانھا اِن کانت من اخبار الاحاد فعدم افادتھا القطع ظاھرٌ واِنْ کانت متواترۃ فافادتھا القطع موقوفۃ علیٰ مقدمات۔[2]

دلیل اگر خبرِ واحد ہے تو اس کا کسی قطعیت کا فائدہ نہ دے سکنا، خود ظاہر ہے اور اگر وہ خبر متواتر ہو تو اس کا قطعیت کا فائدہ دینا پھر کئی مقدمات پر موقوف ہے۔ (یعنی اس دلیل کی اپنے مدعا پر دلالت بھی ظنّی نہ ہونی چاہیئے)۔

ان حقائق سے واضح ہے کہ عقائدِ قطعیہ ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل کی ضرورت ہے جو ثبوتاً بھی متواتر ہوں (جیسے قرآنِ کریم اور حدیث متواتر) اور ان کی

---

[1] شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ کانپور [2] الموافقات جلد ۱، صفحہ ۳۵ مطبوعہ مصر

اپنے مدعا پر دلالت بھی قطعی ہو۔ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل کے بغیر کسی عقیدے کو قطعی نہیں کہا جا سکتا۔

اس اصول کے پیشِ نظر جب ہم اس عقیدۂ امامت پر غور کرتے ہیں تو جتنا یہ دعویٰ اونچا اور قطعی سنائی دیتا ہے۔ اس کے مطابق ایک بھی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت دلیل نہیں ملتی۔ امامی حضرات دعوےٰ تو یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک مستقل مَامُورٌ مِّنَ اللہ اور مُفْتَرَضُ الطَّاعَۃ منصبِ امامت کے نام سے باقی ہے اور حضرت علیؓ مرتضیٰ اور باقی گیارہ امام، نام بنام بنصِ جلی اس منصب پر فائز ہیں۔ ان کی امامت خدا کی طرف سے قائم اور خدا کی مخلوق پر خدا کی حجت دائم ہے اور ان کی نام بنام امامت، اسی طرح قطعی اور ضروری ہے، جیسے خدا کی توحید، حضورؐ کی رسالت اور قیامت کے عقائد قطعی اور ضروری طور پر ثابت ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ اس بلند بانگ دعویٰ پر ان حضرات کے پاس ایک بھی قطعی دلیل موجود نہیں۔ قرآنِ پاک میں عترتِ رسولؐ کی فضیلت ثابت ہو تو بھی عترت کے کسی معین فرد پر یہ نصِ جلی ہرگز نہیں چہ جائیکہ اس پر منصوص عقیدۂ امامت قائم ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ امامی حضرات جب ان آیات پر آتے ہیں تو انہیں روایات ساتھ ملانے سے چارہ نہیں رہتا۔ اس صورت میں مدارِ استدلال وہ روایات ہوتی ہیں نہ کہ قرآن کریم کی نصِ جلی۔ قرآن کریم میں بارہ اماموں کی امامت پر نصِ جلی تو درکنار، حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ کا نام تک منصوص نہیں چہ جائیکہ ان کی مفترض الطاعۃ امامت کا عقیدہ قران کے ذمہ لگایا جا سکے۔

امامی روایات میں ہے کہ یہی سوال حضرت جعفر صادقؒ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بے شک حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود نہیں اور پھر عقیدۂ امامت کی نص کے طور پر حدیث مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ پیش کی۔ اِس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بارہ اماموں کی امامت پر قرآن کریم میں کوئی نصِ صریح نہیں اور ظاہر ہے کہ اخبارِ احاد سے قطعی عقاید ثابت نہیں کئے جا سکتے۔ حضرت جعفر صادقؒ سے کہا گیا:-

اِنَّ النَّاسَ یقولونَ فمالہٗ لَمْ یُسَمِّ علیاً و اَھل بیتہٖ علیھمُ السلام فی کتابِ اللّٰہِ عزَّ وجلَّ فقالَ فقولوا لھُمْ۔ اَنَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہِ وسلّمَ نَزَلَتْ علیہ الصَّلٰوۃُ ولم یُسَمِّ اللّٰہُ لَھُمْ ثلاثاً ولَا اربعاً حتّٰی کانَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّمَ ھُوَ الذی فَسَّرَ ذٰلکَ لھُمْ ...... وَنَزَلَتْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ و اطیعُوا الرَّسُولَ وأُولی الْاَمْرِ مِنْکُمْ وَنَزَلَتْ فِی علیٍّ والحسن والحُسین ، فقال فی علیٍّ مَنْ کنتُ مولاہُ فعلیٌّ مولاہُ وقالَ اُوْصِیْکم بکتابِ اللّٰہِ و اھلُ بیتی۔ ؎۱

لوگ کہتے ہیں خدا کو کیا ہوا کہ وہ حضرت علیؓ اور اُن کے اہلِ بیت کا نام معین طور پر قرآنِ پاک میں نہیں لایا - اس پر آپ نے فرمایا ، ان لوگوں سے کہو کہ حضور اکرمؐ پر نماز کا حکم تو قرآن میں آیا لیکن تین یا چار رکعتوں کا نام قرآنِ پاک میں نہیں حتی کہ اسے حضورؐ نے ہی بیان فرمایا - اسی طرح آیت اُولی الامر نازل ہوئی جو حضرت علیؓ ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے حق میں تھی ، حضورؐ نے ، مَنْ کنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ فرماکر حضرت علیؓ کا تعین فرمادیا اور یہ کہہ کر کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں :- کتاب اللہ اور اہلِ بیت - حضرت حسنؓ اور حسینؓ کا تعین فرمایا اور ان کی نشان دہی انہیں ایک چادر کے نیچے کرکے فرمادی -

اِس روایت کی رُو سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ قرآنِ کریم میں بارہ اماموں کی نام بنام امامت پر کوئی نصِ صریح موجود نہیں چہ جائیکہ اِس فرضی عقیدۂ امامت کو ، توحید ، رسالت اور قیامت کے عقایدِ قطعیّہ کے ہم پلّہ ایک ضروری عقیدہ قرار دیا جاسکے - اِس مفترض الطاعۃ نام بنام امامت کو قرآن کے ذمے لگانا علم و دیانت کا خون کرنا ہے -

اِس میں شک نہیں کہ حضورِ اکرمؐ کے ارشادات بھی عین شریعت ہیں ، لیکن اُن کا آنحضرتؐ سے ثابت ہونا ، جب تک یقینی اور متواتر نہ ہو ، ان پر عقایدَ کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی - بایں ہمہ انہیں قرآن کی نصِ جلی کہنا صحیح نہ ہوگا - ایسے نصوصِ قرآن کی بجائے نصوصِ حدیث

؎۱ اصولِ کافی جلد ۱ ، صفحہ ۲۴۷ طہران

کہلائیں گی۔ اخبارِ احاد ہونے کی صورت میں ان کا ثبوت ظنی ہوگا اور اگر وہ اپنے مدعا پر نصِ صریح نہیں تو پھر اپنے دعوے پر ان کی دلالت بھی ظنی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ روایات کے سہارے توحید و رسالت کے ہموزن قطعی عقائد ثابت نہیں کئے جا سکتے۔

فرض نمازوں کی تعدادِ رکعات، آنحضرتؐ سے متواتر طور پر منقول ہے اور عدد اپنے معنی میں بھی کسی دوسرے مفہوم کے متحمل نہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارہ اماموں کی نام بنام مفترض الطاعت امامت بھی کیا کسی ایسی ہی متواتر الثبوت اور قطعی الدلالت روایت سے ثابت ہے؟ حضرت جعفر صادقؒ نے امامی روایات کے مطابق اس کیلئے دو حدیثیں پیش فرمائی ہیں، حدیثِ ولائیت اور حدیثِ ثقلین۔ اگر یہ دو روایات آنحضرتؐ سے ثبوتاً متواتر ہوں اور اُن کی دلالت بھی اپنے مدعا پر قطعی اور صریح ہو تو بیشک ایک مفترض الطاعت امامت حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کے نام حدیث کی رُو سے، منصوص قرار پاتی ہے، بصورتِ دیگر عقیدۂ امامت کا طلسم بالکل ٹوٹ جاتا ہے۔

علمائے امامیہ بھی اس ضرورت سے بے خبر نہ تھے۔ انہوں نے ان دونوں روایات کو متواتر الثبوت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ سب طرق جمع کئے۔ ہر اتصال و ارسال کا سہارا لیا۔ مگر جس متبصر نے بھی ان کے جمع کردہ ذخیرے پر تحقیقی نظر کی اسے یہی کہنا پڑا ؎

حسرت ہے اس مسافرِ بے بس کے حال پر
جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

حدیثِ ولائیت مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے متواتر الثبوت ہونے کا طلسم تو مدتوں سے ٹوٹ چکا تھا۔ یہ روایت طریقِ تواتر سے نقل ہونا تو درکنار، خبرِ واحد کے طور پر بھی کسی سندِ صحیح سے ثابت نہ ہو سکی تھی مگر حدیثِ ثقلین کے بہت سے اسناد ابھی تک محتاجِ تحقیق تھے۔ امامی علماء کو اپنے اس رطب و یابس ذخیرے پر بڑا ناز تھا میر حامد حسین

حاشیہ صفحہ ہٰذا اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب مجتہد لکھنوی نے طبقات الانوار کی دو مستقل جلدیں صرف اِس حدیثِ ثقلین کے لئے ہی لکھی ہیں۔ صاحبِ "فلک النجات"، اِس حدیث کے متعلق اتنا بلند بانگ دعوای کرتے ہیں :

حدیثٌ متواترٌ تلقتہ الامۃ بالقبول ولو انکرہ الجھول ..... وھوالذی ھومدار المھام بحیث یدور علیہ رحی الاسلام۔

پس ضروری ہوا کہ اس روایت کے بھی اسنادی اور استدلالی پہلوؤں پر گہری تحقیق نظر کی جائے۔ جب اِس روایت پر تنقیدی نگاہ پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں اِن حضرات کا دامن بالکل خالی ہے۔

جہاں تک حدیثِ ولائیت کا تعلق ہے، اس کے متعلق یہاں یہ دو حوالے کافی ہیں۔ رئیس المحدثین حافظ زیلعی متوفی ۷۶۲ھ بسم اللہ بالجہر کی بحث میں لکھتے ہیں :

نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے	احادیث الجھر وان کثرت رواتھا
کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن	لکنّھا کلّھا ضعیفۃ وکم من حدیث
وہ سب کی سب ضعیف ہیں اور کتنی	کثرت رواتہٗ وتعددت طرقہٗ وھو
ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت	حدیثٌ ضعیف کحدیث الطّیر و
ہیں اور اُن کے طرق متعدد ہیں مگر	حدیث الحاجم والمحجوم وحدیث
وُہ حدیثیں ضعیف ہیں، جیسے حدیث	مَنْ کُنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ بل قد
طیر اور حدیث افطر الحاجم اور	لا یزید کثرۃ الطرق الاضعفاً۔

(نصب الرایہ جلد ا صفحہ ۳۶۰ مصر)

حاشیہ صفحہ گزشتہ :۔ گو اس طرح ثابت ہونا اہل سنت کے عقائد کے خلاف نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ روایت فضائل کے باب میں سے ہوگی نہ کہ اثباتِ عقائد میں دلائل کے باب میں سے۔ یہی وجہ ہے کہ اِس ضعیف روایت کو ہمارے علماء متعدد مقامات پر نقل کرتے چلے گئے۔ صرف بایں وجہ کہ محض فضائل میں ضعاف کو بھی کسی درجے میں لے لیا جاتا ہے مگر جب ان سے عقائد میں تمسک کیا جانے لگے تو ان کی حقیقت واضح کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حدیث مَنْ کُنتُ مولاہ فعلیؓ مولاہ بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصانِ ضعف کو پورا کر دے، اس ضعف کو اور آشکار کر دیتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فلا یصح من طریق الثقات اصلاً۔ (منہاج السنۃ جلد ۴، ص۸۶)

یہ روائیت ثقہ اور معتبر طریقے سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

باقی رہی اس روائیت کی اپنے دعوے پر دلالت؟ سو علمائے امامیہ کو خود اعتراف ہے کہ یہ دلالت قطعی نہیں، پس اسے دلالۃً بھی نص صریح نہیں کہہ سکتے۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

اثبت حجۃ اللّٰہ تعریضاً لا تصریحاً بقولہ فی وصیتہ من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ۔ (کتاب الاحتجاج، ص۱۳۵، نجف اشرف)

حضورؐ نے حدیث مَنْ کُنتُ مولاہ میں حضرت علیؓ کو تصریحاً امام نہیں فرمایا۔ صرف اشارے سے حجت فرمایا ہے۔

شرح تجرید میں بھی اس روائیت کی دلالت مختلف فیہ تسلیم کی گئی ہے:

اختلفوا فی دلالتہ علی الامامۃ (شرح تجرید، ص۲۳، طبع قم)

مقامِ تعجب ہے کہ جو روائیت ثبوتاً اس قدر ضعیف ہو چہ جائیکہ متواتر اور دلالۃً مختلف فیہ ہو چہ جائیکہ قطعی الدلالۃ اس پر فرضی امامت کا عقیدہ قائم کر کے، اسے توحید و رسالت اور قیامت جیسے عقائد کی طرح ایک اصولی اور ضروری عقیدہ تسلیم کیا جائے۔ امامی روایات کے مطابق حدیثِ ثقلین یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:

انی تارک فیکم الثقلین کتٰب اللّٰہ وعترتی اھل بیتی فتمسکوا بھما لا تضلوا فان اللطیف الخبیر اخبرنی وعھد الی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

اس پر حضورؐ سے پوچھا گیا۔ اکلّ اھل بیتک؟ آپؐ نے فرمایا:

لا ولکن اوصیائی منھم، اولھم اخی و وزیری وخلیفتی فی امتی و ولی کل مؤمن و مؤمنۃ بعدی ھو اولھم ثم ابنی الحسن ثم ابنی الحسین ثم تسعۃ من ولد الحسین واحد بعد واحد حتی یردوا علی الحوض شھداء اللہ فی ارضہ وحججہ علی خلقہ۔

(کتاب الاحتجاج للطبرسی ۔ صہ ۷۹)

جہاں تک اِس خانہ ساز روایت کا تعلق ہے ہم اس سے تعرض نہیں کرتے۔ یہاں حضرات کے اپنے گھر کی بات ہے، جو چاہیں وضع کریں اور اسے خدا اور اس کے رسولؐ کے ذمے لگاتے رہیں مگر ہم اس بات کی اجازت کبھی نہیں دے سکتے کہ اپنی اس من گھڑت روایت کو وہ ہمارے ذمے لگائیں اور اس روایتِ ثقلین کو یہ حضرات اہلِ سنت کی طرف نسبت کریں اور کہیں کہ یہ اہلِ سنت کے ہاں کی بھی ایک مسلمہ روایت ہے معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ اِس روایت پر نظر کرنے سے اس کے یہ چند پہلو نمایاں ہوکر ہمارے سامنے آتے ہیں:۔

۱۔ قرآنِ پاک اور عترتِ اہلِ بیت ہر دو واجب التمسک اور لازم الاتباع ہیں (فتمسکوا بھما لا تضلوا)۔

۲۔ ثقلین میں ثقلِ ثانی صریح طور پر اہلِ بیت ہیں۔ روایت کے آخر لن یفترقا میں اِن دو (قرآن اور اہلبیت) کو پھر ایک لفظ میں یکجا کیا گیا ہے۔

۳۔ کُل اہلبیت اس فضیلت کے اہل نہیں بلکہ ان میں سے یہ درجہ صرف بارہ افراد کو حاصل ہے۔

اہلِ سنت کے ہاں حدیثِ ثقلین اِن تین مضمونوں کے ساتھ کہیں بھی بصحت اسناد موجود نہیں۔ ان کے دفاترِ حدیث کا تحقیقی نظر سے مطالعہ کریں تو ان مضامین کی حدیثِ ثقلین کسی معتبر کتاب میں بھی سندِ صحیح سے نہیں ملتی چہ جائیکہ اس کے متواتر ہونے کا بے بنیاد دعویٰ کر دیا جائے، امامی حضرات کا ظلمِ صریح اور کذبِ محض ہے کہ وہ ان مضامین کی حدیثِ ثقلین نہ صرف اہلِ سنت کے ذمے لگاتے ہیں بلکہ اس کے اہلِ سنت کے ہاں متواتر

ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ فیاللعجب

اہلِ سُنّت کے ہاں عترتِ اہلِ بیت واجب المحبّت ہیں نہ کہ واجب التمسّک، ان کی فضیلت تمام اہلِ بیت کو شامل ہے، نہ کہ صرف بارہ افراد تک محدود۔

کتاب اللہ کے ساتھ ثقل ثانی سنتِ رسولؐ ہے۔ اہلِ بیت کے حقوق کا احترام ایک تیسرا مسئلہ ہے۔ یہ حضرات قرآن کے ساتھ ثقلین اور لَنْ یفترقا کے الفاظ میں، صراحت سے کسی صحیح روایت میں یکجا نہیں۔

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے خم غدیر کے مقام پر ارشاد فرمایا:

اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھلِ بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی۔ (مسلم ۲ ص۲۷۹، مسند احمد ۴ ص۳۶۶، دارمی ص۴۲۳)	میرے اہلِ بیت۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کو یاد دلاتا ہوں۔ اپنے اہلِ بیت کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔

حضرت زیدؓ سے جب پوچھا گیا کہ یہاں کون سے اہلِ بیت مراد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

آلُ علیٍ و آلُ عقیلٍ و آلُ جعفرٍ و آلُ عبّاسٍ۔ (مسلم ص۲۷۹)	ابو طالب کے تین بیٹوں علیؓ۔ عقیلؓ اور جعفرؓ کی اولاد اور حضرت عباسؓ کی ساری اولاد۔

اِس روایت میں حضورؐ اہلِ بیت کے حقوق پورے کرنے کی تعلیم فرما رہے ہیں۔ انہیں واجب التمسّک قرار نہیں دے رہے اور راویٔ حدیث حضرت زید بن ارقمؓ اس فضیلت کو صرف بارہ افراد تک محدود نہیں سمجھ رہے ہیں بلکہ کل اہلِ بیت کو جن پر صدقہ حرام ہے۔ اِس فضیلت کا مصداق بتلا رہے ہیں جن میں کل عباسی حضرات بھی شامل ہیں۔ ماقبل کے اعتبار سے یہاں اہل بیت کے لئے ثقل ثانی کی تعبیر صریح نہیں بلکہ حضرت زیدؓ سے کبر سنی کی بنا پر ثقلِ ثانی (سنّت) کا بیان رہ گیا معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعد میں قرآن اور اہل بیت لَنْ یفترقا جیسے الفاظ میں یکجا مذکور نہیں۔

اس سے حضرت زیدؓ پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ وہ اس روایت سے پہلے اپنے بڑھاپے کی معذوری بیان کرتے ہوئے صاف فرما چکے تھے کہ اگر کسی جزو کو میں بھول جاؤں تو مجھے اس کے بیان کا مکلف نہ کرنا۔[1]

اس روایت کے شروع میں جو اھل بیتی کے الفاظ ہیں، وہ امام بیہقی کی نقل کے مطابق موجود نہیں۔[2]

پیش نظر رہے کہ یہ اس روایت کی تضعیف نہیں تنقیح ہے۔ حدیثِ ثقلین کی ایک بھی ایسی صحیح سند موجود نہیں جس میں:-

۱- ثقل ثانی صحیح طور پر اہل بیت ہوں۔

۲- ہر دو ثقلین (قرآن اور اہل بیت)، واجب التمسک ہوں اور۔

۳- اہل بیت سے خاندانِ رسالت کے صرف بارہ افراد ہی مراد ہوں۔

امامی حضرات ان تین صورتوں کے ساتھ حدیثِ ثقلین پیش کرتے ہیں اور نہ صرف اسے صحیح کہتے ہیں بلکہ اس کے متواتر ہونے کے مدعی ہیں اور چونکہ اب اسی ایک روایت پر ان کے عقیدۂ امامت کی بنا ہے۔ کیونکہ حدیثِ ولایت مَن کُنتُ مَولاہ فعلیٌّ مولاہ مدتوں سے عقائد کے باب میں بے اصل ثابت ہو چکی ہے، صرف فضائل میں کہیں کہیں مل جاتی ہے کیونکہ اس باب میں صحیح وسقیم کے امتیاز کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔

گو اس روایت کے صحیح ہونے کی صورت میں بھی حضرات امامیہ کا فرضی عقیدۂ امامت ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے احتجاج طبرسی میں اس کے ساتھ نام بنام اماموں کا ایک پورا جزو بڑھا دیا ہے۔ تاہم یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے پہلے نامکمل جزو کا بھی ایک تنقیدی جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ حدیثِ ثقلین امامی حضرات کی مذکورہ تین صورتوں کے ساتھ کسی بھی صحیح اسناد سے ثابت ہے؟

خدا کا شکر ہے کہ جامع کمالاتِ علمیہ وعملیہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم نے جہدِ بلیغ فرما کر اس روایت کی پوری تحقیق فرمائی ہے اور اس کے جتنے اسناد میسر آسکے،

[1] دیکھئے مسلم جلد ۲، صہ ۲۷۹   [2] دیکھئے سنن کبریٰ جلد ۱۰، صہ ۱۱۴

اُن کا پُوری طرح محاسبہ کیا ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء

مولانا موصُوف کے ساتھ دورانِ تالیف میں بھی اس موضوع پر مذاکرات رہے اور احقر پُورے اطمینان سے کہہ سکتا ہے کہ اس عظیم خدمت سے عہدہ برآ ہونا یہ مولانا موصوف کا ہی حصہ تھا۔ ولقد جاء فی المثل السائر کم ترک الاوّل للمؤخر۔

دُعا ہے کہ ربُّ العزّت اِس کوشش کو قبُول فرمائیں اور کتاب وسنّت کا تمسک ہی سب مسلمانوں کا معمُول بنادیں۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

تقریظ

حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی ترنگ زئی (پشاور)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ہ

اَمّا بعد میں نے رسالہ حدیث الثقلین مؤلفہ مولانا محمد نافع کو دیکھا جس میں اس روایت کے طرق و اسانید کو جمع کیا گیا ہے۔

بعض روایات میں صرف کتاب اللہ کا ذکر ہے۔ بعض میں کتاب اللہ و سنتِ رسُول اللہ کا ذکر ہے۔ اِن دونوں میں کوئی تضاد نہیں بلکہ ثانی تفصیلِ اوّل ہے اور اوّل میں اختصار کیا گیا ہے۔ تیسری قسم وہ روائتیں ہیں جن میں بجائے سنتِ رسُول کے لفظ اَھْل بَیْتِی یا عِتْرَتِی آیا ہے۔ اوّل و دوم قسم کی روائتیں صحیح ہیں اور مؤید بالقرآن ہیں کیونکہ قرآن میں جہاں اطیعُوا اللہ واطیعُوا الرّسول آیا ہے۔ اس میں فلاحِ بشری کے لئے صرف اطاعتِ کتاب اللہ و اطاعتِ سنّت رسول اللہ کو ضروری قرار دیا گیا۔ اگر دین میں کسی تیسری چیز کی ضرورت ہوتی تو یہ ناممکن ہے کہ قرآن حکیم ایسے مواقع میں اس کا ذکر نہ کرتا بلکہ ایسے مواقع میں تمسّک باہل البیت کو نظر انداز کرنا حالانکہ یہ تمسّک اہلِ تشیع کے ہاں ضروری ہے فتحِ باب اضلال ہے جو قرآن کی شانِ ہدایت کے خلاف ہے۔

جن روایات میں لفظ عترت یا اہلِ بیت آیا ہے وہ روایتاً و درایتاً درست نہیں۔

۱۔ روایتاً اس لئے کہ زید بن ارقم رضؓ کی روایت جو صحیح مُسلم میں ہے۔ اس کے ماسوا جملہ روایات پر جملہ محدّثین نے کلام کیا ہے۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس کو قابلِ اندراج نہ سمجھا اور امامِ نسائیؒ نے سُنن کبریٰ میں اندراج کے باوجود "سنن مجتبیٰ" سے جس میں ان کے ہاں صحت کا التزام ہے اس کو خارج کر دیا۔

مُسلم کی روایت میں اضطراب ہے، اور متنی اضطراب جبکہ ترجیح کے دلائل موجود نہ ہوں، صحتِ حدیث میں موجبِ قدح ہے۔ حدیثِ مسلم میں ازواجِ مطہراتؓ کو ایک

روایت میں اہلِ بیت میں داخل کیا گیا ہے اور دوسری میں خارج۔ نیز زید بن ارقمؓ نے خود اپنے بڑھاپے اور محلِ نسیان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اگر روایت کی صحت مان بھی لی جائے تو سابق دو قسم کی روایات اور نصوصِ قرآن کو اس پر ترجیح ہوگی یا کم از کم یہ کہ تمسک بالکتاب والسنۃ جو قرآن سے ثابت ہے وہ قطعی ہے اور ثقل دوم کے متعلق اختلاف ہے کہ سنت ہے؟ یا عترت؟ لہٰذا 'سنت' چونکہ مطابقِ 'قرآن' ہے اس کو ترجیح ہوگی۔

۲۔ درایتاً بھی عترت والی روایات درست نہیں کیونکہ 'غدیرِ خم' میں مقصود اصلی حضرتِ علیؓ پر اعتراضات کا دفعیہ تھا اور اعتراضات کی اصلیت عداوت تھی، اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ کا تقابل بتلا رہا ہے کہ اہلِ بیت مستحقِ محبت ہیں نہ محلِ عداوت۔ اسی کے لئے مذکورہ روایت سے محبت کا ثبوت تو ہو سکتا ہے وجوبِ تمسک اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ عترت اور اہلِ بیت کی تعیین بھی کسی روایت میں نہیں کی گئی کہ کون سے افراد مراد ہیں۔ اگر سب مراد ہوں خواہ مومن یا کافر، صالح ہو یا فاسق تو اُن کی اطاعت کا امر غیر معقول اور خلافِ درایت ہے۔

علاوہ ازیں اطاعتِ غیر نبی بلکہ نبی کی اطاعت میں بھی یہ ضروری ہے کہ ذات کی اطاعت مراد نہیں احکام کی اطاعت مراد ہے اور اطاعت کے لئے ان احکام کا قطعی الثبوت ہونا ضروری ہے۔ لیکن اہلِ بیت نبویؐ کے احکام سرے سے باقاعدہ مدوّن ہی نہیں اگر ایک فرد کے مدوّن ہوں تو ہزار فرد کے احکام مجہول اور نامعلوم ہیں پھر اگر وجوبِ اطاعت میں احکامِ رسولؐ اور احکامِ اہلِ بیت یکساں ہوں تو رسولؐ اور غیر رسولؐ میں فرق کیا ہوا؟

بہر حال رسالہ "حدیثِ ثقلین" میرے نزدیک اپنے موضوع میں بے مثال ہے اور دونوں فریق بشرطِ انصاف اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ مسلمانوں کے لئے مؤلف کی اس خدمت کو اللہ تبارک وتعالیٰ مقبول بنائے۔ آمین!

تقریظ

استاذ العلماء مقدام الفضلاء حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب اجنالوی چوکیروی
صدر مدرسہ عربیہ چوکیرہ۔ ضلع سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوند تبارک وتعالیٰ نے ہر زمانہ میں ایسے آدمی پیدا کئے جن کی زندگی حمایتِ حق اور دفاعِ باطل کے لئے وقف رہی۔ نامساعد حالات کے دباؤ اور ناموافق آب وہوا کے طوفان انہیں انچ بھر بھی اس راہ سے اِدھر اُدھر نہ کر سکے۔

اس نوع کے اہلِ علم کا ایک قافلہ ہر دور میں اخلاصِ عمل سے، باطل سے نبرد آزما رہا ہے اور اسی مبارک سلسلہ کی کڑی حضرت مولانا مولوی محمد نافع صاحب ہیں۔ سلّمہُ اللہ تعالیٰ۔ آپ نے حدیثِ ثقلین مرتب کر کے علمی تحقیقات کے میدان میں ایک گراں قدر اضافہ فرمایا ہے۔ بات کی تہہ تک پہنچنے کے عادی حضرات اس کتاب کی قدر کریں گے اور حق کی تلاش کرنے والے لوگ، کتاب موصوف کو ایک نعمتِ عظمیٰ یقین کریں گے۔

مؤلف نے اس کتاب میں انصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور تعصب وہٹ دھرمی سے بحمد اللہ پورے محفوظ رہے ہیں۔

حدیثُ الثقلین کے مطالعہ سے آپ پر واضح ہو گا کہ جس طرح ثبوتاً یہ کمزور ہے اسی طرح خلافت کے مسئلہ سے بھی اس حدیث کا تعلق نہیں۔ یہ کتاب اپنے خاص موضوع میں انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر خطیب اور مبلغ کے مطالعہ میں رہنے کے لائق ہے۔

○

مؤلف کی طرف سے،

ایک ضروری گزارش

زیرِ نظر رسالہ میں "روایتِ ثقلین" پر طویل بحث کی گئی ہے۔ ابتدا میں کچھ ضروری تمہیدات درج کی ہیں۔ حصہ اوّل کے آخر میں بعض اہم تنبیہات ذکر کی گئی ہیں۔ اسی طرح حصہ ثانی کے ابتدا میں بھی چند امور قابلِ توجہ ذکر کئے ہیں۔ بحث یقیناً علمی ہے اور اہلِ علم کی توجہ کے لائق ہے۔ تاہم عوام بھی ضرور اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے۔

ناظرینِ کرام کی خدمت میں باادب گزارش ہے کہ "رسالہ ہٰذا" کے کسی ایک آدھ حصہ کو ملاحظہ فرماکر، تمام رسالہ پر تبصرہ فرمانے یا نتیجہ قائم کرنے کی جلدی کوشش نہ کریں جب تک کہ تمام رسالہ پر ایک جامع نظر نہ فرمالیں۔ رسالہ کے مختلف مواقع میں متعلقہ بحث کی قابلِ دید چیزیں مذکور ہیں، جن سے کئی شبہات کا ازالہ مقصود ہے اظہارِ خیال کرنے میں جلدی اور تعجیل سے کام نہ لیں۔ علم و حکمت اور فہم و دانش کا یہی تقاضا ہے۔

بندہ اپنی کم علمی اور کم مائیگی کے پیشِ نظر معترف ہے کہ روایت ثقلین (کتابُ اللہ و سُنّتی)، کے تمام طُرق حسبِ منشاء فراہم نہیں کر سکا۔ تاہم اس کا معتد بہ ذخیرہ بحمد اللہ فراہم ہوگیا ہے جو رسالہ ہذا کے حصہ ثانی میں بالترتیب پیش کیا جا رہا ہے۔

الثقلین

الحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمدٍ وعلی اٰلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واھل بیتہٖ واتباعہٖ باحسانٍ الیٰ یوم الدین۔

جن لوگوں کو آنحضرت سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نفرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اولاد کے ساتھ دعویٰ محبت ہے وہ اِس محبت کے دعوٰی میں حد سے متجاوز ہو چکے ہیں۔ اُن کے ہاں جیسے قرآنِ مجید کتاب اللہ کی اطاعت اور تابعداری علی الاطلاق واجب ہے۔ اِسی طرح اہلِ بیتِ نبیؐ و عترتِ رسولؐ کی اطاعت بھی مطلقاً فرض اور لازم ہے۔ جیسے کتاب اللہ کے فرامین کو نہ ماننا انکارِ قرآن ہے۔ ان کے ہاں اسی طرح عترتِ رسولؐ کے قولی و عملی فرمودات کو تسلیم نہ کرنا خُدا اور رسُولؐ کا انکار ہے۔ حاصل یہ ہے کہ وجوبِ تمسک اور وجوبِ اطاعت کے اعتبار اور حجتِ شرعی ہونے کے لحاظ سے عترتِ رسُول میں اور کتاب اللہ میں اُن کے ہاں کوئی فرق نہیں۔

یہ مسئلہ اُن کے نزدیک مسلّمہ ہے۔ اِس پر خاص کسی کتاب سے حوالہ پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اگر مزید تسلی مقصود ہو تو تفسیر مجمع البیان ابو علی طبرسی ص۲۶۹ تحت آیت اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے اہلِ سُنّت والجماعت (جمہور علماء) کے نزدیک علی الاطلاق اطاعت صرف کتابُ اللہ وسنّتِ رسُول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لازم اور واجب ہے۔ مستقل اطاعت اللہ جل مجدہٗ اور اس کے رسولؐ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ضروری ہے۔ اِن ہر دو کے ماسوا جن جن لوگوں کی تابعداری لازم اور ضروری ہے، وہ کتاب و سنّت کے فرمان کے تحت ہے مستقل طور پر واجب نہیں۔ مسلمان حاکم کی اطاعت ہو یا والدین کی

تابعداری، اکابرِ اُمّت اور علمائے دین کی پیروی ہو یا بزرگانِ اہل بیت کی فرماں برداری یہ سب اطاعتیں کتاب وسنّت کی اطاعت کے تابع رہیں گی۔ اُن کی اطاعت معروف (اچھے) امر میں ہوگی۔ غیر معروف یا کتاب وسنّت کی مخالفت میں اُن کی اطاعت ہرگز جائز نہیں[1] چہ جائیکہ لازم ہو۔ فریقین میں قواعد وضوابط کے اعتبار سے یہ ایک اصولی فرق اور امتیاز ہمیشہ سے قائم ہے۔ پھر ہر ایک فریق نے اپنے اپنے مقرر کردہ اصول اور ضابطہ کو مدلّل کرنے کے لئے بے شمار تحریرات لکھی ہیں۔ بعونہٖ تعالیٰ ہم بھی ارادہ رکھتے ہیں کہ فریقین کے اِن ہر دو مجوّزہ اصول کو بمعہ استدلال سامنے لاکر واضح کریں کہ کون حق سے زیادہ قریب ہے؟

بنابریں ہم تحریر ہٰذا کے دو حصّے کرتے ہیں۔ حصّہ اوّل میں مدّعیانِ حبِ اہلبیت رض کے "مجوّزہ اصول" اور اُن کے استدلال پر متعلقہ کلام تفصیلاً پیش کیا جائے گا، انشاءاللہ تعالیٰ اور تحریر ہٰذا کے حصّہ ثانی میں جمہور اہل سنّۃ والجماعۃ کے قاعدہ کی تشریح وتوضیح اور اس کے دلائل کتاب وسنّت سے پیش خدمت کرنے کا قصد ہے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

[1] اِس مضمون کی تائید کے لئے قولِ خداوندی:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔

اور حدیثِ نبوی: اِنَّمَا الطَّاعَۃُ فِی الْمَعْرُوْفِ کافی ہے۔ منہ

حِصّہ اوّل

معلوم ہونا چاہیئے کہ دوستوں نے اپنے اس وضع کردہ اصول کہ اہل بیت وعترتِ نبی وجوبِ تمسک میں کتاب اللہ کی مثل ہیں۔ یعنی باعتبارِ حجیت ان میں کوئی فرق نہیں ہے، کے اثبات کے لئے جو دلائل فراہم کئے ہیں، ان میں روایتِ ثقلین جو فریقین کی کتابوں میں عام طور پر مروی ہے، کو اصل الاصول کے درجہ میں بنیاد واساس قرار دیا ہے۔ حقیقت میں تمام مسئلہ ہٰذا کی بنیاد ان کے نزدیک اسی روایت پر رکھی گئی ہے۔ دوسری کوئی آیت یا روایت اس مقصد کی خاطر اگر تلاش کرکے ملائی جاتی ہے توصرف بطور تائید مزید کے اس کو منطبق کیا جاتا ہے ورنہ اس روایتِ ثقلین کے ہوتے ہوئے ان کو مزید کسی استدلال کی احتیاج نہیں۔ اسی وجہ سے ان دوستوں نے روایتِ ثقلین کے لفظاً ومعناً متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعوائے تواتر ان کے بڑے مشاہیر علماء اور مصنفین[۱] نے مدت سے کر رکھا ہے اور اس روایتِ ثقلین کو متواتر ثابت کرنے کے لئے بڑی بڑی ضخیم جلدیں مرتب کی گئی ہیں۔

---

[۱] اُن کے متاخرین علماء ومجتہدین میں مثلاً میر حامد حسین صاحب مجتہد لکھنوی نے تحفۂ اثناعشریہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے "باب امامت" کی تردید میں جو کتاب طبقات الانوار متعدد جلدوں میں لکھی ہے۔ اس کی مستقل دو ضخیم جلدیں صرف روایتِ ثقلین پر مرتب کی ہیں۔ اس میں اپنے خیال کے مطابق انہوں نے اس روایت کو لفظی ومعنوی متواتر ثابت کرنے کے لئے آخری کلام کردیا ہے اور اپنے اس گمان کے اثبات میں انہوں نے اپنی تمام تر قوت صرف کردی ہے۔ منہ

زمانۂ حال کے شیعی[1] علماء نے بھی اپنے سابق مجتہدین کے موافق بحثِ ثقلین کو جزِ اعظم سمجھتے ہوئے بڑے بلند بانگ دعووں کے ساتھ اس روایت کو بزعم خود متواتر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور روایتِ ہٰذا کو اسلام کی چکی کا محور قرار دیا ہے ہم ناظرینِ باتمکین کی خدمت میں بطور نمونہ اس دور کے شیعی فاضل کی بزعمِ خود مایۂ ناز تصنیف کا صرف ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو اس مقصد کے لئے کافی ہے:

قَالَ انی تارک فیکم الثقلین الحدیث وھو (حدیث الثقلین) حدیثٌ متواترٌ تلقتہُ الامۃ بالقبول ولو انکرہ الجھول۔ آگے فرماتے ہیں وھو (حدیث الثقلین، الذی ھو مدار المھام و بحث یدور علیہ رحیٰ الاسلام۔

مَیں تم لوگوں میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن کی پیروی تم پر واجب ہے۔ قرآن و اہلبیت، (آخر حدیث تک) اور یہ حدیث متواتر ہے جس کو امت نے قبول کر لیا ہے۔ اگرچہ کوئی جاہل انکار بھی کر دے۔ پس اب ہم حدیثِ ثقلین کا ذکر کرتے ہیں جس پر

---

[1] ہر زمانہ میں شیعی علماء نے روایتِ ثقلین پر بہت کچھ لکھا ہے۔ نت نئے رسالہ جات اس پر تدوین ہوتے رہتے ہیں۔ چند سال ہوئے ان کے ایک شیعی عالم محمد قوام الدین الوشنوی القمی نے ۱۳۷۰ھ میں ایک رسالہ روایتِ ثقلین پر اہل سنت والجماعت علماء کے حوالہ جات یکجا کرکے مرتب کیا ہے۔ اس کو پھر دار التقریب المصریہ سے ۱۳۷۴ھ میں شایع کرایا گیا۔ پھر اسی رسالہ کو ضلع سرگودھا (بھیرہ) کے شیعہ مولوی محب حسین صاحب کاظمی نے اردو ترجمہ کرکے یہاں شایع کیا۔ اس رسالہ کا نام "ارشاد رسول الثقلین المعروف بحدیث الثقلین" ہے۔ اس میں علماء کے دور مقرر کرکے (ناقلین ہوں یا مخرجین) دکھلایا گیا ہے کہ کن کن علماء نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تحریرِ ہٰذا کے وقت یہ رسالہ بھی پیشِ نظر ہے۔ مجوزہ تفصیلات پیش ہونے کے بعد ہمچوں قسم رسائل کے فرداً فرداً جوابات کی حاجت نہ رہے گی۔ منہ

کل مدار مقصود ہے۔ اس حیثیت سے گویا اسلام کی چکی اسی پر پھرتی ہے"۔ [۱]

مولوی امیر الدین صاحب جو مصنف کتاب ہٰذا کے شاگردِ رشید ہیں، انہوں نے کتاب فلک النجاۃ کا اُردو ترجمہ بھی کیا ہے اور حواشی بھی ترجمہ کے ساتھ ساتھ مرتب کیے ہیں۔ اسی کتاب کی بحثِ نصوص خلافتِ علیؓ میں اس روایتِ ثقلین کو ذکر کر کے حواشی میں یہ بات دوسرے طریقہ سے دہرائی ہے۔ اہل سنت پر طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

اور محبین ثلاثہ نے اگرچہ ثلاثہ کی شان میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر احادیث وضع کر کے اپنے سلاطینِ زمانہ کو خوش کیا ہے مگر پھر بھی حدیثِ ثقلین و حدیثِ ولایت من کنت مولاہ (الخ) وغیرہ احادیثِ صحیحہ متواترہ مسلمہ واردہ بحقِ اہلبیت علیہم السلام کے برابر کوئی حدیث نہیں بنا سکے"۔ [۲]

اُن حوالہ جات کا حاصل یہ ہے:-

۱۔ کہ روایت ہٰذا (حدیث الثقلین۔ کتاب اللہ عترتی اہل بیتی)، اُن کے زعم میں متواتر ہے۔

۲۔ مدارِ مقصود یہی روایت ہے یعنی حجیت و تمسک کے باب میں اُن کے ہاں اصل چیز یہی روایت ہے۔

---

[۱] کتاب فلک النجات صہ۲۶ طبع اوّل مترجم۔ بابُ الاوّل فی معیار اہل الحق۔ از مولوی علی محمد صاحب شیعی اُستاذ و مترجم کتاب ہٰذا مولوی امیر دین صاحب (شاگرد مصنف مذکور) سکنہ چک جلال الدین علاقہ چیلہ رجانہ۔ ضلع جھنگ پنجاب۔
کتاب فلک النجات عربی میں مولوی علی محمد نے لکھی تھی پھر اس کے شاگرد مولوی حکیم امیر دین نے اس کا ترجمہ اور حواشی مرتب کیے۔ منہ

[۲] حواشی فلک النجات صہ۴۹۶ جلد اوّل۔ نصوص خلافت علیؓ تحت حدیث الثقلین۔

۳- اسلام کی چکی کے لئے یہ روایت محور کی حیثیت رکھتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اساس اسلام اور بنیادِ دین کا درجہ ان کے نزدیک اسی روایت کو حاصل ہے۔
اب اصل مبحث میں شروع ہونے سے قبل چند تمہیدات یہاں قابلِ ذکر ہیں، انہیں پیشِ نظر رکھئے۔

تمہیدِ اوّل

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ صاحب فلکُ النجات نے روایتِ ثقلین کو صرف لفظاً متواتر کہنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ آنے والے تمام مسائل متنازعہ فیہ سے پہلے اسی بحثِ ثقلین کو مکمل کرنے کے لئے پُورا زور صَرف کیا ہے۔ ہماری اہلسنت والجماعۃ کی کتابوں سے بے شمار رطب ویابس حوالہ جات جمع کئے ہیں۔
لیکن اپنی جستجو اور تلاشِ کتب کے اعتبار سے ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ بحث ثقلین کے سلسلہ میں جتنا کچھ مواد حوالہ جات کی شکل میں استاد وشاگرد دونوں نے اس کتاب میں جمع کیا ہے۔ اس کا بیشتر حصہ میر حامد حسین صاحب لکھنوی، شیعی مصنف طبقات الانوار کا اندوختہ ہے۔ یہ اُن کا اپنا علم نہیں۔
میر صاحب مذکور نے اپنے زعم میں اِن روایات ثقلین و ولایت وغیرہما، کو، اہلسنّت کی کتابوں سے متواتر ثابت کرنے کے لئے بڑی محنتِ شاقہ کی ہے۔

دوم

چونکہ ہمارے مدِ مقابل دوستوں نے حقیقت سے متجاوز ہو کر فریقین کے ہاں روایت ہٰذا کو متواتر ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے اور اہل السنّۃ والجماعۃ پر اس روایت کے انکار کرنے اور اسے معمول بہ نہ ٹھہرانے کا الزام قائم کیا ہے۔ اس بنا پر ہم چاہتے ہیں کہ زیرِ تالیف رسالہ میں روایتِ ثقلین کے اصل مقام کو جو اہل السنّۃ کے قواعد کی رُو سے متعیّن ہو سکتا ہے واضح کریں۔ روایت ہٰذا جس درجہ میں قابلِ قبول ہو سکتی ہے

اس کو پیش کیا جائے۔ اس کے جتنے طرقِ اسانید ہم کو میسر آسکتے ہیں ان کی تحقیق و جستجو کی جائے کہ ان میں کون کون اسانید صحیحہ ہیں اور کون غیر صحیحہ؟ پھر جو اسانید صحیحہ[1] کے ذریعہ روایتِ ہٰذا کا صحیح متن ثابت ہو اس کا مفہوم متعین کیا جائے۔

اس بحث و تمحیص سے ناظرین پر واضح ہو سکے گا کہ مدعیانِ حُبِّ اہلِ بیتؓ کا دعوائے تواتر کہاں تک درست ہے؟ اور روایتِ ہٰذا کے انکار کا الزام و اعتراض جو ہم پر قائم کیا جاتا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے؟ معاملہ برعکس تو نہیں؟ نیز ان تفصیلات کے بعد یہ بھی عیاں ہو جائے گا کہ یہ روایت دوستوں کے مدعیٰ وجوب التمسک بالعترۃ کے لئے مثبت بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا اُن کی جانب سے ادعا ہی ادعا ہے اور تقریبِ تام نہیں۔

سوم

روایتِ ثقلین کے جس قدر اسانید ہم کو اپنی کتب سے میسر آسکے ہیں اخواہ وہ ہماری جستجو کے ذریعہ حاصل ہوئے ہوں یا اُن دوستوں کی نشان دہی کے طریقہ سے مل سکے ہوں) حتی الوسع ان سب کو فراہم کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے "فلک النجاۃ" میں چونکہ "عبقات الانوار" کی ہی نقل در نقل ہے اس سے کوئی سندِ مستقل ہم کو نہیں مل سکی۔ البتہ "عبقات الانوار" سے متعدد اسانیدِ روایت ہٰذا ہم کو حاصل ہو گئے ہیں اور کچھ مواد "ینابیع المودۃ" سے میسر ہوا ہے۔

---

[1] رسالہ ہٰذا ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو سکے گا کہ کس کس روایت کے اسناد کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ مثلاً مسند احمدؒ کی روایتِ ہشتم اور مسند دارمیؒ کی روایت و صحیح مسلم کی روایت وغیرہ وغیرہ کی صحت اسناد کو درست کہا ہے اور صرف ان کے متنوں کے مطالب سے بحث کی گئی ہے۔ بنا بریں مؤلفِ رسالہ ہٰذا کے حق میں یہ کہنا غلط ہو گا کہ اس نے "روایتِ ثقلین" کے تمام اسانید پر جرح کر کے انہیں رد کر دیا ہے۔ (مصنف)

اور اپنی کتب میں سے جو باسند روایت لانے والے مصنفین ہیں، اُن سے روایت ہذا جمع کی گئی ہے۔ جو مصنفین باسند روایت نہیں لایا کرتے بلکہ روایت لانے میں خود نقل سے کام لیتے ہیں، یعنی اصحابِ تخریج نہیں بلکہ ناقل ہیں۔ اُن لوگوں سے اس روایت کو نہیں نقل کیا گیا اور نہ ہی اس نقل در نقل کا کوئی ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے، اگرچہ ہمارے اِن "مہربانوں" نے حوالہ جات کی کثرت پیدا کرنے کے لئے روایتِ ہذا کے مبحث میں جب بھی کوئی تالیف مرتب کی ہے تو یہ کوئی تمیز نہیں رکھی کہ کس قسم کے مصنف سے اس روایت کو نقل کیا جائے۔ آیا وہ خود صاحبِ سند ہے یا ناقل ہے۔ حالانکہ نقل در نقل کرنے والے مؤلفین سے حوالہ نقل کرنے میں حوالہ جات کی کثرت تو پیدا کی جا سکتی ہے۔ لیکن "کثرتِ اسانید" جو اصل مطلوب ہے وہ ہرگز نہیں ہوتی۔

اس بنا پر صاحبِ اسناد علماء اور باسند مصنفین سے ہی حوالہ جات جمع کئے گئے ہیں اور علماء ناقلین کے حوالہ جات کی جانب رُوئے سخن مبذول نہیں کیا گیا اور نہ ہی اصولاً اُن کے جوابات کی کوئی حاجت تھی اور اسی طرح وہ حوالہ جات بھی قابلِ جواب نہیں قرار دئے جا سکتے جن میں روایت ہذا کی نسبت کسی باسند محدثِ مشہور کی طرف رَوَاہُ فُلَانٌ یا اَخْرَجَہٗ فُلَانٌ کہہ کر کی گئی ہے مگر اس کی سند تمام یا ناتمام بالکل پیش نہیں کی گئی اور نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اُس محدث نے اپنی فلاں تصنیف میں روایتِ ہذا کو درج کیا ہے۔ اِس قسم کے گمنام انتسابات اور بے سند حوالہ جات قواعدِ بحث کے لحاظ سے التفات کے لائق اور قابلِ جواب نہیں تھے۔ بالخصوص جب کہ ایسے مجہول انتساب کے دعویدار تقیہ کو بہترین عبادت سمجھتے ہوں تو پھر ایسے بے سروپا انتسابات اور حوالہ جات اور بھی لائقِ ترک ہو جاتے ہیں۔

چہارم

معلوم ہونا چاہئے کہ روایتِ ثقلین کے حوالہ جات تا حال جس قدر ہم کو فراہم ہو سکے وہ تقریباً چھیاسٹھ ۶۶ عدد ہیں اور اڑتیس ۳۸ عدد کتب سے اُن کو جمع کیا گیا ہے۔

اُن میں اکثر حوالہ جات ایسے ہیں جن کی سَند باوجود تلاش کے کہیں سے میسّر نہیں ہو سکی اور بعض کی نامکمل سَند ملی ہے۔ اِن سب حوالہ جات کو ایک ترتیب سے سامنے رکھا گیا ہے۔

پنجم

صاحبِ "عبقات الانوار" کے طریقہ کے موافق، ہر ایک حوالہ کو لے کر بحث کرنے کے لئے ہم بھی سَن وار ترتیب قائم کرتے ہیں جو محدث متقدم ہے اس کی روایت پر پہلے بحث ہوگی پھر جو اس کے بعد کا مصنف ہوگا اس کا متعلقہ کلام بعد میں ذکر ہوگا۔ اسی ترتیب سِن ہجری کے مطابق بحث ہٰذا کو مکمل کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ششم

نیز یہ بھی واضح رہے کہ اس روایت کے بعض باسند حوالہ جات ایسے بھی ہم نے یہاں جمع کر دیئے ہیں جو نہ تو صاحبِ "فلک النجات" نے ذکر کئے ہیں اور نہ صاحبِ عبقات کی اُن تک رسائی ہوئی تھی۔ چونکہ ہمارے سامنے دیانۃً اس بحث کی تکمیل مقصود تھی۔ اس لئے ان حوالہ جات کو خورد بُرد کرنے کی بجائے ہم نے انہیں بالفاظہا، مع اسانید پیش کر دیا ہے۔ اگر یہ قواعد کے اعتبار سے قابلِ قبول ہو سکتے ہیں تو اُن کو اخذ کیا جائے ورنہ انہیں بھی ترک کر دینا چاہیئے۔ مثال کے طور پر "مشکل الآثار" للامام الطحاوی اور "تاریخ بغداد" لخطیب بغدادی وغیرہما سے ہم نے روایتِ ہٰذا کو مع سند نقل کر کے پیش کیا ہے۔ حالانکہ اِن حوالہ جات کو اُن کے مجتہدین وعلماء مذکورین نے اپنے مواقع میں پیش نہیں کیا۔

ہفتم

صاحبِ "فلک النجاۃ" و دیگر زمانۂ حال کے مجتہدین کتاب "ینابیع المودۃ" سے مختلف مسائل پر حوالہ جات پیش کیا کرتے ہیں اور خاص اس روایتِ ثقلین پر بھی صاحب

"ینابیع المودۃ" نے اپنے خیال میں بہت کچھ مواد مہیا کیا ہے۔ اس ضرورت کے تحت ہم نے روایتِ ثقلین کی بحث کے آخر میں مرویات "ینابیع المودۃ" کے لئے ایک الگ عنوان قایم کر دیا ہے۔ اس مقام میں صاحبِ کتاب ہذا کے معتقدات اور کتاب کی مرویات کی حیثیت عمدہ طریقہ سے واضح کر دی گئی ہے جو منصف مزاج و حق پسند طبایع کے لئے نہایت مفید ہوگی۔

ہشتم

روایتِ ہذا کی بحث کے سلسلہ میں چند ایک قواعد جو اہل السنۃ کے ہاں اصول روایت کی کتابوں میں مندرج ہیں ذہن نشین رہنے چاہئیں۔ علماء اہل السنت تحقیق روایت کے باب میں ان پر عمل در آمد کیا کرتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بحث مروجہ قوانین کے خلاف نہ ہوگی۔ اولاً ان تحقیقات کے دوران راویوں پر جہاں نقد و جرح کی گئی ہے۔ وہاں قاعدہ الجرح مقدم علی التعدیل کے پیشِ نظر کلام کیا ہے۔ اب اگر رجال کی کتابوں میں اُس راوی کی توثیق بھی منقول ہو تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ البتہ اِس قاعدہ کے ساتھ علماء نے قیود ذکر کر دیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ جرح مبہم نہ ہو، بلکہ تعینِ صفت کے ساتھ اس کی وجہِ جرح بھی ذکر کر دی جائے۔ دوسری یہ ہے کہ واقف و عارفِ فن سے یہ جرح منقول ہو، وغیرہ وغیرہ۔

ثانیاً اس قاعدہ کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ اہلِ بدعت کی روایت اس وقت مقبول ہوتی ہے جبکہ اس بدعتی کی بدعت کو اس روایت سے تقویت و تائید حاصل نہ ہوتی ہو۔ اگر اس روایت سے راوی کے مسلک کو حمایت و تقویت ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت قبول نہ ہوگی۔ چنانچہ اصولِ حدیث کی کتابوں میں درج ہے کہ:

"قیل یقبل من لم یکن داعیۃ الی بدعتہ لان تزیین بدعتہ قد یحملہ علی تحریف الروایات وتسویتھا علی ما یقتضیہ مذھبہ"

نہم

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جو حوالہ جات شیعہ کی کتابوں میں سے اخذ کئے گئے ہیں یہ صرف تکمیل الزام کی خاطر نقل کئے گئے ہیں۔ راوی کے متعلق جرح وقدح اور تضعیف وتنقید پہلے سُنّی رجال کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے۔ پھر کہیں جگہ شیعہ رجال سے بھی اس شخص کے متعلقہ حالات پیش کر دئے ہیں۔

دہم

ان تمہیدات کے بعد ہم اب اصل مقصد میں شروع ہوتے ہیں۔ روایتِ ہٰذا کے میسّر آمدہ اسانید میں سے ایک ایک سند کو لے کر، اس کی بحث مکمل کی جائے گی۔ پہلے اس روایت کا متن مع اسناد درج ہوگا۔ پھر اس کا ترجمہ تحریر کیا جائے گا۔ اس کے بعد روایت متن کی بحث (صحت وسقم کے لحاظ سے) درج ہوگی۔ پھر بقایا تفصیلات حسب ضرورت پیش کی جائیں گی۔ عربی عبارت کے متعلق یہ کوشش کی گئی ہے کہ عوام کے فائدے کے لئے ساتھ ساتھ تراجم درج ہوں۔ متنِ روایت کا ترجمہ چند بار ذکر کرنے کے بعد اس وجہ سے ترک کر دیا کہ عموماً تمام روایات کے متون کا ترجمہ قریباً قریباً ایک ہی تھا۔ بار بار اعادہ کرنے کو غیر ضروری سمجھا گیا اور بعض مقامات میں بحث کے اواخر میں مضمون کو مکمل کرنے کے لئے "تنبیہات" لگا دی گئی ہیں جو تکمیلِ مقصد کا کام دیں گی۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اسناد صحیفہ امام علی رضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

متوفی ۲۰۳ھ

عن الحافظ ابن عساکر عن زاهر السخانی عن (الحافظ البیهقی) عن ابی القاسم المفسر عن ابراهیم بن جعدة عن ابی القاسم عبد الله بن احمد بن عامر الطائی بالبصرۃ

قال حدّثنی ابی، سنة مائتین وستّین ۲۶۰ھ - قال حدّثنی علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سنة مأة واربع وتسعین ۱۹۴ھ - قال حدّثنی ابی موسیٰ بن جعفر، قال حدّثنی ابی جعفر بن محمد، قال حدّثنی ابی محمد بن علی، قال حدّثنی ابی علی بن الحسین، قال حدّثنی ابی الحسین بن علی، قال حدّثنی علیّ بن ابی طالب سلام اللہ علیہم اجمعین اٰمین الیٰ یوم الدّین، قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کانّی قد دُعیت فاجبت وانّی تارکٌ فیکم الثّقلین احدھما اکبر من الاٰخر، کتاب اللہ عزّ وجلّ ممدودٌ من السّماء الی الارض وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔[1]

روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اپنی طرف دعوت دی گئی ہے اور میں نے قبول کر لی ہے اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں - ایک اُن میں سے دوسری چیز سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب جس کی مثال اس طرح ہے، جیسے آسمان کی جانب سے زمین کی طرف رسّی دراز کی گئی ہو اور میری عترت اہلِ بیت - دیکھنا! تم اُن کے حق میں کس طرح میری جانشینی کرتے ہو یعنی اُن سے کیسے معاملہ کرتے ہو۔"

ناظرینِ باتمکین کی خدمت میں گزارش ہے کہ روایتِ ثقلین کے اسانید جمع کرنے کے سلسلہ میں جو مطالعہ جاری تھا اس میں، مَیں نے کوشش کی ہے کہ جس کتاب میں بھی یہ روایت، باسند مل گئی ہے اور وُہ کتاب اہلسنّت کی طرف منسوب کی جاتی ہے اُس کو میں نے نقل کر لیا ہے تاکہ قواعد وضوابط کے ذریعہ اس کے صحت اور سقم کو معلوم کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں صحیفہ علی رضا رضی اللہ عنہ میں بھی یہ روایت ملی ہے اور اسے میں نے بلفظہٖ مع سند پیش کر دیا ہے۔

یہ چیز بھی واضح رہے کہ اس "صحیفہ علی رضا" میں جتنی روایات درج ہیں، اُن سب کی ایک سند ہے جو ابتدائے صحیفہ ہٰذا میں درج ہے - اسی سند پر صحیفہ کی صحت

---

[1] صحیفہ علی رضاؒ بن موسیٰ کاظم ص۱۲۰، مطبوعہ مطبع المعاہد بجوار الازہر مصر، طبع ثانی ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء مع مسند امام زیدؒ

کا مدار ہے - اب ہم ذیل میں اکابر علماء رجال ومحدثین کی آراء جو اس صحیفہ منسوب بعلی رضا کے حق میں ہم کو میسر ہوئی ہیں، بعینہٖ پیش کرتے ہیں - اس کے بعد اس روایت کے قبول یا عدم قبول کا مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہو جائے گا۔

۱- میزان الاعتدال للذہبی جلد دوئم صہ ۲۲ میں اس صحیفہ کے راوی کی نسبت لکھا ہے کہ

عبد الله بن احمد بن عامر عن ابیه عن علی الرضاء عن ابائه بتلك النسخة الموضوعة الباطلة ما ینفك عن وضعه او وضع ابیه - قال الحسن بن علی الزهری کان اُمیًّا لم یکن بالمرضی - الخ

۲- اسی طرح لسان المیزان جلد سوم شمارہ ۱۰۹۷ و صہ ۲۵۲ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بعینہٖ مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے - ہر دو حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن احمد نے ایک نسخہ روایت جعلی اور وضعی امام علی رضا اور اُن کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کر رکھا ہے - یا تو خود اس نے اس صحیفہ کو وضع کیا ہے، یا اس کے باپ نے یہ خدمت انجام دی ہے اور حسن بن علی زہری نے کہا ہے کہ یہ شخص امی تھا اور پسندیدہ آدمی نہیں تھا - نیز یاد رہے کہ یہ عبداللہ بن احمد مشہور امام احمد بن حنبلؒ کا بیٹا نہیں ہے - کوئی دوسرا شخص ہے - خیال رہے کہیں غلط نہ ہو جائے -

۳- حضرت امام ملا علی قاریؒ نے بھی اپنی کتاب "المصنوع فی احادیث الموضوع" مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، صہ ۳۶ میں اس مردی نسخہ کے متعلق تصریح فرما دی ہے کہ:

"وعبدُ الله بن احمد عن ابیه عن علی الرضاء عن ابائه یروی نسخةً باطلةً موضوعةً ما ینفك عن وضعه او عن وضع ابیه -"

۴- علامہ شوکانیؒ بھی اپنی کتاب "فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ" مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، صہ ۱۵۶ پر بالوضاحت لکھتے ہیں:

"ومنها نسخة من روایة عبد الله بن احمد عن ابیه عن علی الرضاء عن ابائه کلها موضوعة باطلة -"

حاصل یہ ہے کہ، عبداللہ بن احمد نے امام علی رضا کے باپ دادا کے نام منسوب کر کے

ایک جعلی اور وضعی نسخہ لوگوں میں پھیلایا ہوا ہے۔ اِن بڑے بڑے علماء کی تصریحات اور بیانات، بتلا رہے ہیں کہ یہ صحیفہ علی رضا کے نام سے جو نسخہ لوگوں میں مشہور ہے وہ عبداللہ بن احمد بن عامر الطائی یا اس کے والد کی کرم فرمائیوں میں سے ہے۔ سند میں نہایت معتمد اور معتبر ہستیوں کے نام اس لئے تجویز کئے گئے ہیں کہ لوگ بلاچون وچرا اس سندِ مُبارک کو دیکھ کر صحیفۂ مجوزہ تسلیم کرلیں گے۔ اِس تفصیل سے اِس صحیفہ کی تمام روایات کا درجۂ اعتماد واضح ہوگیا۔ روایتِ ثقلین بھی اِس صحیفہ میں موجود ہے اور اسی زمرہ میں شمار ہوگی۔ واللہ اعلم۔

عَلَی سَبِیْلِ التَّنَزُّل اگر تسلیم کرلیا جائے کہ مندرجہ بالا روایت معتبر ہے تو بھی یہ ہمیں مضر نہیں۔ اوّلاً اس لئے کہ اس کا مفہوم اپنی جگہ بالکل صاف ہے کہ :

قرآنِ مجید کے لئے ایک رسّی کی مثال دے کر سمجھایا گیا ہے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور اس کے ساتھ تمسک کیا جائے اور عترتِ نبی یعنی اولاد شریف اور اہلبیت رض ان کے ساتھ حسن کا معاملہ کرنا چاہیئے اور اُن کی توقیر وتعظیم کا خیال رکھا جائے۔ اُن کے ساتھ محبت سے پیش آنا، اُن کے حقوق کی رعایت کرنا، گویا اس وصیت کی رُوح ہے اِس مفہوم ومضمون کے ساتھ اہل سُنّت کو پورا اتفاق ہے۔ کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔

ثانیاً اِس روایت مندرجہ بالا میں ایسے الفاظ مفقود ہیں جن سے وجوب تمسک ثابت ہو اور اہلِ بیت کی اطاعت لازم قرار دی گئی ہو کہ اگر اُن کے ساتھ تمسک نہ کیا گیا تو ضلالت اور گمراہی لازم آئے گی۔

پس یہ روایت اگر صحیح بھی ہے تو بھی اہل السنّت کو مضر نہیں ہے اور دوستوں کو، اُن کے دعوے کے اثبات کے لئے مفید نہیں ہے۔

اسناد از طبقات ابنِ سعد

(ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی۔ المتوفی ۲۳۵ھ ہجری)

اَخْبَرَنَا ہاشِمُ بْنُ القَاسِمِ الکِنَانِی حَدَّثَنَا محمّدُ بْنُ طلحۃَ عَنِ الاعمشِ عَنْ عطیۃَ عَنْ اَبِی

سعیدن الخدریؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشک ان ادعٰی فاجیب وانی تارک فیکما الثقلین کتاب اللہ وعترتی، کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظرونی کیف تخلفونی فیھما۔ [1]

حاصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب مجھے اللہ کی طرف سے دعوتِ اجل پہنچے گی، میں قبول کرلوں گا اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں اللہ کی کتاب اور عترت۔ کتاب اللہ گویا ایک رسّی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف دراز کی گئی ہے اور عترت میری اہلبیت ہے اور لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ دونوں میرے ہاں حوض پر وارد ہوں گے، میرے بعد ان کے حق میں کس طرح معاملہ کرو گے؟

مذکورہ اسناد میں ایک شخص عطیہ ہے جو سخت مجروح ہے۔

ذیل میں اس کی پوری تشریح درج کی جاتی ہے :۔

رجال کی کتابوں میں سے اس عطیہ عوفی کے کوائف درج کئے جاتے ہیں۔ پہلے اہلسنت کی کتبِ رجال میں سے اس کا حال درج کیا جائے گا۔ اس کے بعد الزام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے شیعہ رجال میں سے بھی اس کی حالت نقل کی جائے گی۔ ہم نے آئندہ بھی بہت سے مقامات میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے کہ سُنّی رجال کی کتابوں میں سے اس راوی کے حالات ذکر کرنے کے بعد شیعہ رجال سے بھی اس کے کوائف پیش کر دیئے ہیں۔ اس طریقہ سے دوستوں پر الزام پوری طرح عائد ہو سکے گا۔

عطیہ عوفی سُنّی کتبِ رجال میں

۱۔ عطیۃ بن سعد بن العوفی الجدلی الکوفی ابو الحسن ...... یخطی کثیرًا کان شیعیًا مدلسًا

---

[1] طبقات ابن سعد ص۲، جلد۲، ق ۲۔ باب ذکر ما قرب لرسول اللہ صلعم من اجلہ، طبع لیدن یورپ

یعنی یہ شخص روایت میں کثیر الخطاء تھا شیعی مسلک کا تھا جس سے روایت لیتا تھا، اُس کا نام نہیں ذکر کرتا تھا [۱]

۲ ...... عطیۃ العوفی ضعیف وموضع لا یحل کتب حدیثہ الا علی جھۃ التعجب یُدلّس فی الکلبی بابی سعید فیظن الخدری۔

یعنی یہ آدمی ضعیف ہے اور اس درجہ کا ضعیف ہے کہ اس کی حدیث لکھنی ناجائز ہے مگر تعجب کے طور پر نقل کی جائے اور یہ تدلیس کیا کرتا تھا اس طرح کہ درحقیقت محمد بن السائب الکلبی سے ابوسعید کی کنیت کے ساتھ روایت کرتا اور لوگ یہ سمجھتے کہ ابوسعید خدری صحابی رض سے روایت نقل کر رہا ہے۔ [۲]

۳ ...... "مسلم بن الحجاج ذکر عطیۃ العوفی فقال ھو ضعیف الحدیث ثم قال بلغنی ان عطیۃ کان یأتی الکلبی ویسأله عن التفسیر وکان یکنیه بابی سعید فیقول قال ابو سعید وکان ھشیم یضعف حدیث عطیۃ ...... قال الجوزجانی مائل، و قال النسائی ضعیف ...... وکان یعدہ ابن عدی مع شیعۃ اھل الکوفۃ قال ابن حبان وکناہ اباسعید فیحدث عنه فاذا قیل له من حدثک بھذا؟ فیقول حدثنی ابو سعید فیتوھمون انه یرید اباسعید الخدری وانما اراد الکلبی لا یحل کتب حدیثه الا علی جھۃ التعجب قال ابو بکر البزار کان یعدہ فی التشیع ...... وقال الساجی لیس بحجۃ وکان یقدم علیاً علی الکل"

مطلب یہ ہے کہ عطیہ عوفی کے متعلق مسلم بن الحجاج کہتے ہیں کہ یہ شخص حدیث کے باب میں ضعیف ہے۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عطیہ عوفی محمد بن السائب کلبی کے پاس آیا کرتا تھا اور اس سے متعلقات تفسیر قرآنی دریافت کرتا اور کلبی کی کنیت اس نے اپنی طرف سے تجویز کر رکھی تھی اور کہتا کہ ابوسعید یوں کہتا ہے، اور ہشیم عطیہ کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ شخص شیعہ

---

[۱] تقریب التہذیب ص ۲۶۳ طبع لکھنؤ۔ [۲] قانون الموضوعات والضعفاء للطاہر الفتنی الہندی ص ۲۷۶ طبع مصر

کی طرف رغبت رکھتا تھا اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ ابنِ عدی اس کو کوفہ کے شیعوں میں شمار کرتے ہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ عطیہ سے کوئی دریافت کرتا کہ آپ سے کس نے یہ حدیث بیان کی؟ تو وہ کہہ دیتا مجھ سے ابوسعید نے بیان کی ہے۔ لوگ گمان کرتے کہ یہ اس نے ابوسعید خدری صحابیؓ سے روایت کی ہے حالانکہ وہ، ابوسعید کہہ کر، کلبی مراد لیتا۔ اُس کی حدیث نقل کرنا ناجائز ہے مگر از راہِ تعجب نقل کی جائے۔ ابوبکر بزار اس کو شیعوں میں شمار کرتے ہیں اور ساجی نے کہا ہے کہ یہ شخص حجت نہیں ہے اور علیؓ کو تمام صحابہؓ پر مقدم جانتا تھا۔ ؂۱

۴۔ عطیۃ بن سعد العوفی الکوفی تابعیٌ شہیرٌ ضعیفٌ ..... قالَ سالم المرادیُّ کانَ عطیۃ یتشیّعُ ...... کانَ یکنیہ بابی سعیدٍ فیقولُ قالَ ابوسعیدٍ قلتُ یعنی یوھمُ انّہُ الخدریُّ رضؓ قالَ النسائیُّ وجماعۃٌ ضعیفٌ۔

حاصل یہ ہے کہ عطیہ عوفی کوفی تابعی مشہور ہے۔ ضعیف ہے۔ سالم مرادی کہتے ہیں کہ عطیہ "شیعہ" مسلک رکھتا ہے۔ ابوسعید خدری صحابیؓ کی طرف وہم ڈالنے کے لئے اُس نے اپنے شیخ کلبی کی یہ کنیت قائم کر رکھی تھی۔ نسائی اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ؂۲

مندرجہ بالا توضیحات کے بعد عطیہ عوفی صاحب کس درجہ کے بزرگ ہیں؟ محتاجِ تشریح نہیں۔ اُن کی تدلیس کی کہانی اپنے ہم مسلک شیخ محمد بن السائب کلبی کے ذریعے جو چلتی رہی وہ عریاں ہو چکی ہے۔ ایسے شخص کی روایت کسی قیمت پر بھی قبول کے لائق نہیں ہے۔ عوفی مذکور کے تذکرہ کے ضمن میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہو گا کہ اس کا شیخ محمد بن السائب الکلبی مشہور کذاب ہے اور سبائی کمیٹی کا صرف ممبر ہی نہیں بلکہ اس گروپ

؂۱ تہذیب التہذیب ص ۲۲۵/۲۲۶ طبع دکن جلد ہفتم۔ کتاب المجروحین جلد ثانی ص ۱۶۶ جلد ۲۔ تحت عطیہ لابن حبان ؂۲ میزان الاعتدال ذہبی ص ۲۰۱ جلد دوم طبع مصر۔

کالیڈر رہے [1] اور کلبی کی پوزیشن دوستوں کے ہاں جو کچھ ہے، اُس کے لئے کتاب مُلخّصُ المقال فی تحقیقِ احوال الرّجال، القِسمُ السّادسُ فِی المجاھیل، بابُ الحیم کا مطالعہ تسکینِ خاطر کے لئے کافی شافی ہے۔

اِن اُستاد اور شاگرد کلبی و عوفی ہر دو کی کرم فرمائیوں میں سے یہ روایتِ ثقلین بھی ہے جس کو ہمارے بعض علماء نے یُونہی اعتماداً اپنی تصنیفات میں ذکر کر دیا ہے اور اسے محض ایک فضائل کا عنوان سمجھ کر اس کے اسناد کی طرف توجہ نہیں کی۔ اب ہم دوستوں کے لئے اُن کی اپنی کتبِ رجال سے اس کی تائید نقل کرتے ہیں تاکہ اُن پر الزام مکمل ہو سکے۔

عِطیہ عوفی شیعہ کُتبِ رجال میں

۱۔ ..... عَطِیّۃُ العَوفِیُّ مِنْ اَصْحابِ باقِرٍ علیہ السّلام۔

- رجال مامقانی "عطیۃ الکُوفِیُّ العَوفِیُّ مِنْ اصحابِ باقرٍ علیہِ السّلام [2]

یعنی عطیہ عوفی کُوفی کا امام محمد باقرؑ کے احباب و اصحاب میں شمار ہے اور محمد مرزا استرآبادی نے اس کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عطیہ عوفی فریقین کے ہاں مسلّم و پختہ شیعہ ہیں فلہٰذا اُن کی روایتِ متنازع فیہ مسائل میں قابلِ اعتبار اور حجت نہ ہوگی۔

۲۔ اسنادِ مُصنّف ابی بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

"حدّثنا عمر بن سعدٍ ابو داؤد الحفریُّ عَنْ شریکٍ عَنِ الرُّکَینِ عَنِ القاسِمِ بنِ حسّانَ عَنْ زیدِ بنِ ثابتٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ قالَ قالَ رَسُولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم اِنّی تارِکٌ فیکمُ الخَلیفَتَینِ مِنْ بعدی کتابَ اللہِ وعِترتی اھلَ بَیتی وَاِنّھُما لَنْ یَتفرّقا حتّی یَرِدا عَلَیَّ الحَوضَ" [3]

---

[1] تقریب التہذیب ص۲۴۶، میزان الاعتدال ج۳ ص۶۱، تہذیب التہذیب ج۹ ص۱۸

[2] جامع الرّواۃ ص۵۳۹، جلد اوّل طبع ایران۔ رجالِ مامقانی ص۲۵۳ جلد دوم [3] مصنّف مذکور ص۱۲۱ جلد ۴۔ قلمی نسخہ، بابُ فضائلِ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم وَما اَعطاہُ اللہُ، موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا سندھ

مندرجہ بالا اسناد کی تفتیش وتحقیق کی گئی ہے۔ اس میں الرکین کے شاگرد شریک ایسے پائے گئے ہیں کہ اُن کی روایت قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔ فریقین کے اسمار رجال سُنی وشیعہ سے شریک کی جو پوزیشن دستیاب ہوئی ہے اس کو ہم نظرِ انصاف کی خاطر سامنے رکھ دیتے ہیں، اس سے قبولِ روایت کا معاملہ خود بخود واضح ہو جائے گا۔

شریک مذکور سُنی رجال میں

۱۔ قانون الموضوعات میں طاہر الفتنی نے لکھا ہے:

"...... شریکُ بن عبد اللہ الکوفی ضعّفہ یحیٰ"

یعنی یحییٰ بن معین نے اس شخص کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے ؎۱

۲۔ قال ابنُ سعد فی طبقاتہ کان شریکٌ کثیر الحدیث وکان یغلط کثیراً۔

یعنی ابنِ سعد کہتے ہیں کہ شریک کثیر الحدیث کے ساتھ کثیر الغلط بھی تھا ؎۲

۳۔ قال الذہبیُّ، قال ابنُ مبارک حدیث شریکٍ لیس بشیءٍ۔ قال الجوزجانی سیّئ الحفظ مُضطربُ الحدیث ...... قال ابوزرعۃ کان کثیر الحدیث صاحب وھم یغلط احیانًا ..... قال عبدُ اللہ ابنُ ادریس انّ شریکًا کان لشیعیٌّ؟"

یعنی ذہبی کہتے ہیں کہ ابنِ مبارک نے کہا ہے شریک کی روایت کوئی شے نہیں ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ شریک کا حفظ خراب تھا اور اس کی حدیث میں اضطراب تھا۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کہ یہ شخص کثیر الحدیث ہونے کے باوجود وہمی تھا اور کئی بار غلطی کرتا تھا۔ عبداللہ بن ادریس نے کہا ہے کہ شریک تو شیعی بزرگ ہے۔ ؎۳

۴۔ حافظ ابنِ حجر تہذیب میں کہتے ہیں:

..... قال ابنُ القطانِ شریکُ بنُ عبد اللہ کان مشہورًا بالتدلیس ..... قال الْاَزدی انّہ مائلٌ عن القصدِ غالی المذہبِ سیّئ الحفظ، کثیر الوھم، مُضطربُ الحدیث

؎۱ قانون الموضوعات صفحہ ۲۶۳ ؎۲ طبقات ابنِ سعد صفحہ ۲۶۳ وصفحہ ۲۶۴ جلد ۶۔ طبع یورپ
؎۳ میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۴۳۵، صفحہ ۴۳۶ جلد اوّل۔ مصری طبع۔

قال الساجی کان ینسب الی التشیع المفرط۔

یعنی ابن قطان کہتے ہیں۔ شریک بن عبداللہ تدلیس کرنے میں اپنے شیخ کو بوقت روایت ظاہر نہ کرنا، بلکہ اس کی جگہ کسی اور کو ذکر کرنا شہرت رکھتا ہے ... ازدی کہتا ہے کہ مذہب میں اعتدال سے ہٹ کر غالی ہوگیا تھا، حافظہ خراب رکھتا تھا، کثیر الوہم تھا۔ اس کی روایت میں انضباط نہیں تھا۔ بلکہ اضطراب تھا اور ساجی کہتے ہیں کہ یہ بزرگ تیز قسم کا شیعہ تھا [۱]

۵۔ قال الترمذی: "شریک کثیر الغلط" [۲]

۶۔ قال ابوحاتم لا یقوم مقام الحجۃ الخ [۳]

شریک بن عبداللہ شیعہ رجال میں

۱۔ رجال مامقانی "تنقیح المقال" میں ہے کہ:

"عن کشف الغمۃ ماھو نص فی کونہ امامیا وذلک یثبت نجابتہ"۔

یعنی کتاب کشف الغمہ میں شریک کا امامی ہونا منصوص ہے اور یہ چیز اس کی نجابت و شرافت کو ثابت کرتی ہے [۴]

۲۔ "تحفۃ الاحباب فی فوادِ آثار الاصحاب" میں شیخ عباس قمی نے اس کا تذکرہ چلایا ہے آخر میں امام جعفر صادقؑ کی ایک دعا اس کے حق میں نقل کی ہے جو اس کے "مخلص مومن" ہونے کا درخشندہ نشان ہے [۵]

۴۔ اسناد مسند اسحٰق بن راہویہؒ

المتوفی ۲۳۷ھ / ۲۳۸ھ، (بحوالہ عبقات الانوار ص ۱۲۷، جلد اول)

احمد بن فضل بن محمد باکثیر در "وسیلۃ المآل" گفتہ: عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

---

[۱] تہذیب التہذیب ص ۳۳۶ جلد چہارم طبع دکن۔ [۲] ترمذی شریف ص ۳۳ جلد ۱ باب ما جاء فی الوضوء مرۃ و مرتین وثلاثا [۳] المغنی ص ۲۹۷ جلد ۱ تحت شریک [۴] رجال مامقانی ص ۸۵ ج ۲۔ [۵] تحفۃ الاحباب ص ۱۲۲

وکرم اللہ وجہہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ سببہ بیدہ وسببہ بایدیکم و اھل بیتی، اخرجہ اسحٰق بن راھوایہ فی مسندہ من طریق کثیر بن زید عن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنھم۔

مسند اسحٰق بن راہویہ اصل کتاب بالکل نوادرات میں سے ہے۔ یہ اسناد کا بعض حصہ بھی ہم نے عبقات[1] الانوار جلد اول ص۱۴۷ سے نقل کیا ہے۔ مسند مذکور کی روائت کثیر بن زید رُدمی کے ذریعہ سے حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اب کثیر بن زید کی پوزیشن جو علمائے رجال کے ہاں ہے وہ ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱۔ "قال ابن ابی حاتم فی کتاب الجرح والتعدیل ...... سئل یحیی بن معین عن کثیر بن زید فقال لیس بذاک القوی ..... فقال ابو زرعہ ھو صدوق فیہ لین" [2]

۲۔ قال الذھبی فی المیزان ..... قال ابو زرعہ فیہ لین ..... قال النسائی ضعیف ...... قال ابن المدینی ولیس بقوی" [3]

۳۔ "قال ابن حجر فی التھذیب ..... قال ابن خزیمۃ عن ابن معین لیس بذاک وکان اولاً قال لیس بشیئ ...... قال النسائی ضعیف ...... قال ابو جعفر طبری کثیر بن زید عندھم ممن لا یحتج بنقلہ ....." [4]

۴۔ "قال النسائی فی کتاب الضعفاء والمتروکین کثیر بن زید ضعیف" [5]

ہر چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ ابن معین نے اس شخص کثیر بن زید کے حق میں کہا ہے، محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ بعض دفعہ کہا ہے یہ شخص باب حدیث میں "کچھ بھی نہیں ہے" ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس میں ضعف پایا جاتا ہے، پختہ نہیں ہے۔

---

[1] از میر حامد حسین لکھنوی شیعی [2] الجرح والتعدیل ص۱۵۱ ج ۳ ۔ ق ۲ [3] میزان الاعتدال ص۳۵۳ جلد ۲ [4] تہذیب التہذیب ص۴۱۴ جلد ہشتم ۔ [5] کتاب الضعفاء والمتروکین مطبوعہ معہ تاریخ صغیر بخاری

ابنِ مدینی نے لکھا ہے کہ محدثین کے ہاں یہ قوی نہیں ہے۔ نسائی نے کہا ہے یہ ضعیف ہے اور طبری کہتے ہیں کہ اس کی نقل قابلِ حجت نہیں ہے۔

اِن چار حوالہ جات میں محدثین نے اِس امر کی تصریح کر دی ہے کہ یہ شخص بابِ حدیث میں ضعیف ہے، قوی نہیں ہے اور اس کی منقولات قابلِ حجت نہیں ہیں۔ اگرچہ بعض نے اس کی توثیق کی ہے لیکن وُہ لائقِ توجہ نہیں ہے کیونکہ الجرح مقدم علی التعدیل پس روایتِ بالا درجۂ قبولیت سے ساقط ہوگی۔ اِس وضاحت کے بعد اَب چاہے اس روایت کو صاحب "وسیلۃ المآل" اپنی کتاب میں درج کریں یا کوئی دوسرا مصنف اس کا ناقل ہو وُہ التفات کے قابل نہیں ہے۔ نیز واضح رہے کہ جامع صغیر سیوطی کی شرح فیض القدیر میں علامہ عبدالرؤف المناوی نے تحت حدیث لَاتَبْكُوا على الدين اذا وليه اهله۔ کثیر بن زید پر جرح ذکر کرتے ہوئے اس کو ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا اُس کے ضعیف ومجروح قرار دینے میں ہم منفرد نہیں ہیں۔ پہلے علماء بھی اس شخص کو ضعیف بتا چکے ہیں۔

تنبیہ عبقات الانوار ص۱۴۷، جلد اوّل میں لکھا ہے وکذا رواه الدولابی ابوالبشر محمد بن احمد الانصاری الدولابی فی الذریۃ الطاہرہ۔ یعنی دولابی نے بھی اس کو اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اب دُولابی کی سند کے لئے الگ جواب کی حاجت نہیں ہے۔

نوٹ: فیض القدیر شرح جامع صغیر ص۳۸۷ ج ۶ سے بھی کثیر بن زید کا حال قابلِ رجوع ہے دیکھا جائے۔

اسانید مُسند احمد بن حنبل الشیبانی۔ مُتوفّی ۲۴۱ھ

روایتِ "ثقلین" مسند احمد میں ہماری تلاش کے موافق آٹھ مقامات میں پائی گئی۔ ارادہ ہے کہ ہر ایک مقام کی پُوری روایت بمع سند کامل پیش کر دی جائے ہر ایک سند پر اس کی متعلقہ بحث مکمل طور پر حاضرِ خدمت کر دی جائے۔ ناظرین کرام

انشاء اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرماسکیں گے کہ ایسی مجروح السند اور مجمل روایات بھی قابلِ اعتماد ہوسکتی ہیں یا نہیں؛

روایتِ اوّل

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی احمد حنبل، حدثنا اسود بن عامر حدثنا اسرائیل بن یونس عن عثمان بن المغیرۃ عن علی بن ربیعۃ قال لقیت زید بن ارقم وھو داخل علی المختار او خارج من عندہ فقلت لہ اسمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی تارک فیکم الثقلین قال نعم - [1]

یہ روایتِ اوّل اپنے مفہوم میں مجمل واقع ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر نہ روایت کنندہ نے ثقلین کے مفہوم کی تشریح کی ہے نہ ہی اس جگہ نبی کریمؐ سے وضاحت مذکور ہے۔ یہاں صرف اتنا تذکرہ ہے کہ زید بن ارقمؓ سے دریافت ہوا کہ انی تارک فیکم الثقلین کے الفاظ آپ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں سُنے ہیں! تو بہتر یہ ہے کہ اس کا ایسا مطلب ہی بیان کیا جائے جو فریقین کو مسلّم ہو یعنی یہاں ثقلین سے مُراد کتاب اللہ وسنّتِ رسول اللہؐ اور روایت کا مفہوم آیاتِ قرآنی و احادیثِ نبویؐ کے بالکل موافق ہے اور متفق علیہ معنی ہے۔ فلہٰذا اس روایت کو کسی متنازعہ فیہ مسئلہ میں پیش کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے۔" دُوسری گزارش یہ ہے کہ یہ روایت مندرجہ اپنے مقام میں مجمل واقع ہوئی ہے، مثبت مدعا نہیں ہے۔ اثباتِ دعویٰ کے لئے واضح دلیل کی حاجت ہوتی ہے۔

روایتِ دوم

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ابن نمیر ثنا عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری

---

[1] مسند امام احمد ص۳۷۱، جلد ۴۔ تحت مسندات زید بن ارقمؓ۔

قال، قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّی قد ترکتُ فیکم مَا اِن اَخذتُم بہ لن تضلّوا بعدی الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر کتاب اللّٰہِ حبلٌ ممدودۃٌ من السماء الی الارضِ وعترتی اھلُ بیتی وانّھما لن یّفترقا حتّٰی یردا علی الحوض [۱]

روایتِ سوم

حدّثنی ابی، حدّثنا اسود بن عامرٍ، اخبرنا ابو اسرائیل، یعنی اسمٰعیل بن اسحاق الملائی عن عطیۃ عن ابی سعیدٍ قال قال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہُ علیہِ وسلّمَ اِنّی تارکٌ فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر، کتابُ اللّٰہ حبلٌ ممدودٌ من السّماءِ الی الارض وعترتی اھل بیتی وانھما لن یّفترقا حتّٰی یردا علیّ الحوض۔ [۲]

روایتِ چہارم

حدّثنی ابی ثنا ابو نضر ثنا محمّد یعنی ابن طلحۃ عن الاعمش عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری عن النّبی صلی اللّٰہُ علیہِ وسلّمَ قال اِنّی اُوشکُ ان اُدعیٰ فاُجیبُ واِنّی تارکٌ فیکم الثّقلین کتابَ اللّٰہِ عزّوجلّ وعترتی، کتاب اللّٰہ حبلٌ ممدودٌ من السّماءِ الی الارضِ وعترتی اھلُ بیتی واِنّ اللطیفَ الخبیرَ اخبرنی انّھما لن یّفترقا حتّی یردا علیّ الحوض فانظرونی بمَ تخلفونی فیھما۔ [۳]

روایتِ پنجم

حدّثنی ابی ثنا ابن نمیر ثنا عبدُ الملکِ یعنی ابن سلیمان عن عطیّۃ عن ابی سعیدِ الخدریّ قال قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم اِنّی ترکتُ فیکم الثّقلین احدُھما اکبرُ من الاٰخرِ کتابُ اللّٰہِ عزّوجلّ حبلٌ ممدودٌ من السّماء الی الارض وعترتی اھلُ بیتی اَلا اِنّھما لن یّفترقا حتّی یردا علیّ الحوض۔ [۴]

[۱] مسند احمد ص۹۵ ج ۳۔ مسندات خدری [۲] مسند احمد ص۱۲ ج ۳ مسنداتِ خدری [۳] مسند احمد ص۱۷ ج ۳ مسندات خدری [۴] مسند احمد ص۲۶ ج ۳ مسنداتِ خدری

روایت نمبر ۲ سے لے کر نمبر ۵ تک اِن ہر چہار اسانید میں "عطیہ عوفی" بزرگ جلوہ افروز ہیں۔ اِس حضرت کی متعلقہ تفصیلات طبقات ابنِ سعد کے اسناد کے تحت درج کر دی گئی ہیں۔ ایک دفعہ پھر ملاحظہ کر لی جائیں۔ ایسے ساقط الاعتماد اور مائل عن الاقتصاد لوگوں کی روایت توجہ کے لائق نہیں ہو سکتی۔

تنبیہ عبدالملک نے عطیہؒ سے اور عطیہؒ نے ابی سعید سے جو روایات مندرجہ بالا نقل کی ہیں۔ اُن کے متعلق امامِ بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں امام احمد سے ایک تبصرہ اور تنقیدی تبصرہ ذکر کیا ہے۔ اس کو ہم اہلِ علم کی توجہ کے لئے نقل کرتے ہیں:

"قَالَ اَحْمَدُ فِی حَدِیْثِ عَبْدُ الْمَلِكْ عَنْ عَطِیَّه عَنْ اَبِیْ سَعِیْد قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ ـــــــ اَحَادِیْثُ الْکُوْفِیِّیْنَ هٰذِهٖ مَنَاکِیْر۔" [1]

یعنی عطیہؒ کی ابو سعید سے یہ کوفیوں کی روایات ہیں، اُن کو منکر روایات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ثقہ لوگوں کے خلاف مروی ہیں۔

روایتِ ششم

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ (اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل)، حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ ثَنَا شَرِیْكٌ عَنِ الرُّکَیْنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ کِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ وَاِنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ [2]

روایتِ ہفتم

حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ ثَنَا شَرِیْكٌ عَنِ الرُّکَیْنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] تاریخ صغیر امام بخاریؒ ص۱۲۶ طبع انوارِ احمدی الہ آباد [2] مسند احمد ص۱۸۱، ۱۸۲، جلد پنجم مسندات زید بن ثابتؓ

اِنّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ خَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَھْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ جَمِیْعًا۔ [1]

اِن ہر دو سندوں کے متعلق یکجا گزارش کی جاتی ہے کہ اِن دونوں میں شریک بن عبداللہ ہے جس کی مکمل پوزیشن مصنف ابن ابی شیبہ کے اسناد کے تحت پیش کی جا چکی ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے، مضطربُ الحدیث ہے۔ کثیر الغلط ہے۔ ردی الحفظ ہے۔ مدلس ہے شیعہ بزرگ ہے اور تیز قسم کا شیعہ ہے۔ اِن توضیحات کے بعد اُس کی اِس باب میں روایت قبول کر لینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

روایتِ ہشتم

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ثنا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْ حَیَّانَ التَّیْمِیِّ حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ بْنُ حَیَّانَ التَّیْمِیُّ قَالَ اِنْطَلَقْتُ اَنَا وَحُصَیْنُ بْنُ سَبْرَۃَ وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ اِلٰی زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ فَلَمَّا جَلَسْنَا اِلَیْہِ قَالَ لَہُ الْحُصَیْنُ لَقَدْ لَقِیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا، رَاَیْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتَ حَدِیْثَہٗ وَغَزَوْتَ مَعَہٗ وَصَلَّیْتَ خَلْفَہٗ لَقَدْ رَاَیْتَ یَا زَیْدُ خَیْرًا کَثِیْرًا، حَدِّثْنَا یَا زَیْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ یَا ابْنَ اَخِیْ لَقَدْ کَبُرَتْ سِنِّیْ وَقَدُمَ عَھْدِیْ وَنَسِیْتُ بَعْضَ الَّذِیْ کُنْتُ اَعِیْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُکُمْ فَاقْبَلُوْہُ وَمَا لَا فَلَا۔ ثُمَّ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا خَطِیْبًا فِیْنَا بِمَاءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَوَعَظَ وَذَکَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فَاُجِیْبُ، وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاسْتَمْسِکُوْا بِہٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِیْہِ، قَالَ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ اِلخ [2]

[1] مسند احمد منتخب کنز العمال صفحہ ۱۸۹، ۱۹۰ جلد ۵۔ [2] مسند احمد صفحہ ۳۶۶، ۳۶۷ جلد ۴ تحت مسندات

تنبیہ یہ روایت مسند احمد جلد چہارم مسندات زید بن ارقم میں مروی ہے ٹھیک اسی طرح یہی حدیث مسلم شریف جلد ثانی باب فضائل علیؓ میں بھی پائی گئی ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ ہے، اس کی تحقیق اور مکمل تشریح مسلم شریف کی روایت کے تحت ثبت کی جائے گی ۔ الگ الگ بحث وتمحیص چلاتے کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا ناظرین کرام اس کی متعلقہ تحقیق وہاں ملاحظہ فرماسکیں گے ۔ سند کے اعتبار سے یہ روایت ہشتم مجروح نہیں اور سند متصل ہے ۔ صرف ہم اس کے متن کی تشریح عرض کرنا چاہتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ مسلم شریف کی روایت کے تحت مفصل درج ہوگی ۔ کچھ انتظار فرمائیں ۔

اسناد مسند عبد بن حمیدؒ ۔ متوفیٰ ۲۴۹/۲۴۳ سنہ ہجری

" حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شَرِیْکٌ عَنِ الرُّکَیْنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا، کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ " [۱]

اس اسناد میں دو بزرگ ایسے ہیں جن کی پوزیشن قابلِ شنید ہے ۔ ایک یحییٰ بن بن عبد الحمید ۔ دوسرا اس کا شیخ شریک بن عبد اللہ ہے ۔ پھر ان دونوں میں سے ، شریک صاحب کا حال تفصیلاً اس سے قبل ابن ابی شیبہ کے اسناد میں لکھا جا چکا ہے ۔ تکرار کی حاجت نہیں ۔ البتہ یحییٰ بن عبد الحمید کا قابلِ ذکر حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے منصف طبائع خود انصاف فرماسکیں گے کہ ان لوگوں کی روایت درجۂ قبول حاصل کرسکتی ہے یا نہیں ؟

---

[۱] مسند عبد بن حمید قلمی ص ۳۳ ، مسندات زید بن ثابت موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

یحییٰ بن عبد الحمید اہلِ سنت کتبِ رجال میں

۱- یحیی بن عبد الحمید الحمانی الکوفی روی عن شریك ...... اما احمد فقال کان یکذب جهارًا و قال نسائی ضعیف ...... قال محمد بن عبد الله ابن الحمانی کذاب ...... قال ابن عدی احادیثه احادیث مناکیر ...... انه شیعی بغیض، قال زیاد ابن ایوب سمعت یحیی ابن الحمانی یقول کان معاویة علی غیر ملة الاسلام، قال زیاد کذب عدو الله۔

حاصل یہ ہے کہ یحیٰی بن حمانی مذکور کے متعلق امام احمد کہتے ہیں کہ یہ شخص علی الاعلان جھوٹ کہتا تھا۔ نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ محمد بن عبداللہ نے اس کو بڑا دروغ گو کہا ہے۔ ابن عدی اس شخص کی روایات کو منکر روایات شمار کرتا ہے اور یہ شخص سخت بغض رکھنے والا شیعہ ہے۔ زیاد بن ایوب کہتا ہے کہ میں نے اس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ معاویہ ملتِ اسلام پر قائم نہیں تھا، مگر اس خدا کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ [۱]

۲- یحیی بن عبد الحمید ...... ما زلنا نعرفه انه یسرق الاحادیث ......
قال لنا عبدان قال ابن نمیر الحمانی کذاب، قال محمد بن عبد الرحیم البزار کنا اذا قعدنا الی الحمانی تبین لنا منه البلایا۔ قال ابو الشیخ الاصفهانی عن زیاد بن ایوب الطوسی، سمعت یحیی بن عبد الحمید یقول کان معاویة علی غیر ملة الاسلام قال کذب عدو الله ...
.... قال الذهبی ما استحل الروایة عنه، وقال النسائی ضعیف۔

مطلب یہ ہے کہ یحیٰی حمانی مذکور کو ہمیشہ سے ہم پہچانتے ہیں کہ یہ روایات چراتا ہے۔ ابن نمیر نے کہا ہے کہ حمانی کذاب ہے۔ محمد بن عبد الرحیم بزار کہتے ہیں کہ جب ہم حمانی مذکور کے ہاں جاکر بیٹھتے تو ہمیں اس شخص سے بلایا و مصائب کھلتے اور واضح

---

[۱] میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۲۹۵-۲۹۶- جلد ۳- طبع مصر

ہوتے اور یہ حمانی امیر معاویہؓ کو ملتِ اسلامی پر نہیں سمجھتا تھا۔ مگر یہ اللہ کا دشمن جھوٹ کہتا ہے اور ذہبی نے لکھا ہے کہ میں اس شخص سے روایت نقل کرنے کو حلال نہیں سمجھتا۔ نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ؎۱

یحییٰ بن عبدالحمید شیعہ رجال میں

یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی ...... لہٗ کتاب عنہ محمد بن الربیع بن یحییٰ (ست، الجش)

۲۔ قال ابو عمرو کشی ...... قال یحییٰ ابن عبد الحمید الحمانی فی کتابہ المولف فی اثبات امامۃ امیر المؤمنین علیہ السلام الخ

یعنی حمانی مذکور نے علی علیہ السلام کی امامت کے اثبات میں ایک کتاب تالیف کی ہے۔ ابو عمرو کشی نے بھی اس کی تصریح کی ہے ؎۲

۳۔ اسی طرح مخلص المقال فی تحقیق احوال الرجال۔ قسم خامس، باب الیاء میں اس بزرگ کو غیر مذموم رواۃ میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز ساتھ ہی مختصر اشارات کے ذریعہ اس کو رجال نجاشی اور فہرست شیخ طوسی میں مندرج دکھایا گیا ہے۔

اسنادِ روایتِ ثقلین از سنن دارمی

ابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن التمیمی۔ متوفی ۲۵۵ھ

محدث دارمی کا پورا نام اس طرح ہے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل التمیمی الدارمی السمرقندی (المتوفی ۲۵۵ھ)، اُن کا اسناد مکمل مندرجہ ذیل ہے:

حدثنا جعفر بن عون، حدثنا ابو حیان عن یزید بن حیان، عن زید بن ارقمؓ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال یا ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یأتینی رسول

؎۱ تہذیب صفحہ ۲۴۵-۲۴۶ جلد یازدہم ؎۲ جامع الرواۃ ص۳۲۰ جلد دوم۔ رجال مامقانی ص۳۱۸ ج۳

رَبِّي فاجيبهٗ واِنّي تاركٌ فيكم الثقلين اولهما كتاب الله فيه الهُدىٰ والنور فتمسّكوا بكتاب اللّٰہ وخذوا به وحثّ عليه و رغب فيه ثم قال واهل بيتي اذکرکم الله في اهل بيتي ثلث مراتٍ - ؎

واضح رہے کہ دارمی شریف کا اسناد روایتِ ہٰذا بالکل صحیح متصل ہے اور زید بن ارقم رضؓ کی یہ روایت وہی ہے جو مسلم شریف باب فضائلِ علی رضؓ میں زید بن ارقم رضؓ سے مروی ہے۔ صرف قدرے اجمال و تفصیل کا فرق ہے اس کے متعلق جتنا قدر کلام ہم عرض کرنا چاہتے ہیں وہ مسلم کی روایت کے تحت ایک دفعہ ہی ذکر کیا جائیگا۔ ناظرینِ کرام، دارمی کی روایت ہٰذا کی متعلقہ بحث کو مسلم کی روایت کے تحت ہی مفصل ملاحظہ فرمائیں۔

اسناد از نوادر الاصول حکیم ترمذی رحؒ متوفی ۲۵۵ھ ۳۲۰

قبل ازیں کہ کتاب مذکور سے اسناد مع کامل متن نقل کیا جائے ایک چیز قابلِ وضاحت ہے۔ ”روایتِ ثقلین“ کی تلاش کے سلسلہ میں ایک کتاب ”ینابیع المودۃ“ (تالیف شیخ سلیمان بن شیخ ابراہیم بلخی قندوزی) دستیاب ہوئی ہے۔ ”مکتبۃ العرفان“ بیروت (شام) کی شائع شدہ ہے۔ اِس وقت یہ عرض کرنا ہے کہ ینابیع المودۃ کے ذریعہ ہم کو نوادر الاصول حکیم ترمذی کا اسناد جو کچھ میسر ہوا ہے، وہ ہم ”ینابیع“ سے نقل کر کے زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب ”ینابیع المودۃ“ خاص کر شیعوں کے مذاق کے موافق تالیف کی گئی ہے اور تمام تر اسی مسلک کی تائید کے لئے روایات رطب و یابس جمع کی گئی ہیں، اِس سے کتاب کا حال خود ظاہر ہے۔ بہر حال روایت کا اسناد بلفظہٖ درج ذیل ہے۔

اسناد روایتِ اوّل

وَفي نوادرِ الاصولِ حدّثنا ابي قال حدّثنا زيدُ بنُ الحسنِ قال حدّثنا معروفُ بنُ خرّبوذ المكي عن ابي الطفيل عامر بن واثلة عن حذيفة بن اسيد الغفاري رضي

؎ دارمی ص۴۳۲، باب فضل من قرأ القرآن طبع نظامی کانپوری

اللہ عنہ قال لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع فقال یا ایھا الناس انہ قد انبأنی اللطیف الخبیر انہ لم یعمر نبی الا مثل نصف عمر النبی الذی یلیہ من قبل و انی اظن انی یوشک ان ادعی فاجیب و انی فرطکم علی الحوض و انی سائلکم حین تردون علی عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیھما الثقل الاکبر کتاب اللہ عز وجل سبب طرفہ بید اللہ تعالی وطرف بایدیکم فاستمسکوا بہ ولا تضلوا ولا تبدلوا والثقل الاصغر وعترتی اھل بیتی فانی قد نبأنی اللطیف الخبیر انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ [1]

نوادر الاصول کی مذکورہ منقولہ روایت کے رواۃ کو اسماء رجال سنی وشیعہ میں، دیکھنے سے جو تأثرات ہمیں حاصل ہوئے ہم انہیں بلاکم وکاست قارئین کرام کی خدمت میں حاضر کرتے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اسناد مذکورہ میں زید بن الحسن اور اس کا شیخ معروف بن خربوذ مکی ہیں۔ ان اُستاد شاگرد دونوں کی کرم فرمائیوں سے یہ روایت بھی ممنون احسان ہے۔

زید بن الحسن انماطی سنی رجال میں

۱- "زید بن الحسن القرشی، ابو الحسن الکوفی صاحب الانماط ضعیف من الثامنۃ۔"

۲- "زید بن الحسن صاحب الانماط ...... قال ابو حاتم منکر الحدیث..."

۳- "قال ابو حاتم کوفی قدم بغداد، منکر الحدیث روی لہ الترمذی حدیثا واحدا ...... روی عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین و معروف بن خربوذ المکی..."

حوالہ جات ہر سہ کا خلاصہ یہ ہے کہ زید بن الحسن صاحب الانماط کے لقب سے مشہور ہے اور ضعیف ہے۔ طبقات رجال میں آٹھویں طبقہ میں اس کا شمار ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں

---

[1] ینابیع المودۃ۔ جزء اول ص۲۹۔ باب رابع فصل روایت ثقلین

کہ یہ شخص کوفی ہے۔ بغداد میں بھی آیا ہے۔ ثقہ و معتبر لوگوں کے خلاف روائتیں چلاتا ہے امام ترمذیؒ نے اس کی صرف ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ امام جعفر صادقؑ سے اور معروف بن خربوذ مکی سے روایت کرتا تھا۔ [۱]

زید بن الحسن انماطی شیعہ رجال میں

۱۔ رجال تفرشی میں ہے:

زَیدُ بنُ الحَسنِ الانماطی ق [۲]

۲۔ زَید بنُ الحَسن اسند عنه ق [۳]

۳۔ زید بن الحسن اسند عنه ق [۴]

۴۔ مامقانی میں ہے: وَظاهرُ كونه امامیًا...... [۵]

ہر چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ زید مذکور مسند عنہ ہے یعنی اس سے شیعی روایات لی جاتی ہیں اور امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں شمار کیا گیا ہے اور مامقانی مزید اضافہ کرتے ہیں کہ اس کا "امامی المذہب" ہونا ظاہر ہے۔ جو بزرگ ہمارے رجال میں ضعیف ہوں، منکر الحدیث ہوں، ثقہ راویوں کے خلاف روایات فراہم کرکے قوم میں ترویج کرنا اُن کا شیوہ ہو اور شیعہ رجال میں مروی عنہ ہوں۔ اُن سے روائت لی جاتی ہو، ائمہ کے خصوصی اصحاب میں شمار ہوتے ہوں مخصوص مسلک رکھتے ہوں، ایسے لوگوں کی روایت چشم پوشی کرتے ہوئے کیسے قبول کرلی جائے؟

اس کے بعد اُس کے استاذ معروف مکی کا ذکر خیر سنئے:۔

یاد رہے کہ معروف کے والد کو خربُوذ سے بھی درج کرتے ہیں اور صرف بوذ سے اندراج دیکھا جاتا ہے یعنی بعض دفعہ تخفیف کے طور پر خربوذ کو بوذ سے ذکر کردیتے ہیں۔ فافهم واستقم۔

---

[۱] تقریب التہذیب صہ ۱۶۲۔ میزان الاعتدال ذہبی، جلد اول صفحہ ۳۶۲۔ تہذیب التہذیب صہ ۴۰۶ ج ۳

[۲] تفرشی صہ ۱۴۳۔ [۳] منتہی المقال ابوعلی صہ ۳۰۸ باب الزا۔ [۴] جامع الرواۃ ج ا صہ ۳۴۱ [۵] تنقیح المقال مامقانی صہ ۴۶۳، جلد اول۔

معروفؒ بن خربوذ سُنّی رجال میںؒ

۱- مَعْرُوْفُ بْنُ خَرَّبُوْذَ الْمَكِّيُّ مَوْلٰى اٰلِ عُثْمَانَ رَوٰى عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ ...... قَالَ ابْنُ خُثَيْمَةَ عَنِ ابْنِ مُعِيْنٍ ضَعِيْفٌ - [۱]

۲- ...... رُبَّمَا وَهِمَ وَكَانَ اَخْبَارِيًّا " [۲]

۳- مَعْرُوْفُ بْنُ خَرَّبُوْذَ الْمَكِّيُّ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ صَدُوْقٌ شِيْعِيٌّ .... ضَعَّفَهُ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ قَالَ اَحْمَدُ مَا اَدْرِيْ كَيْفَ حَدِيْثُهُ - [۳]

سُئِلَ يَحْيٰى بْنُ مُعِيْنٍ عَنْ مَعْرُوْفِ ابْنِ خَرَّبُوْذَ الْمَكِّيِّ الَّذِيْ رَوٰى عَنْهُ وَكِيْعٌ فَقَالَ ضَعِيْفٌ - [۴]

ہر چار حوالہ جات کا مطلب یہ ہے کہ یہ معروف مکّی جو ابوالطفیل سے روایت کیا کرتا تھا، ابن معین اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ بسا اوقات روایت میں اس کو وہم ہوتا تھا اور "اخباری فرقہ" سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ صدوق تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ امام احمد اس کے حق میں فرماتے ہیں، مَیں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کس قسم کی ہے؟ یحییٰ سے سوال ہوا کہ یہ کیسا آدمی ہے؟ اُنہوں نے کہا یہ ضعیف شخص ہے۔

معروفؒ بن خربوذ مکّی شیعہؒ رجال میں

مَعْرُوْفُ بْنُ خَرَّبُوْذَ الْمَكِّيُّ الْقُرَشِيُّ الْكُوْفِيُّ ..... قَالَ الْكَشِّيُّ اَيْضًا فِيْ مَوْضِعِ اُخْرَاتِهِ مِمَّنْ اَجْمَعَتِ الْعِصَابَةُ عَلٰى تَصْدِيْقِهِمْ مِنْ اَصْحَابِ اَبِيْ جَعْفَرٍ وَاَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَانْقَادُوْا لَهُمْ بِالْفِقْهِ فَقَالُوْا اِنَّهُمْ اَفْقَهُ الْاَوَّلِيْنَ "

مطلب یہ ہے کہ شیخ کشی نے کہا ہے کہ معروف بن خربوذ مکّی کوفی کا شمار ایسے

---

[۱] تہذیب ص۲۳۰ ج ۱۰ [۲] تقریب ص۳۴۰ [۳] میزان الاعتدال ص۱۸۴ ج ۲ [۴] الجرح والتعدیل رازی ص۳۲۱ ج ۴ ق اول۔

لوگوں میں ہے جن کے اصحاب امام باقرؑ و امام جعفر صادقؑ میں سے ہونے پر ایک جماعت نے اتفاق کیا ہے اور فقہی مسایل پر جن کے لوگ پیروکار ہوتے ہیں اور اوّلین فقہائے شیعہ میں یہ بہت بڑے فقیہہ ہیں۔ ؎۱

۲۔ " فِی المُنتَہیٰ المقَال...... وَفِی الوَجِیزَۃِ ثِقَۃٌ " یعنی صاحب المنتھی المقال نے ابو جیزہ ھ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ یہ شخص معروف مکّی ثقہ و معتبر ہے ؎۲

۳،۴۔ مَعرُوفُ بنُ خَرّبُوذَ ة...... قَالَ الکَشِّیُّ اِنَّہٗ مِمَّنْ اجْتَمَعَتِ الْعِصَابَۃُ عَلٰی تَصْدِیقِہِمْ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ جَعْفَرَ وَاَبِیْ عَبْدِاللّٰہِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَانْقَادُوا لَہُمْ بِالْفِقْہِ نَقَالُوا اِنَّہٗ اَفْقَہُ الْاَوّلِیْنَ وَفِی الوَجِیزَۃِ وَالْبُلْغَۃِ اِنَّہٗ ثِقَۃٌ اِجْتَمَعَتِ الْعِصَابَۃُ عَلٰی تَصْحِیْحِ مَا یَصِحُّ عَنْہُ۔

یعنی جامع الرّواۃ میں وہی اس کی صفات درج ہیں جو رجال تفرشی میں مذکور ہیں یعنی اصحابِ باقر و صادق علیہ السّلام سے ہے اور فقہی مسایل میں لوگوں کے لئے پیش رَو ہے اور اوّلیں فقہائے شیعہ سے ہے۔ مامقانی کہتے ہیں کہ یہ معتبر شخص ہے جو کچھ بھی اس سے صحیح منقول ہوا ہے اس کی تصحیح پر جماعت نے اتفاق کیا ہے ؎۳ اور صاحب جامع الرّواۃ نے مزید ایک یہ چیز بھی ذکر کی ہے کہ اصول کافی شریف اور کتاب "مَنْ لَا یَحْضُرہُ الفقیہ" کی روایات کو یہ شخص بواسطہ ابو الطفیل (عامر بن واثلہ) علیّ المرتضیٰؑ سے روایت کیا کرتا ہے۔ ؎۴

۵۔ تحفۃُ الاحباب میں بھی شیخ عباس قمی نے اس بزرگ کی توثیق درج کی ہے لکھتے ہیں کہ:

"شیخ کشّی روایات در مدح و قدح او وارد کردہ لکن آں روایات ضعیف است و معروف بطول سجدہ معروف ست۔" ؎۵

؎۱ رجال تفرشی صفحہ ۳۴۰، صفحہ ۳۳۹ ؎۲ منتہی المقال صفحہ ۳۰۸ ؎۳ جامع الرواۃ صفحہ ۲۴۶ ج دوم، رجال مامقانی صفحہ ۲۲۱ ج ۳ ؎۴ جامع الرّواۃ صفحہ ۲۴۷ ج ۲ ؎۵ تحفۃ الاحباب شیخ عباس قمی صفحہ ۳۶۹ طبع ایران

مُلخّصُ المَقالِ فی تحقیقِ احوالِ الرِّجالِ القسمُ الاوّلُ فی الثِّقاتِ،
میں اس کی توثیق ان الفاظ سے کی گئی ہے کہ:
"هُوَ اقرَبُ مِنَ الصّوابِ وِفاقاً لِجَماعَةٍ"
یعنی معروف مکی کی توثیق کرنا زیادہ صحیح اور درست ہے۔ [1]

تمام قیل و قال کا حاصل یہ ہوا کہ معروف صاحب دوستوں کے ہاں بڑے معتبر راوی ہیں اور اُن کی صحاحِ اربعہ کے راوی ہیں اور بڑے عابد زاہد ہیں۔ بڑے بڑے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے اور ہمارے ہاں جو ان کی پوزیشن ہے وہ اوپر درج ہو چکی ہے۔ ایسے مہربانوں کی بیچوں قسم روایت از رُوئے قواعدِ اہلِ سنّۃ اخذ نہیں کی جا سکتی۔

روایتِ دوم از نوادرالاصول

یہ روایت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے اور بغیر اسناد کے بالفاظِ ذیل درج ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهٖ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ۔ [2]

نوادرالاصول کی اس دوسری روایت کا اسناد کہیں سے باوجود تلاش کے میسر نہیں ہوا البتہ پہلا راوی جو صحابی ہے وہی ذکر کر دیا ہے، باقی نیچے کی پوری سند صاحبِ کتاب تک غائب ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ کی روایت بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ جامع ترمذی میں موجود ہے جو مشہور محدّث امام ابوعیسیٰ ترمذی کی تصنیف ہے۔ یہ وہی روایت ہے اور اس جامع ترمذی کی روایت پر عنقریب مستقل بحث آرہی ہے۔

---

[1] ملخص المقال ص ۱۰۹، قسم الاوّل فی الثقات [2] نوادر الاصول للحکیم الترمذی ص ۶۸ طبع مصر

انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی سی انتظار فرمائیں تسکین خاطر ہو جائے گی۔

صاحب نوادر الاصول کی روایات اور تصانیف کے حق میں ایک ضروری تحقیق شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے "بُستان المحدثین" میں ثبت فرمائی ہے۔ ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ کی خاطر ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ آخر بحث میں وہ بھی مندرج ہو جائے

"باید دانست کہ در تصانیف ایشاں ابو عبداللہ محمد بن علی بن الحسین بن بشر بن المؤذن الملقب بہ حکیم ترمذی) احادیث غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است وسبب ایں حادثہ راخود ایشاں بیان کردہ اند۔ در طبقاتِ شعراوی مذکور است کہ ایشاں می گفتند کہ من ہیچگاہ تفکر و تدبیر و تامل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام و نہ غرض من آنست کہ کسی ایں مؤلفات را بمن نسبت کند بلکہ چوں مراقبض وقت می شد تسلی و آرام بہ تصنیف می جستم وہرچہ بخاطرمی رسید می نوشتم پس معلوم شد کہ اکثر مصنفاتِ ایشاں از قبیل مسودات است محتاج بہ نظر ثانی و تہذیب و تنقیح وحذف واصلاح ماندہ" [۱]

ترجمہ: یعنی معلوم ہونا چاہئے کہ حکیم ترمذی کی تصنیفات میں بہت سی غیر معتبر و موضوع جعلی، روائتیں مندرج ہو چکی ہیں۔ اِس چیز کی وجہ خود اُن سے "طبقاتِ شعراوی" میں ذکر کی گئی ہے، اس طرح کہ حکیم ترمذی کہتے تھے، مَیں نے تصنیف و تالیف کے کام میں اس سے قبل کبھی تدبر و تفکر نہیں کیا اور نہ ہی میری خواہش طبع ہے کہ یہ تالیفات میری طرف منسوب کی جائیں۔ بلکہ جب کبھی مجھے قبض کا عارضہ اہلِ تصوف کی اصطلاح کے موافق قبض روحانی مراد ہے پیش آتا تو تسلّی وسکون کی خاطر تصنیف وتالیف کی راہ اختیار کر لیتا اور جو کچھ قلب پر وار دات گزرتے ان کو ضبطِ تحریر میں لاتا بنابریں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصنیفات "مسودات" کے درجہ ہی میں رہ گئی ہیں جو نظر ثانی کی محتاج تھیں۔ اُن کی تہذیب و تنقیح، حذف و اصلاح نہیں ہو سکی۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے تبصرہ کے بعد نوادر الاصول کا درجۂ اعتماد تو واضح ہو چکا ہے خصوصًا

---

[۱] بستان المحدثین فارسی ص ۶۳ طبع لاہور

جبکہ خاص کسی عقیدۂ اسلامی کے اثبات کے لئے اس قسم کی روایات اخذ کی جارہی ہوں تو ادر احتیاط کی ضرورت ہے، اور صحت و سقم کا خیال کرنا از بس ضروری ہے۔

نوادر الاصول کی بحث کا ضمیمہ

مشہور قول ہے کہ جوئیدہ یابندہ ہوتا ہے۔ نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ثانی روایت جو جابر بن عبداللہ سے مروی ہے جس کی سند کے عدم حصول کا ہم اپنی جگہ افسوس کر رہے تھے۔ اتفاقاً کتاب ینابیع المودۃ جز ثالث کا مطالعہ کرتے ہوئے مذکورہ روایت مکمل سند کے ساتھ میسر ہو گئی۔ اس وقت بے حد مسرت ہوئی مکمل الفاظِ اسناد جو ینابیع المودۃ میں پائے گئے ہیں، اس طرح ہیں:

وفی نوادر الاصول حدثنا نصر بن عبد الرحمٰن الوشاء قال حدثنا زید بن الحسن الانماطی عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفۃ وھو علی ناقۃ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی[1]

اولاً ناظرین کرام پر یہ واضح ہو کہ یہ تمام سند وہی ہے جو ترمذی شریف میں روایتِ ثقلین کے تحت عنقریب آرہی ہے۔ صحتِ سقم کے اعتبار سے زید بن الحسن انماطی کی وجہ سے یہ تمام معاملہ خراب ہو رہا ہے۔ اس کی تفصیل ہم ابھی ابھی اسی نوادر الاصول کی پہلی سند میں پوری تشریح کے ساتھ درج کر چکے ہیں، اعادہ کی حاجت نہیں۔

ثانیاً یہ کہ ینابیع المودۃ کی توضیحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب نوادر الاصول حکیم ترمذی کی روایات، مقامِ اعتماد میں جس درجہ کی بھی ہیں۔ اصل نسخہ میں پورے اسنادِ تام کے ساتھ مدوّن تھیں مگر کتاب کے طبع کرنیوالے لوگوں نے وقتِ طبع اکثر و بیشتر اسانید قطع و برید

---

[1] "ینابیع المودۃ" الجزء الثالث الباب الخامس والستون ص۱۹ ج ۳۔ طبع بیروت شام الطبعۃ الثانیۃ

کر دئے ہیں تاکہ حجمِ کتاب کم رہے پھیل نہ جائے۔ صاحبِ ینابیع کے ہاں وہ اصل نسخہ قلمی نوادر الاصول محفوظ ہے جس میں وہ بعض اسانید پورے نقل کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃِ الحال۔

اسنادِ صحیح مُسلم شریف

از مُسلم بن الحجاج القشیری (متوفی سنہ ۲۶۱ھ)

روایتِ ثقلین کے جتنے اسانید ہم جمع کر کے میدانِ تحقیق میں پیش کر رہے ہیں۔ اُن میں سب سے زیادہ صحیح اور متصل اسنادِ مُسلم کا ہے اور مسند احمد کی روایات میں سے ہشتم روایت کا اور دارمی کا اسناد بھی بالکل صحیح و متصل ہے اور یہ تینوں متون دراصل متن واحد ہیں۔ مسند احمد کی روایت اور مسلم کی روایت میں تو لفظاً بھی کوئی خاص تفاوت ہی نہیں شاید کسی ایک حرف کا فرق آجائے البتہ دارمی کی روایت لفظاً مختصر ہے لیکن معنیً اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ رواۃ نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے اس مضمون کو مختصر کر دیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک ہی روایت ہے، فلہٰذا ان کی تفصیل بھی یکجا کرنی مناسب ہے۔ امام احمد اور دارمی کے متون روایت پہلے اپنے اپنے مقامات پر درج ہو چکے ہیں۔ اب صرف مسلم شریف کی روایت مکمل پیش کی جاتی ہے۔ اس کے بعد ان ہر سہ متون کی تفصیلات یکجا عرض کی جائیں گی۔

حدثنی زهیر بن حرب وشجاع بن مخلد جمیعًا عن ابن علیة (اسمٰعیل بن ابراهیم) قال زهیر حدثنا اسمٰعیل بن ابراهیم، حدثنی ابو حیان حدثنی یزید بن حیان قال انطلقت انا وحصین بن سبرة وعمر بن مسلم الی زید بن ارقم فلما جلسنا الیه قال لهٗ حصین لقد لقیتَ یا زید خیرًا کثیرًا رأیتَ رسول الله صلی الله علیه وسلم وسمعتَ حدیثهٗ وغزوتَ معهٗ وصلّیتَ خلفهٗ لقد لقیتَ یا زید خیرًا کثیرًا حدثنا یا زید ما سمعت

مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلیّ اللّٰه علیه وسلّمَ قالَ یا ابن اخی و اللّٰه لقد کَبُرَتْ سِنّی و قدم عہدی ونسیتُ بعض الّذی کنتُ اعی من رسُول اللّٰه صلیّ اللّٰه علیه وسلّم فما حدّثتکم فاقبلوہ ومالا فلا تکلّفونیهِ ثمّ قال قام رسُول اللّٰه صلیّ اللّٰه علیه وسلّم یومًا فینا خطیبًا بماء یدعیٰ خُمًّا بینَ مکّۃ والمدینۃ فحمد اللّٰه واثنیٰ علیه ووَعَظَ وَذکّر ثمّ قالَ امّا بعد اَلاَ اَیّها النّاس فانّما اَنَا بشرٌ یُوشك اَنْ یأتینی رسُولُ ربّی فاجیبَ وانا تاركٌ فیکم الثّقلین اوّلهما کتابُ اللّٰه فیهِ الهُدٰی والنّور، فخذوا بکتابِ اللّٰه واستمسکوا به فحثّ علی کتاب اللّٰهِ و رغّبَ فیه ثمّ قال و اهل بیتی اذکّرکم اللّٰه فیْ اهل بیتی، اذکّرکم اللّٰه فی اهلِ بیتی، اذکّرکم اللّٰه فی اهل بیتی فقال له الحصین ومن اهل بیته یا زید الیس نسائهٗ مِنْ اهل بیته؛ قال نسائه مِنْ اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصّدقۃ بعدہ قالَ مَنْ هُمْ؛ قالَ هم اٰل علیٍّ و اٰل عقیلٍ و اٰل جعفرٍ و اٰل عبّاسٍ قال کُلُّ هٰؤلاءِ حرم الصّدقۃ قال نعم [1]

یعنی زید بن حیان کہتے ہیں کہ مَیں اور حصین بن سبرۃ و عمر بن مُسلم تینوں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ جب ہم لوگ اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے اُن سے کہا کہ اے زَید! آپ نے خیر کثیر حاصل کی ہے۔ حضور علیہ السلام کا آپ نے دیدار کیا۔ آپ کی احادیث سُنیں اور اُن کے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔ آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اے زید! آپ نے خیر کثیر پائی۔ حضور علیہ السّلام سے جو آپ نے سُنا ہے وہ ہم کو بیان کیجئے۔ زید جواب میں کہنے لگے۔ اللہ کی قسم، اے بھتیجے! میری عمر بڑی ہو گئی ہے اور بعض چیزیں جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجھے یاد تھیں وہ اب بھول گیا ہوں۔ لہٰذا جو کچھ مَیں تم کو بیان کروں اس کو قبول کر لو اور جو بیان نہ کر سکوں اس کی مجھے مت تکلیف دو۔ پھر اس کے بعد زید کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان غدیر خم میں

---

[1] مسلم جلد دوم۔ باب فضائل علیؓ ص۲۷۹۔ طبع نور محمدی دہلی۔

جو مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ پس آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت فرمائی۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! مَیں بھی ایک انسان ہوں۔ عنقریب اللہ کی جانب سے قاصدِ موت میرے ہاں پہنچے گا میں قبول کروں گا اور مَیں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ان دو میں سے پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدائیت اور نور ہے۔ پس اللہ کی کتاب کو پکڑو اور اس کے ساتھ تمسّک کرو۔ پس حضرتؐ نے کتابُ اللہ کے عمل پر برانگیختہ کیا اور اس کی رغبت دلائی پھر اس کے بعد فرمایا اور میرے اہلِ بیت ہیں۔ تم کو اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہُوں۔ اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہُوں۔ اپنے اہلِ بیت کے متعلق خدا کی یاد دلاتا ہُوں "

حاصل یہ ہے کہ اہلِ بیتؑ کے متعلق وصیت کی جارہی ہے کہ اُن کے ساتھ عمدہ سلوک اور حسنِ معاملہ کرنا ہوگا۔ اُن کے ساتھ مودّت اور محبت و توقیر و تعظیم کرنی ہوگی اُن کے حقوق کی رعائیت پیشِ نظر رکھنی ہوگی، تاکہ اُن پر مظالم اور سختی وارد نہ ہو۔

مندرجہ ذیل امور اس روائیت کے متعلق قابلِ توجہ ہیں:

۱۔ حضرت زیدؓ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روائیت اُس زمانہ کی بیان کردہ ہے جیسا کہ وہ خود بڑی وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ عمر بڑی ہوگئی ہے۔ واقعات کو دیکھے سُنے ہوئے مدّتِ دراز ہوگئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی چیزیں اب پُوری طرح محفوظ نہیں رہیں۔ زیدؓ بن ارقم نے جیسے یہاں بیانِ روائیت سے قبل ایک معذرت ذکر کی ہے۔ اسی طرح اُن سے مسندِ احمد صفحہ ۳۶۶/۳۶۷ جلد چہارم کی روائیتِ ہشتم میں بھی یہی الفاظِ معذرت مروی ہیں جیسا کہ اپنے مقامِ روائیت میں گزر چکا ہے اور ابنِ ماجہ بابُ التوقی فی الحدیث صفحہ ۴ میں بھی یہی اظہارِ معذرت حضرت زید موصوف سے منقول ہے چنانچہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جب اُن کو ذکر کرتے ہیں کہ:

حَدّثنا عَن رسُولِ اللّٰہ صلی اللّٰہُ علیہ وسلّم قال (زید) کبرنا ونسینا

والحدیث عَنْ رسُولِ اللّٰہ صلّی اللّٰہُ علیہ وسلّم لشدید۔

یعنی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں حدیث سنائیے تو زید جواب میں کہتے ہیں کہ ہماری عمر بڑی ہو چکی ہے، نسیان آگیا ہے، حضور اکرمؐ سے حدیث نقل کرنا مشکل کام ہے۔

۲۔ روایتِ ہٰذا کے متصلاً بعد اس مضمون کی ایک دوسری روایت زید بن ارقمؓ سے مسلم کے اسی مقام میں مروی ہے۔ اس میں اہلِ بیت سے ازواجِ مطہراتؓ کا خارج ہونا ذکر کیا ہے اور روایتِ ہٰذا میں اقرار ہے کہ ازواجِ مطہراتِ نبی کریمؐ اہلِ بیت میں داخل ہیں۔ ایک ہی راوی سے ایک ہی روایت میں اس طرح کے دو متخالف قول کا پایا جانا ضبط کے خلاف ہوا کرتا ہے۔

۳۔ اس روایت میں ثقلین (دو بھاری چیزیں) کے بعد اوّلھما کتابُ اللہ کا ذکر صریحاً کر دیا گیا ہے اور ثانیہما کا تذکرہ تصریحاً نہیں کیا گیا کہ دُوسری کیا چیز ہے؟ نیز کتابُ اللہ کے ذکر کے ساتھ ضروری تشریحات فرما دی گئی ہیں کہ اس میں ہدایت و نور ہے، اس کو اخذ کیا جائے۔ اس کے ساتھ تمسک کیا جائے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے برانگیختہ کیا گیا ہے۔ اس کے ماننے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ادھر اہلِ بیت کے ساتھ یہ الفاظ جن سے اُن کا مدارِ دین ہونا ثابت ہو سکے اور واجبُ الاطاعۃ ہونا معلوم ہو سکے نہیں ذکر کئے گئے بلکہ اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اور محبت کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ جس میں کسی کو کلام نہیں ہے اور یہ امر بین الفریقین مُسلّم ہے۔

۴۔ نیز روایت ہذا میں ثمّ قال کے الفاظ اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ ثقلین میں دوسری چیز اہل بیت نہیں ہے۔ عربی زبان میں ثمّ کا لفظ تراخیٔ مضمون کے لئے آیا کرتا ہے۔ یہ بتلا رہا ہے کہ اہل بیت کا تذکرہ سابقہ مضمون سے جُدا ہے۔ اس سے قبل کچھ اور مفہوم بیان کیا جا رہا تھا جس کو روایت کرنے والے نے حذف کر کے ثمّ قال کے الفاظ کہہ کر اب اہل بیت کا نیا مضمون شروع کر دیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ لفظ ثمّ کے بعد اہلِ بیت کا ذکر کیا جانا بالکل جدید چیز ہے۔ اس کا دو ثقل کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ کسی مسلسل اور متصل کلام کے درمیان ثمّ قال کا لفظ

موزوں نہیں ٹھہرتا۔ چنانچہ خود اسی روایت میں اس ثمّ سے پہلے دو بار لفظ ثمّ کا استعمال موجود ہے۔ ان تمام مقامات میں غور فرمالیا جائے تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

۱۔ پہلی بار زید بن ارقمؓ نے اپنے مخاطب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمانے سے قبل ایک معقول معذرت کی ہے کہ عمر رسیدہ ہو گیا ہوں۔ زمانہ دراز گزر گیا ہے بعض چیزیں فراموش ہو چکی ہیں اب جو کچھ از راہِ خود ذکر کروں۔ اسی پر اکتفاء کرنا ہوگا۔ اِس طویل تمہید کے بعد ثمّ قال کا لفظ لایا گیا ہے یعنی اب مقصد کی بات شروع ہوتی ہے۔ اس مقام میں ثمّ سے قبل اور ثمّ کے بعد کا متفاوت ہونا بالکل واضح ہے۔

۲۔ دوسری دفعہ اس روایت میں ثمّ کا استعمال اس طرح ہوا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یوم غدیر خم کے مقام پر خطبہ دیا۔ حمد وثنا بیان فرمائی۔ وعظ ونصیحت کی' ثمّ قال اما بعد یعنی حمد وثنا اور وعظ وتذکیر کے بعد ایھا الناس کے ساتھ خطاب کرکے، ایک مستقل دوسری چیز بیان فرمانی شروع کی۔ یہاں ثمّ کا ماقبل مضمون ثمّ کے مابعد والے مضمون سے صاف طور پر جُدا اور مختلف چیز ہے، متحد نہیں ہے۔

۳۔ اب تیسری بار یہاں ثمّ کا لفظ ذکر ہوا ہے۔ اس کو بہ نظرِ انصاف سوچ لیا جائے یہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا، لوگو! ہمارے ارتحال وانتقال کا وقت آگیا ہے ہم دو بڑی اہم چیزیں تم میں چھوڑ رہے ہیں۔ اوّل اُن کی کتاب اللہ ہے جس میں ہدائیت اور نُور ہے۔ اس کو اخذ کرنے اور تمسّک کی طرف توجّہ دلائی اور اس پر عمل کی ترغیب دی پھر ثمّ قال کا استعمال ہوا ہے۔ اِس ثمّ سے قبل کتاب اللہ کی اہمیت بیان ہو رہی ہے اور اس کا وجوب تمسّک وترغیب عمل کا ذکر ہے پھر اس مضمون سابق سے رخ بدل کر اہلِ بیت کے ساتھ حسن معاملہ کا جدید مضمون شروع کر دیا گیا۔ اگر صاحب کلام کا قصد، دو بڑی چیزوں کے درمیان اتحاد فی التمسک اور وجوب فی الاطاعۃ ہے تو ان چیزوں کے ذکر کے درمیان ثمّ قال کا استعمال ہرگز موزوں نہیں ہے۔ یہ امر بھی واضح رہے کہ محدثین میں کسی روائیت کے مضمون کو مختصر کرکے بیان کرنے کا عام دستور جاری تھا۔ اس

چیز سے کوئی واقف کار شخص انکار نہیں کر سکتا۔ اس اختصار کے پیش نظر روایتِ ہذا میں رواۃ کی طرف سے ثقلین میں سے ثانی چیز ذکر نہیں کی گئی اور اس مقام میں غور و فکر کرنے سے ایسے شواہد و قرائن پائے گئے ہیں جو اس امر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ثقلین میں سے ثانی چیز اہل بیت نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری چیز ہے۔

قرینہ اول۔ ثقلین کے بعد متصلاً اولھما کتاب اللہ فرمایا ہے۔ اوّل کا لفظ خود نشان دہی کر رہا ہے کہ اوّل کے مقابلہ میں یہاں ایک ثانی چیز مذکور ہونی چاہیئے جس کو ثانیھما سے تعبیر کیا جائے اور اہل بیت کو ثانیھما کے عنوان سے نہ تعبیر کرنا بتلا رہا ہے کہ ثانی چیز اہل بیت نہیں ہے۔

قرینہ دوم۔ ثقلین میں سے کتاب اللہ کا ذکر ہوا ہے تو اس کی اہمیت و ضرورت میں متعدد صفات ذکر کی گئی ہیں۔ اس میں ہدایت و نور کا پایا جانا اس کے اخذ کا حکم کرنا۔ استمساک کا فرمان دینا۔ اس پر عمل درآمد کے لئے برانگیختہ کرنا۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کی ترغیب دلانا۔ لیکن اہل بیت کے ذکر کے ساتھ ان ضروری و اہم چیزوں میں سے کوئی بات مذکور نہیں پس ثقل ثانی اہل بیت نہیں اور جہاں اہل بیت کا ذکر ہے وہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔

قرینہ سوم۔ نیز اس موقعہ میں لفظ "ثم" کا استعمال ہوا ہے جو تراخی مضمون کیلئے مستعمل ہوتا ہے (جیسا کہ بالتفصیل سابقاً گزرا ہے)، تو "ثقلین" میں سے ایک "ثقل" کے تذکرہ ختم ہونے کے بعد دوسرے ثقل کے مذکور ہونے سے قبل لفظ "ثم" کا لایا جانا موزوں اور مناسب نہیں ہے۔

ان قرائن اور شواہد کی بنا پر یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ ثقلین میں سے ثانی چیز یہاں اہل بیت نہیں ہے بلکہ جمہور علماء کے نزدیک وہ ثانی چیز سنتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اختصارِ مضمون کی بنا پر اس کا ذکر یہاں نہیں ہو سکا۔

تنبیہہ: رسالہ ہٰذا کے دوسرے حصہ میں ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور وصیت کتاب اللہ و سنتی کی روایات کو یکجا کر کے پیش کرنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ ثقلین کا صحیح مفہوم

اور مصداق عوام وخواص کے سامنے آجائے۔ اللہ کریم اس مقصدِ خیر کی تکمیل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ اس دوسرے حصہ میں ثابت کیا جائے گا کہ ثقلین کتابُ اللہ و سُنّتِ رسُول اللہ ہیں جن کے ساتھ امت کا تمسک کرنا واجب ہے۔

۶

ان توضیحات کے بعد اہلِ انصاف کو ہم اس چیز کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ مُسلم شریف کی روایت اور مسند احمد و دارمی کی ہر سہ روایات کی تفصیل تو آپ کے سامنے آچکی ہے۔ مزید تین اور محدثین (بیہقی ابن المغازی و بغوی) سے بھی یہ روایت ثقلین متعدد طرق سے مروی ہے اور اس کا اندراج حسبِ ترتیب اپنے اپنے موقعہ پر ہوگا مگر اُن میں حافظ بیہقی کی روایتِ دوم اور ابن المغازی کی روایتِ چہارم اور محی السنّۃ بغوی کی روایت یہ ہر سہ روایات بالکل مُسلم شریف کی روایت کے موافق ہیں، الفاظِ روایت میں شاید ہی کسی حرف کا فرق آجائے؛ ورنہ بعینہٖ روایتِ مُسلم کے مطابق یہ روایاتِ ثلاثہ زید بن ارقم صحابی سے یہ سب مروی ہیں۔ زید موصوف سے یزید بن حیان راوی ہے اور یزید بن حیان سے روایت کُنندہ ابوحیان التیمی ہے جس کا نام یحیٰی بن سعید ہے یہ سب ثقہ و معتمد وغیر مجرُوح راوی ہیں۔

اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مذکور ہر سہ محدثین کی اِن ہر سہ مرویات کا متن بھی جب مسلم شریف کے متن کے مطابق ہوا تو یہ کل ایک روایت ٹھہری متعدد روایات نہیں ہیں اور مندرجہ بالا تفصیلات جو ہم نے مُسلم کے متن کے تحت پیش کی ہیں وہ تمام یہاں معتبر اور جاری تصوّر ہوں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ:

۱۔ یہ ہر شش حوالہ جات (احمد و دارمی و مُسلم و بیہقی ابن المغازی و بغوی) تمام کی تمام روایت ایک ہے، الگ الگ اُن کو شمار نہیں کرنا چاہئے۔ ان سب مقامات میں ابوحیان اکیلا اور متفرد راوی ہے فلہذا یہ روایت خبرِ واحد ثابت ہُوئی، نہ کہ خبرِ مشہور اور متواتر۔

۲۔ اِن سب روایات میں کتابُ اللہ کو ہدایت اور نوُر کے الفاظ سے ذکر کیا

گیا ہے۔ اہلِ بیت کے حق میں یہ الفاظ نہیں استعمال کئے گئے۔

۳۔ کتابُ اللہ کو اخذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اہلِ بیت کے حق میں یہ حکم نہیں فرمایا گیا۔

۴۔ کتابُ اللہ کے ساتھ تمسک (مضبوط پکڑنا) کا فرمان ہو رہا ہے، اہلِ بیت کے واسطے یہ فرمان نہیں ہوا۔

۵۔ کتابُ اللہ کے متعلق تحریض (برانگیخت) کی گئی ہے۔ اہلِ بیت کے لئے نہ یہ حکم ہے اور نہ یہ تحریض۔

۶۔ کتابُ اللہ کے حق میں ترغیبِ عمل دلائی گئی ہے۔ یہ چیز اہل بیت کے متعلق مذکور نہیں۔

۷۔ ثمّ کا لفظ تراخیِ مضمون کے لئے ہوا کرتا ہے۔ متحد مضمون اور متفق مضمون کی دو چیزوں کے درمیان لفظ ثمّ لانا موزوں نہیں ہے بلکہ اس کی وضع اور ساخت کے خلاف استعمال ہے۔

۸۔ روایتِ ہذا میں قرآنِ موجودہ کی بنا پر حتماً کہا جاسکتا ہے کہ "ثقلین" میں سے ثانی چیز "اہل بیت" نہیں ہے بلکہ سنتِ نبویؐ ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم۔

(۷)

مدعیانِ حبِ اہلبیت اور ہمارے درمیان مابہ الاختلاف یہ چیز ہے کہ اہلبیت کی اطاعت اور تابعداری قرآنِ مجید کی طرح واجب اور لازم ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ روایتِ ہذا سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم نے تفصیلاتِ بالا میں واضح کر دیا ہے روایتِ ہذا میں کتابُ اللہ کی اطاعت کا بیان صراحۃً موجود ہے اور اہلِ بیت کے ساتھ تمسک کرنا اور اُن کی اطاعت کرنا یہاں مذکور نہیں۔ فلہٰذا یہ روایت جس دعوٰے کے اثبات کی خاطر پیش کی گئی ہے اس مدعیٰ کو ثابت نہیں کر سکتی۔

دلیل ہٰذا سے اہلِ بیت کے حقوق کی رعایت اور احترام وحسن سلوک تو ثابت ہوتا ہے، لیکن جو مدعیٰ وجوبِ اطاعت ہے، وُہ بالکل ثابت نہیں ہوتا اور جو دلیل اپنے مدعیٰ کو ثابت نہ کر سکے وہ تقریب تام نہیں لہٰذا یہاں تقریبِ تام نہیں ہے۔

(۸)

چونکہ مسلم شریف کی روایت، ثقلین کی تمام روایات سے نہایت اہم تھی اس وجہ سے اس کی ذیلی تفاصیل میں بحث ذرا طویل ہوگئی ہے۔ ناظرین کرام ملال نہ فرمائیں۔ آخر میں ہم ایک چیز کی طرف ناظرین کی توجہ دلا کر مندرجہ بالا روایت کی بحث کو ختم کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ان دوستوں کے ہاں اہل بیت کا مفہوم یہی بارہ امام بشمول سیدہ فاطمہؓ ہیں۔ اب قابل توجہ یہ چیز ہے کہ اہل بیت کا مفہوم و مصداق کیا ہے؟ اہل بیت میں کون کون شامل ہیں؟ اس مقصد کو بھی اس روایت نے صاف بتلا دیا ہے۔ جب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہراتؓ اہل بیت ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات تو خود اہل بیت ہیں۔ مزید یہ چار خاندان بھی اہل بیت ہیں۔ اولاد علی ابن ابی طالبؓ۔ اولاد عقیل بن ابی طالبؓ۔ اولاد جعفر بن ابی طالبؓ۔ اولاد عباس بن عبد المطلبؓ۔ یہ سب حضرات روایت ہذا کی رو سے "خاندان اہل بیت" میں شامل ہیں یاد رہے کہ اگر اس روایت مسلم سے وجوب اطاعت کا مسئلہ ثابت کرنا ہے، تو ثقل ثانی، اُن کے گمان میں اہل بیت ہوئے اور اہل بیت یہ سب چاروں خاندان بشمول ازواج مطہرات ہیں فلہذا ان سب کی اطاعت واجب اور لازم ٹھہری۔ دوستوں کو غور و فکر اور تدبر و تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ مطلب ہذا اخذ کیا جائے یا ترک کیا جائے؟

اسناد از ترمذی شریف

(ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ)

جامع ترمذی میں روایت ثقلین' دو طریقوں سے مروی ہے۔ طریق اول پہلے درج کیا جاتا ہے۔ اس کے اسناد کی تحقیق ختم کرنے کے بعد دوسرا طریق درج ہوگا:۔

روایتِ اوّل

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي۔ [1]

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ "نوادر الاصول حکیم ترمذی" کی دوسری روایت جو جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ بعینہٖ یہی روایت ہے۔ گویا وہاں اسناد مکمل مفقود تھا یہاں موجود ہے۔ جامع ترمذی کے اس اسناد کو "اسماء رجال" کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس سند میں ایک مہربان زید بن الحسن ہیں، یہ سب کچھ اُن کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ اُن کی پوزیشن ہم تفصیل سے نوادر الاصول حکیم ترمذی کی روایت اوّل کے تحت واضح کر چکے ہیں۔ یہ بزرگ ضعیف عند المحدثین ہیں۔ منکر روایات لاتے ہیں اور معروف مکیّ جو مشہور شیعہ راوی ہے۔ اس کا سب اندوختہ انہوں نے قوم میں پھیلا دیا ہے اور شیعہ کے ہاں یہ بزرگ اُن کا مروی عنہ ہے یعنی مقبول الروایت ہے۔ امامیُ المذہب ہے اور چھٹے امام جعفر صادق کے خصوصی اصحاب میں اس کا شمار ہے۔ اِن تفصیلات کے منقح ہونے کے بعد روایتِ ہٰذا اہل السنّۃ کے قواعد کی رُو سے قبول نہیں کی جا سکتی۔

روایتِ دوم

دُوسرا طریق جو ترمذی شریف میں مروی ہے اس کے مِن وعَن الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَالْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ

---

[1] ترمذی شریف ص ۲۱۹ جلد دوم۔ باب مناقب اہل بیت

زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَّا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا۔ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ [1]

اس اسناد کی تحقیق و تفتیش کی گئی ہے۔ اس میں تین بزرگ ایسے برآمد ہوئے ہیں جو مخلص شیعہ ہیں۔ ان کے اخلاص فی التشیع معلوم کر لینے کے بعد رد و قبول کا مسئلہ خود بخود ہی حل ہو جاتا ہے۔ علی بن المنذر کوفی اور محمد فضیل کے کوائف مندرجہ حاضر کئے جاتے ہیں اور تیسرے صاحب عوفی ہیں۔ عطیہ کے متعلقات، ہم طبقات ابن سعد کے اسناد میں باوضاحت پیش کر چکے ہیں۔ ان کا تکرار بے سود ہے اب صرف علی بن منذر کوفی اور محمد بن فضیل کا حال درج ہوگا۔

علی بن المنذر سنی رجال میں

۱۔ عَلِیُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الطَّرِیْقِیُّ الْکُوْفِیُّ یَتَشَیَّعُ مِنَ الْعَاشِرَۃِ [1]

۲۔ قَالَ النَّسَائِیُّ شِیْعِیٌّ مَحْضٌ مَاتَ سَنَۃَ ۲۵۶ھ [2]

۳۔ عَلِیُّ بْنُ الْمُنْذِرِ بْنِ زَیْدِ الْاَوْدِیُّ اَبُو الْحَسَنِ الْکُوْفِیُّ الطَّرِیْقِیُّ قَالَ النَّسَائِیُّ شِیْعِیٌّ مَحْضٌ ...... قَالَ مُسْلِمَۃُ بْنُ قَاسِمٍ لَا بَأْسَ بِہٖ وَکَانَ یَتَشَیَّعُ۔ [3]

حاصل یہ ہے کہ علی بن المنذر طریقی کوفی صاحب خالص شیعہ مسلک رکھتے ہیں۔ ۲۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔ دسویں طبقہ کے لوگوں میں اُن کا شمار ہے۔ نسائی اور مسلمہ بن قاسم نے بھی اُن کو شیعہ محض ہی لکھا ہے۔

---

[1] تقریب التہذیب ص۳۷۶ [2] میزان الاعتدال ج ۲ ص۲۳۹ مصری طبع [3] تہذیب جلد ۷ ص۳۸۶

محمدؔ بن فضیل، سُنّیؔ رجال میں

دُوسرے صاحب محمد بن فضیل ہیں :-

۱- مُحمّدُ بْنُ فُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ الضّبیُّ الْکُوفِیُّ ...... رُمِیَ بِالتَّشَیُّعِ [۱]

۲/۳- قَالَ اَحْمَدُ حَسَنُ الْحَدِیْثِ شِیْعِیٌّ وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ کَانَ شِیْعِیًّا مُحْتَرِقًا قَالَ بَعْضُهُمْ لَا یُحْتَجُّ بِہٖ ......قَالَ بْنُ حَبَّانَ کَانَ یَغْلُوْ فِی التَّشَیُّعِ ......قَالَ الدَّارقطنی کَانَ مُنْحَرِفًا عَنْ عُثْمَانَ [۲]

مطلب یہ ہے کہ محمد بن فضیل ضبی کوفی شیعیت کی طرف منسوب ہے۔ - احمد کہتے ہیں' حسن الحدیث ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابو داؤد نے کہا ہے یہ جلنے والا شیعہ تھا یعنی خلفاء ثلاثہ کے اسماء سے جلتا تھا۔ بعض نے کہا ہے اس شخص کے ساتھ دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔ ابنِ حبان کہتے ہیں کہ تشیع میں غالی تھا۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ خلافتِ عثمان و صداقتِ عثمان سے منحرف تھا۔

محمدؔ بن فضیل، شیعہ رجال میں

۱- مُحمّدُ بْنُ الْفُضَیْلِ ابْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّیُّ ......مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلام ثِقَةٌ ......وَفِی الْوَجِیْزَةِ ثِقَةٌ " [۳]

یعنی محمد بن فضیل ضبی ابو عبد الرحمٰن اصحابِ صادق علیہ السلام سے ہے اور معتمد علیہ ہے اور کتاب وجیزہ میں ہے کہ یہ معتبر شخص ہے۔

۲- مُحمّدُ بْنُ الْفُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّیُّ مَوْلَاهُمْ اَبُوْعَبْدُ الرَّحْمٰنِ مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ عَلَیْهِ السَّلَامِ ثِقَةٌ (صه - جـ - د) - (مح) [۴]

۳- مُحمّدُ بْنُ فُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ الضَّبِّیُّ مَوْلَاهُمْ اَبُوْعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثِقَةٌ ....

---

[۱] تقریب ص۳۶۷ [۲] میزان ذہبی ص۱۲۲ ج ۳ - تہذیب ص۴۰۶ ج ۹ - کتاب الجرح والتعدیل ص۵۷ ق اوّل جلد ۴ - [۳] ملخص المقال فی تحقیق احوالِ الرجال ص۱۰۱ طبع ایران [۴] جامع الرواۃ ص۱۷۵ ج ۲

..... قُلْتُ وَعَنِ السَّمْعَانی اَنَّہٗ کَانَ یَغْلُوْا فِی التَّشَیُّعِ ۱؎

مطلب یہ ہے کہ محمد بن فضیل ضبی ابو عبد الرحمٰن اصحابِ صادق علیہ السلام سے ہے۔ ثقہ آدمی ہے اور سمعانی کہتے ہیں کہ یہ تشیع میں غالی تھے۔ کتاب خلاصہ میں مندرج ہے۔ رجالِ شیخ میں درج ہے اور ابن داؤد نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور محمد مرزا استر آبادی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ترمذی شریف کی یہ ہر دو روایات بھی، دوستوں کی ہی مرہونِ منت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے مقاصدِ مجوّزہ کے موافق، جزائے عمل عطا فرماتے: کُلُّ امْرِءٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنٌ ۔ نیز یہ چیز امام ترمذیؒ نے واضح کر دی ہے کہ یہ روائیت متواتر یا مشہور نہیں ہے بلکہ غریب ہے جیسا کہ فاضل ابو موسیٰ مدینی نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ یہ روایتِ ثقلین غریب جدًا ہے ابو موسیٰ مدینی کی تصریح عنقریب اپنے مقام پر درج کی جائے گی۔ اہلِ علم کے لئے وہ مقام قابلِ رجوع ہے اور حافظ ابن تیمیہ حرانی نے بھی منہاج السنّۃ جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ بحث الثقلین میں اپنی یہ تحقیق لکھی ہے کہ:

وَاَمَّا قَوْلُہٗ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ وَ اِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَھٰذَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَدْ سُئِلَ عَنْہُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فَضَعَّفَہٗ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ وَقَالُوْا لَا یَصِحُّ ۲؎

یعنی عترت واہل بیت الخ کے الفاظ سے جو فاضل ترمذی نے اس کو روائیت کیا، اس کے متعلق امام احمد سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا اور بھی متعدد اہل العلم نے اس کو ضعیف بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ روائیت صحیح نہیں ہے۔

۱؎ منتہی المقال ابو علی ص۲۸۷

۲؎ منہاج السنّۃ جلد چہارم ص۱۰۵ لابن تیمیہ حرانی

اسناد از مسند بزار ابی بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار

متوفی سنہ ۲۹۲ھ

روایتِ اوّل

حدّثنا احمد بن منصور ثنا داؤد بن عمرو وثنا صالحُ بن موسٰی بن عبد اللہ حدّثنی عبدُ العزیز بن رفیع عن ابی صالحٍ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم انّی قد خلفتُ فیکُم اثنین لن تضِلُّوا بعدھما ابداً کتاب اللہِ ونسبی ولن یّتفرّقا حتّی یردا علیّ الحوض " قال الشیخ لا نعلمہٗ یُروی عن ابی ھریرۃؓ الا بھذا الاسنادِ وصالحٌ لیّن الحدیث [1]

اہل علم کی آگاہی کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ مسندِ بزار کا نوادراتِ زمانہ سے ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ ہم نے بڑی کوشش سے اس مسند کے قلمی نسخہ جات موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا و کتب خانہ حیدر آباد دکن میں سے روایتِ ثقلین کے دو اسناد حاصل کئے ہیں۔ ایک اسناد کامل سطرِ بالا میں درج کر دیا ہے۔ اس کے رواۃ کی تفتیش کے بعد دوسرا اسناد بھی حاضر خدمت ہوگا۔ اس اسناد میں ایک صاحب صالح بن موسٰی بن عبد اللہ طلحی جلوہ افروز ہیں۔ ہماری دانست کے موافق یہ روایت انہی کے احسانات بے غایات میں داخل ہے اب اُن کا رجال میں مندرجہ حال ملاحظہ فرمائیں؛

صالح بن موسٰی طلحی سُنّی رجال میں

صالحُ بنُ موسٰی بنِ عبد اللہِ بنِ اسحاق الطّلحی ..... ضعیفُ الحدیثِ، منکر الحدیث جدًّا کثیرُ المناکیر عن الثّقات [2]

---

[1] مسند بزار قلمی در مسندات ابی ہریرۃ موجود در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)، [2] کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم رازی جلد دوم۔ قسم اوّل ص۴۱۵ طبع دکن

یعنی صالح طلحی باب حدیث میں ضعیف ہے۔ بیحد منکر الحدیث ہے۔ ثقہ لوگوں کے نام سے منکر روایات چلایا کرتا ہے۔

۲۔ صالح طلحی کوفی ..... قال ابن معین لیس بشیئ و قال ایضا صالح و اسحق ابنا موسیٰ لیس بشیئ ولا یکتب حدیثھما ..... قال النسائی لا یکتب حدیثہ ضعیف و قال فی موضع اخر متروک الحدیث .... قال ابو نعیم متروک یروی المناکیر۔ [1]

یعنی ابن معین کہتے ہیں کہ صالح طلحی باب حدیث میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ بھی ابن معین کہتے ہیں، صالح اور اسحٰق موسیٰ کے دونوں فرزند ارجمند کوئی شئے نہیں ہیں۔ ان دونوں کی حدیث نہ لکھی جائے اور نسائی نے بھی یہی کہا ہے کہ صالح ضعیف ہے۔ اس کی حدیث نہ نقل کی جائے اور دوسرے مقام پر کہا ہے کہ اُن کی روایت کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ ابونعیم کہتے ہیں یہ متروک الروایت آدمی ہے۔ منکر روایات (معتمد لوگوں کے خلاف) لایا کرتے تھے۔

صالح بن موسیٰ طلحی، شیعہ رجال میں

۱/۱۔ صالح بن موسی الطلحی الکوفی (ق) (م) [2]

۳۔ عدۃ الشیخ ایاہ فی رجالہ من صادق علیہ السلام [3]

ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بزرگ طلحی کو شیخ طوسی نے امام جعفر صادق رحمہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ محمد مرزا استر آبادی نے بھی اس کو اپنے رجال میں ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام مطلع رہیں، اس روایت مندرجہ بالا کی جرح و قدح میں ہم متفرد نہیں ہیں بلکہ مجمع الزوائد الہیثمی جلد نہم صہ۱۶۳ پر بھی اس روایت کی جرح ان الفاظ کے ساتھ دستیاب ہو گئی ہے رواہ البزار و فیہ صالح بن موسی الطلحی وھو ضعیف یعنی اس روایت کو محدث بزار اپنے مسند میں لائے ہیں اور کہا ہے

---

[1] تہذیب صفحہ ۴۰۴/۴۰۵ ج ۴ [2] جامع الرواۃ ج ۱ ۔ رجال تفرشی صہ [3] رجال مامقانی صہ۹۴ (ج ۲)

کہ سند میں صالح بن موسیٰ الطلحی ضعیف شخص ہے اور خود صاحبِ کتاب محدث بزار نے بھی ختمِ روایت پر یہ لفظ ثبت فرما دئے ہیں کہ راوی صالح لین الحدیث ہے یعنی روایت کے باب میں یہ کمزور فرد ہے۔

روایتِ دوم

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ ثَنَا سُعَادُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي مَقْبُوضٌ وَإِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ يَعْنِي كِتَابَ اللّٰهِ وَأَهْلَ بَيْتِي وَإِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُمَا وَإِنَّهُ لَنْ تَقُومَ حَتَّى يُبْتَغَى أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يُبْتَغَى الضَّالَّةُ فَلَا تُوجَدُ ۔

الْحَدِيثُ ضَعِيفٌ ۔ [1]

مسند بزار کی اِس دوسری سند میں تین چار بزرگ شیعہ حضرات تشریف فرما ہیں۔ اُن کی تفصیلات اسماء رجال کی زبانی معلوم کر لینے کے بعد قارئین کو تسلی ہو جائے گی۔ علی بن ثابت۔ سعاد بن سلیمان الحارث الاعور، اِن ہر سہ افراد کے حالات علی الترتیب ذکر کئے جاتے ہیں۔

علی بن ثابت "سنی" رجال میں

۱۔ عَلِيُّ بْنُ ثَابِتِ نِ الدَّهَّانُ ۔۔۔ صَدُوقٌ لٰكِنَّهُ شِيعِيٌّ مَعْرُوفٌ [2]

یعنی علی بن ثابت کو علامہ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ صدوق تو ہے لیکن مشہور و معروف شیعہ ہے۔

---

[1] مسند بزار قلمی۔ مسنداتِ علیؓ۔

[2] میزان الاعتدال ذہبی ص۲۱۹ ۔ ج ۲ ۔

علی بن ثابت شیعہ رجال میں

۱۔ عَلِیُّ بْنُ ثَابِتٍ (بن) (۴) ج ۱ ؎

۲۔ عَدَّہُ الشیخ فی رجالہٖ من اصحابِ السَّجَّادِ عَلَیْہِ السَّلَام۔ ۲؎

اِن حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ شیخ طوسی نے اِس بزرگ علی بن ثابت کو، امامِ زین العابدین رضؓ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور محمد مرزا استر آبادی نے اس کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔ ہر سہ حوالہ جاتِ شیعی کا خلاصہ یہی ہے

سُعاد بن سلیمان

۱۔ سُعَادُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْجُعْفِیُّ ...... صَدُوْقٌ یُخْطِیُٔ وَکَانَ شِیْعِیًّا ۳؎

۲۔ سُعَادُ بْنُ سُلَیْمَانَ .. .. .. قَالَ اَبُوْحَاتِمٍ کَانَ مِنْ عُتُقِ الشِّیْعَۃِ وَ لَیْسَ بِقَوِیٍّ فِی الْحَدِیْثِ .. ۴؎

۳۔ سُعَادُ بْنُ سُلَیْمَانَ الْجُعْفِیُّ الْکُوْفِیُّ قَالَ ابُوحَاتِمٍ شِیْعِیٌّ لَیْسَ بِقَوِیٍّ ۵؎

اِن تصریحات و مندرجات کا مطلب یہ ہے کہ سعاد مذکور روایت میں خطا کار ہے اور شیعہ بزرگ ہے۔ ابُوحاتم کہتے تھے کہ یہ شخص شیعہ کے سرداروں میں سے ہے اور بابِ حدیث میں قوی نہیں ہے۔

الحارث الاعور سُنّی رجال میں

الحَارِثُ الْاَعْوَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الْھَمْدَانِیُّ الْخَارِفِیُّ الْکُوْفِیُّ .. عَنِ الشَّعْبِیِّ اَنَّہٗ کَانَ کَذَّابًا..... قَالَ ابُوْزُرْعَۃَ لَا یُحْتَجُّ بِہٖ وَقَالَ ابُوْحَاتِمٍ لَیْسَ بِقَوِیٍّ وَلَامِمَّنْ یُحْتَجُّ بِہٖ...... قَالَ ابْنُ حِبَّانَ کَانَ الْحَارِثُ

۱؎ جامع الرواۃ ص۵۵۰ ج اول ۲؎ رجال مامقانی ص۲۷۱ ج ۲ ۳؎ تقریب ص۱۲۸ ۴؎ تہذیب ص۴۶۲ ج ۳ ۵؎ میزان ذہبی ص۳۰۱ ج اول۔

غَالِيًا فِی التَّشَیُّعِ وَاهِیًا فِی الْحَدِیْثِ مَاتَ خَمْسٍ وَسِتُّوْنَ ۔۔ ؎۱

الاعور قال ابن المدینی کذّاب ۔۔ ۔۔۔۔۔ قال ابن معین ضعیف

۔۔ کان ابن سیرین یری ان عامّة ما یروی عن علی باطل ۔۔۔۔

قال ابن حبان کان الحارث الاعور غالیا فی التشیع واهیا فی الحدیث ؎۲

ہر دو حوالہ جات مندرجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حارث اعور کو شعبی نے کذّاب کہا ہے اور ابو زرعہ کہتے ہیں کہ یہ شخص قابلِ استدلال نہیں ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے اور ایسے لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو قابلِ حجت نہیں ہیں۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ بزرگ "شیعیت" میں غالی تھا اور بابِ حدیث میں بے سند آدمی ہے۔ ابنِ مدینی اس کو کذّاب کہتے ہیں۔ ابنِ معین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ محمد بن سیرین کا اعتقاد یہ تھا کہ حارث اعور حضرت علیؓ سے جو روایات لے آتا ہے اُن میں اکثریت اُن چیزوں کی ہے جو حضرت علیؓ نے ارشاد نہیں فرمائیں بلکہ حارث نے افتراء باندھا ہے۔ ابنِ حبان نے کہا ہے یہ تشیع میں غالی مذہب رکھتا تھا۔ حدیث کے باب میں واہی (بے اصل، بے بنیاد) آدمی تھا۔

الحارث "شیعہ رجال میں"

۱: الحارث الاعور بن عبد الله الهمدانی هو من الاولیاء من اصحاب امیر المؤمنین علیه السلام" ؎۳

۲: اقول انه لا ینبغی الریب فی وثاقة الرجل وتقواه ؎۴

حاصل یہ ہے کہ حارث اعور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے ہے۔ اس کے ثقہ ہونے اور متقی ہونے میں شبہ کرنا مناسب ہی نہیں ہے۔

مسندِ بزار کی بحث کے آخر میں ہم ناظرین کو اس امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ

؎۱ تہذیب ص ۱۴۵ - ۱۴۶ ج دوم ؎۲ میزان الاعتدال ذہبی ص ۲۰۲ ج اول۔ ؎۳ جامع الرواۃ ص ۱۷۱ - ج ۱ - ؎۴ رجالِ مامقانی ص ۲۴۵ - ج اول ؏

اِس روایت کو خود صاحب کتاب محدّث بزار نے بھی کہہ دیا ہے کہ الحدیث ضعیف؟ یہ حدیث معیارِ صحت میں بالکل کمزور ہے۔ دُوسرا علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد نہم صد ۱۶۳ میں بھی اِس روایت کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے کہ رواہُ البزار وفیہ الحارث وھُو ضعیف یعنی روایت کیا اس کو بزار نے، اس کی سند میں ایک شخص حارث ہے، وُہ محدّثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ انصاف فرمائیے کہ ان تفصیلات کے بعد اس روایت کے عدمِ قبول میں کوئی اشتباہ باقی رہ جاتا ہے؟

اسانیدِ نسائی

واضح ہو کہ محدّث ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سے یہ روایتِ ثقلین دو طریقوں سے مروی ہے۔ ایک طریقہ وہ ہے جو اُن کی کتاب خصائصِ سیدنا علیؓ میں مذکور ہے۔ دُوسرا طریقہ وُہ ہے جو اُن کی مشہور تصنیف السُّنن الکبریٰ میں مرقوم ہے اور موجودہ 'سُننِ نسائی' میں جو اس کبرائے سنن کا خلاصہ ہے، نہیں ہے۔ اب پہلے ہم ان تصانیف میں سے ہر دو طریقِ روایت کو سندِ کامل کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اسنادِ اوّل

اخبرنا احمدُ بن المثنّٰی، قال حدّثنا یحیی بن معاذ، قال اخبرنا ابو عوانۃ عن سُلیمان، قال حدّثنی حبیب ابن ثابت عن ابی ثابت عن ابی الطّفیل عن زید بن ارقمؓ قال لمّا رفع النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم عن حجّۃ الوداع ونزل غدیر خم، امر بدوحات فقممن ثمّ قال کانّی دعیتا فاجبت وانّی تارکٌ فیکم الثّقلین احدھما اکبر من الاٰخر کتاب اللّٰہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانّھما لن یتفرّقا حتّٰی یردا علی الحوض .. .. ثمّ قال انّ اللّٰہ مولای وانا ولیّ

كُلِّ مُؤمِنٍ ثمّ إنّهُ أخذَ بيدِ عليٍّ رضي الله عنه فقال مَنْ كنتُ وليّهُ فهذا وليّهُ اللّٰهُمّ والِ مَنْ والاهُ وعادِ مَنْ عاداهُ فقلتُ لزيدٍ سمعتَهُ مِنْ رسولِ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ وانّهُ ماكانَ فِي الدّوحاتِ احدٌ الّا رآهُ بعينيهِ وسمعهُ باذنيهِ [1]

اسنادِ ثانی

قد روى النّسائيُّ فِي سُنَنِهِ عَنْ محمّد بن المثنّى عَنْ يحيى بن حمّاد عن: أبي معاوية عن الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن أبي الطّفيل عن زيد بن ارقم قال لمّا رجع رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلّمَ عن حجّة الوداع ونزل بغدير خم، امر بدوحاتٍ فقمّمن ثمّ قال كانّي قد دعيت فاجبت انّي قد تركتُ فيكم الثّقلين كتابُ اللهِ وعِترتِي أهلَ بيتي فانظروا كيف تخلّفوني فيهما فانّهما، . . . لن يتفرّقا حتّى يردا عليّ الحوض، . . . . ثمّ قال الله مولاي وانا وليّ كلّ مؤمن ثمّ اخذ بيد عليّ فقال من كُنتُ مولاه فهذا وليّه - اللّٰهمّ والِ من والاه وعادِ من عاداه فقلتُ لزيد سمعته من رسُول اللهِ صلّى اللهُ عليه وسلّم فقال ماكان في الدّوحاتِ احدٌ إلّا رآهُ بعينيه وسمعه باذنيه ۔ تفرّد به النّسائي من هذا الوجه [2]

ہر دو روایات کا حاصل ترجمہ یہ ہے :

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی پر جب تالابِ خم کے پاس فروکش ہوئے تو درختہائے کلاں کی صفائی کا حکم صادر فرمایا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے دعوتِ اجل

---

[1] الخصائص للنسائی ص۱۵ طبع مصر [2] البدایہ والنہایہ جلد پنجم ص۲۰۹ للحافظ ابن کثیر الدمشقی

پہنچے گی میں اسے قبول کروں گا، تحقیق میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک چیز دوسری چیز سے بڑی ہے وہ اللہ کی کتاب ہے اور میری اولاد میری اہلبیت ہیں۔ اس بات کا خیال کرنا کہ میرے بعد اُن کے ساتھ کیا معاملہ کرو گے! یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر پہنچیں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ میرے سردار اور مہربان ہیں اور میں ہر مومن کا دوست ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس شخص کا میں دوست ہوں، یہ علیؓ المرتضیٰ بھی اُس کے دوست ہیں۔ اے اللہ! جو اس کے ساتھ دوستی رکھے اس کو تو بھی دوست رکھ اور جو شخص اُس کے ساتھ دشمنی رکھے تو بھی اُس کے ساتھ عداوت رکھ!

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقمؓ کو کہا کہ تُو نے یہ بات حضور علیہ السلام سے سُنی ہے؟ تو اُس نے کہا کہ جو شخص بھی اِن درختوں میں حاضر تھا، اُس نے یہ چیز اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھی اور اپنے دونوں کانوں سے سُنی" روایات مندرجہ بالا کا حاصل ترجمہ ذکر کرنے کے بعد ان کی متعلقہ گزارشات پیشِ خدمت ہیں:-

(۱)

پہلی روایت علامہ نسائی کے "رسالہ خصائص سیدنا علیؓ" میں مذکور ہے اِس سے پہلے دو نام احمد بن مثنیٰؒ اور اُس کا شیخ یحییٰ بن معاذ، مطبع والوں کی طرف سے غلط چھپ گئے ہیں اور رجال کی کتابیں (جو متداول ہیں) اُن میں ان کا کہیں سُراغ نہیں ملتا۔ بڑی تلاش کی گئی ہے۔ پھر شیعہ رجال بھی دیکھے گئے ہیں۔ وہاں بھی یہ دونوں نام لاپتہ ہیں۔ اس کے بعد خصائص کے دیگر نسخوں کی طرف رجوع کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کاتب وطابع کی مہربانی سے یہ ہر دو نام غلط طبع ہوئے ہیں۔ احمد بن المثنیٰؒ کی جگہ محمد بن المثنیٰ صحیح نام ہے اور یحییٰ بن معاذ کی بجائے یحییٰ بن حماد درست نام ہے۔ علامہ نسائی نے خصائص ہذا میں صحتِ روایات کا بالکل التزام نہیں کیا۔ بہت سی ضعیف روایات بھی اس میں آگئی ہیں اور متہم بالوضع اور متہم بالتشیع اور کئی قسم کے مجروح رواۃ سے اس کی روایات مدوّن

ہیں اور دوسری روایت حافظ ابنِ کثیر عماد الدین نے البدایہ والنہایہ ۔ جلد پنجم صہ ۲۰۹
میں نسائی کی "السنن الکبریٰ" سے نقل کی ہے اور فرمایا کہ تفرد بہ النسائی من ھذا
الوجہ مطلب یہ ہے کہ روایتِ ہذا کو اس طریقہ سے ذکر کرنے میں فاضل نسائی متفرد
ہیں ۔ اس طریقہ میں اور محدثین اس کے شریک نہیں ہیں ۔ امامِ ترمذی نے روایتِ
ثقلین کو غریب کے لقب سے یاد کیا ہے جیسا کہ عنقریب گذرا ہے اور ابوموسیٰ
مدینی نے اس کو غریبٌ جدًّا سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ عنقریب اپنے مقام پر آرہا
ہے اور حافظ ابنِ تیمیہ نے بھی عترتی اھل بیتی والی روایت کو ضعیف اور غیر صحیح
کہا ہے جیسا کہ ترمذی کی روایت کے آخر میں واضح طور پر لکھا گیا ہے

۲

نیز واضح ہو کہ "السنن الکبریٰ" کی روایت کو صاحبِ "فلک النجاۃ" اور صاحبِ
"عبقات" وغیرہما اُن کے مجتہدین نے نہیں ذکر کیا ۔ ہم نے اپنی تلاش کے موافق،
اس کی جستجو کر کے، اس کو پیش کر دیا ہے ۔ قصد یہ ہے کہ اس نوع کی روایات جس
قدر مل سکتی ہیں، وہ سب یکجا کر دی جائیں تاکہ صحیح وسقیم وضعیف وقوی کا درست
اندازہ ہو سکے اور اس کا صحیح محل قائم اور متعین ہو سکے ۔

۳

یہ ہر دو روایات مندرجہ بالا دراصل ایک ہی روایت ہے ۔ اسناد میں صرف
ایک راوی کا فرق ہے اس طرح کہ خصائص میں یحییٰ بن حماد کا شیخ ابوعوانۃ ہے
اور سنن میں یحییٰ بن حماد کا شیخ ابومعاویہ ہے ۔ باقی تمام اسناد ایک جیسا ہے اور
متن بھی ۔ ہر دو اسانید میں سے پہلی سند کے متعلق ہم کوئی کلام نہیں کرتے ۔ البتہ ابومعاذ
کے متعلق ذرا سخت الفاظ پائے جاتے ہیں، اُن کو سامنے لا دینا ٹھیک ہے ۔ ذہبی
نے میزان الاعتدال صہ ۴۸۲ جلد سوم میں ابومعاویہ کے حق میں لکھا ہے کہ :

وَقَدِ اشْتَهَرَ عَنْہُ الغلوّ علی التشیع یعنی غالی شیعہ تھے۔اُن کا غلو فی التشیع مشہور تھا

(۴)

واضح رہے کہ نسائی کی یہ روایات صحیح مسلم اور اُس کے ساتھ جمع کردہ روایات (یعنی مسند احمد کی روایتِ ہشتم اور دارمی کی روایت) سے کم درجہ رکھتی ہیں۔ مسلم اور اس کے ساتھ والی دونوں روایات میں صحت کے شرائط کماحقہ پائے جاتے ہیں اور یہاں وہ موجود نہیں ہیں۔البتہ ان کو ہم ہر سہ روایاتِ مذکورہ کے بعد کا درجہ دے سکتے ہیں۔اب ہم ہر دو مرویاتِ نسائی کے متنِ روایت کے متعلق گزارش کرتے ہیں:

روایتِ نسائی کے دو حصے ہیں:۔ روایت کا پہلا حصہ عترت و اہلبیت کے وجوبِ اطاعت اور وجوبِ تمسک کے لئے پیش کرتے ہیں۔یہ حصہ حتّٰی یردا علیّ الحوض تک ختم ہو جاتا ہے۔پھر دوسرا اللہ مولای وانا ولی کلّ مؤمنٍ الخ کو، علی المرتضیٰ رضؓ کی خلافت بلافصل کی خاطر تجویز کیا کرتے ہیں۔یہ آخر روایت تک چلا گیا ہے مختصر یہ ہے کہ اِن ہر دو دعاوی پر روایاتِ مندرجہ بالا کو دلیلِ صریح کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔اَب متن میں غور کر لیا جائے کہ اس سے مذکورہ دعاوی کا اثبات و استنباط کہاں تک درست ہے؟

اوّلاً: روایاتِ مندرجہ کے پہلے حصہ میں بہ نظرِ انصاف تدبّر کیا جائے، اس میں کہیں ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے مسئلہ وجوبِ اطاعت ثابت ہوتا ہو، مثلاً یہاں عترت و اہلِ بیت کے اقوال و اعمال کو عمل درآمد کے لئے اخذ کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

۲۔ یا اُن کے ساتھ تمسک کا فرمان جاری کیا گیا ہو۔

۳۔ یا متنِ روایت کے کسی لفظ سے اُن کی اطاعت کا لزوم معلوم ہوتا ہو۔

۴۔ یا یُوں ارشاد فرمایا گیا ہو کہ اگر اِن کا فرمان مانوگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے وغیرہ

بہرکیف اِس نوعیت کا کوئی حکم یہاں موجود نہیں ہے۔ پس یہ دلیل دوستوں کے اثباتِ مدعیٰ کے لئے ہرگز مفید نہیں یعنی تقریب تام ندارد۔ اِس حصہ میں صرف کتابُ اللہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اہلِ بیت کے ساتھ حسنِ معاملہ کے متعلق توجہ دلائی گئی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ قرآنِ مجید سے اہلِ بیت ہمیشہ ہمیشہ نہ جُدا ہوں گے اور اُن کا یہ مستقل نشان بیان کیا کہ قرآنِ مجید کا ساتھ یہ لوگ دائماً نہ چھوڑیں گے، اُن کی کچھ نہ کچھ تعداد ضرور قرآن سے وابستہ رہے گی۔

ثانیاً، روایتِ ہٰذا کے حصۂ ثانی کی طرف رجوع فرمائیے جس کو حضرت علیُ المرتضیٰؓ کی خلافتِ بلافصل کے لئے واضح ثبوت قرار دیا جاتا ہے۔ اُن کے نزدیک یہ دلیل اِس دعوٰی کے اثبات کے لئے روزِ روشن سے بھی زیادہ درخشندہ ہے۔

تمام بحث کا دارومدار یہاں لفظ ولی اور مولیٰ پر ہے۔ اُن کے نزدیک یہ الفاظ یہاں خلیفہ بلافصل کے معنی میں مستعمل ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہے کہ جس کا میں مولیٰ یا ولی ہوں، اُس کے علیؓ بھی مولیٰ اور ولی ہیں۔ فلہٰذا اِس روایت سے ثابت ہوا کہ علی المرتضیٰؓ تمام مسلمانوں کے لئے خلیفہ بلافصل ہیں۔

الجواب

یہاں چند چیزیں قابلِ توجہ ہیں:

(۱) اہل السنۃ میں سے بہت سے اکابر علماء جیسے امامِ بخاریؒ۔ ابنِ ابی حاتم رازیؒ ابراہیم الحربیؒ۔ ابنِ ابی داؤدؒ۔ ابنِ حزمؒ وغیرہم) کو غدیرِ خم کے واقعہ کی تفصیلات، (مثلاً علی المرتضیٰ کا ہاتھ پکڑنا اور فرمانا کہ جس کا میں مولا ہوں، علیؓ بھی اُس کے مولا ہیں وغیرہم) کی صحت میں کلام ہے۔ اِس بناء پر کہ جن صحیح اسانید کے ساتھ یہ واقعہ منقول ہے مثلاً صحیح مسلم وغیرہ میں، وہاں یہ تفاصیل مذکور نہیں ہیں، مفقود ہیں اور جہاں اِس نوعیت کی تفصیلات دستیاب ہوتی ہیں، وہاں کے بیشتر طرق متکلم فیہ اور قابلِ نقد

ہیں صحتِ روایت کے معیار پر نہیں اتر سکتے۔ فلہٰذا یہ روایتِ ولایت عند العلماء قابلِ بحث بن گئی ہے۔ بہت سے علماء اس کی عدمِ صحت کی طرف ہیں جس طرح اوپر اُن میں سے بعض کا ذکر کیا ہے اور بعض حضرات اس کے صحیح ہونے کے قائل ہیں اور جو اکابر روایتِ ہذا کو درست تسلیم کرتے ہیں، اُن کے نزدیک بھی روایت کا معنیٰ اور مفہوم وہی معتبر ہے جو عنقریب ہم پیش کر رہے ہیں یعنی اس موقعہ پر دوستی و محبت بیان کرنا مقصود تھا، خلافت بلافصل ہرگز مراد نہیں تھی اور خلافت کے متعلق کوئی تذکرہ وہاں جاری نہیں تھا۔

(۲) دُوسری عرض یہ ہے کہ اگر نسائی کی روایاتِ بالا کے متن پر غور کیا جائے تو یہ معلوم کرنا مقصد ہے کہ یہاں لفظ مَوْلیٰ اور وَلِیّ کا کون سا معنی درست ہے؟ اہلِ علم جانتے ہیں کہ مَوْلیٰ کے متعدد معانی لغتِ عربی میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ابنِ اثیر جزری نے اپنی کتاب "النھایۃ" جو لغتِ حدیث میں مشہور ہے میں لفظ مولیٰ کے سولہ عدد معانی درج کئے ہیں اور "المنجد" میں بیس اکیس معانی لکھے ہیں مگر ان تمام معانی میں لفظ مولیٰ کا معنیٰ خلیفہ بلافصل کہیں بھی دستیاب نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ مولیٰ کے اتنے کثیر معانی میں جب بلافصل خلیفہ کا مفہوم نہیں پایا گیا تو اِن معانی میں سے کون سا معنی یہاں روایت ہذا میں درست ہوگا تو اس اشکال کا حل خود اس روایت نے کر دیا ہے اس طرح کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے متصلاً بعد اس روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ یعنی اے اللہ! جو علیؓ کے ساتھ دوستی رکھے تو اُس کے ساتھ دوستی رکھ! اور جو علیؓ کے ساتھ دشمنی رکھے تو بھی اُس کے ساتھ عداوت رکھ! اِن کلمات میں موالاۃ ایک دوسرے سے دوستی رکھنا اور معاداۃ ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا ہر دو کو ایک دُوسرے کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہے، اُن کا یہ تقابل ذکر کیا جانا یہ خود اِس بات کا واضح قرینہ ہے کہ اِس مقام میں مولیٰ اور ولی دوستی و محبت کے معنی میں ہی مستعمل ہے کوئی دُوسرا معنیٰ خلیفہ بلافصل یہاں مراد نہیں ہے ورنہ یہ جملہ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ

عاداہ ماقبل کے ساتھ بے جوڑ ہو کر رہ جائے گا۔ ایک مادہ ولی کے ایک ہی روایت میں دو معنی متغایر قایم ہونے کی وجہ سے معنوی تشتت رُونما ہو گا جو بلاغتِ کلام کے منافی ہے۔

۳

جب روایتِ ہذا کے الفاظ کے اعتبار سے مولیٰ کا معنی دوست ومحب متعین ہو گیا تو اَب غور فرمائیے کہ یہ دلیل اثباتِ خلافتِ بلافصل کے لئے کہاں تک مثبت ہو سکتی ہے اور جو دلیل اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکے وہ تقریب تام نہیں ہے دعویٰ تو یہ ہے کہ علی المرتضیٰؓ نبوت کے بلافصل خلیفہ ہیں اور اس دعویٰ کے اثبات کے لیے جو حجت اور دلیل پیش کی گئی ہے اس میں وارد ہے کہ جس شخص کا نبیؐ دوستدار ہے علی بھی اسی کا دوستدار ہے ۔ اے اللہ! جو شخص علیؓ کے ساتھ محبت رکھے تو اُس کے ساتھ محبت رکھ ۔ جو علیؓ کے ساتھ دشمنی رکھے تو اُس کے ساتھ دشمنی رکھ!

آپ ہی انصاف فرمائیں کیا ایسی دلیل سے دعویٰ مذکور ثابت ہو سکتا ہے جس میں خلافتِ بلافصل کے لئے ایک کلمہ بھی وارد نہیں ہے۔ نسائی کی روایات کا خلاصہ یہ ہوا کہ روایاتِ ہذا اگر صحیح ہیں تو مدعیانِ حبِ اہلبیت کے لئے مفید نہیں اور مسلکِ اہلُ السنّۃ کے لئے مضر نہیں کیونکہ روایتِ ہذا کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں یہاں صرف فضیلتِ مرتضوی ثابت ہوتی ہے، اِس کے ہم قایل ومعترف ہیں۔ خلافت بلافصل نہیں ثابت ہوتی جس سے اُن کا مدعا پورا ہو سکتا۔

تنبیہہ تحقیق کے شایق اہلِ علم کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ میر حامد حسین صاحب مجتہد شیعی لکھنوی نے جس طرح روایتِ ثقلین پر دو ضخیم جلدیں عبقات الانوار کی مرتب کی ہیں اور اپنے زعم میں اس کو متواتر ثابت کرنے کے لئے تمام تر قوت بے فائدہ صرف کر دی ہے، ٹھیک اسی طرح میر صاحب نے روایتِ "ولایت" مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ الخ کو بھی لفظاً ومعنیً متواتر ثابت کرنے کی خاطر اپنی کتاب عبقات الانوار کی کلاں جلدیں مدوّن کر دی ہیں اور اپنی جانب سے انہوں نے اِس

مقصد پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔ لیکن علماء حق کو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے جواب کی بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا تھانوی مرحوم نے اپنی تصنیف بیان القرآن پارہ ششم آیت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کے حواشی مسمّی بہ تصحیح الاغلاط متعلقہ جلد سوم مطبوعہ مجتبائی دہلی میں اس روایت " ولایت " (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) کی عربی عبارت میں طویل بحث کی ہے جس میں اس روایت کے تمام طرق و اسانید جمع کر کے محققانہ تنقید فرمائی ہے وہاں صاحب عبقات کی تمام مساعی کو خوب ردّ کیا ہے۔ ہم تحقیق کے طلبگار لوگوں سے گزارش کریں گے اگر اس روایت کی کما حقہ تحقیق دیکھنی مطلوب ہو تو اس مقام سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔ وہاں بڑے بڑے عجیب علمی انکشاف حاصل ہوں گے۔ اور شیعی استدلال کی پوری حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔

اسناد مسند ابی یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ التیمی الموصلی

متوفی ۳۰۷ھ

"حدثنا بشر بن ولید ثنا محمد بن ظلحۃ عن الاعمش عن عطیّہ بن سعد عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشك ان اُدعیٰ فاجیب وانی تارك فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ حبل ممدود بین السماء والارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علیّ الحوض فانظروا بما تخلفون فیھما۔" (مسند ابی یعلیٰ الموصلی ص۶۲ قلمی کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد دکن)

واضح ہو کہ ابو یعلیٰ موصلی کا یہ مسند نوادرات زمانہ میں سے ہے۔ بڑی جستجو کے بعد حیدرآباد دکن کے کتب خانہ سعیدیہ میں ملا ہے۔ وہاں کے ثقہ اور معتمد علیہ مشہور اہل علم مولانا ابوالوفا افغانی مدیر لجنۃ احیاء معارف النعمانیہ دکن کے ذریعے یہ روایت منگائی گئی ہے جو بلفظہ و بعینہ یہاں مندرج ہے۔ اس کے اسناد کی طرف توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس سند میں بعض بزرگ ایسے تشریف رکھتے ہیں جن کی وجہ سے سند ساقط الاعتبار ہو چکی ہے۔ یہ

صاحب عطیہ بن سعد عوفی کوفی ہیں۔ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ کثیر الخطا ہے مشہور مدلس ہے۔ (جس سے روایت لیتا ہے اس کا اصلی نام واضح نہیں کرتا)۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا "شیعانِ کوفہ" میں شمار ہے اور "دوستوں" کا عمدہ نمائندہ ہے۔ محمد بن سائب الکلبی (جو مشہور کذّاب ہے) سے اس شخص نے جعلی روایات کا بہت بڑا ذخیرہ (ابو سعید کنیت تجویز کر کے) اُمّت میں پھیلا دیا ہے۔ تہذیب التہذیب و میزان الاعتدال ذہبی وغیرہ میں ان استاد و شاگردوں کے حالات ملاحظہ فرما کر تسلّی کر لی جائے۔ اندریں حالات ان کی مرویات کو قبول کر لینا قواعد اہل السنتہ کے بالکل برعکس ہے۔

نیز اگر ہم اس روایت کو علی سبیل الفرض صحیح تسلیم کر لیں تو بھی دوستوں کا مدعیٰ و مطلوب اس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ روایت ہذا میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جس سے اہلِ بیت و عترت کی وجوب اطاعت ثابت ہوتی ہو۔

۱۔ نہ اس متن مندرجہ بالا میں تمسک کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔ نہ اس میں یہ حکم ہو رہا ہے کہ عترت کا قول و فعل قبول نہ کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

۳۔ نہ ہی یہاں خلافت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔

البتہ یہاں کتاب اللہ کی اہمیت ایک تمثیل کے ساتھ مذکور ہے اور حقوق اہلِ بیت کی رعایت رکھنے کی ترغیب مندرج ہے اور بس!

اسی طرح مسند ابی یعلیٰ جلد اوّل تحت مسندات ابی سعید الخدری میں ثقلین کی ایک اور روایت بعینہٖ اسی نوع کی منقول ہے وہ بھی عطیہ عوفی (عن سعید الخدری) کی وجہ سے مجروح و مقدوح ہے۔ اہلِ علم کی تسلّی کے لیے یہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

اسناد محمد بن جریر طبری۔ المتوفیٰ ۳۱۰ھ

(بحوالہ کنز العمال۔ جلد اوّل)

....عن محمد بن عمر بن علی عن ابیہ عن ابی طالبؓ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم حضر الشجرۃ بخم فخرج

اخذا بید علی فقال یا ایھا الناس الستم تشھدون ان اللہ ربکم قالوا بلی قال الستم تشھدون ان اللہ و رسولہ اولی بکم من انفسکم وان اللہ و رسولہ مولاکم قالوا بلی قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم لن تضلوا بعدی کتاب اللہ بایدیکم و اھل بیتی "

(کنز العمال جلد اول صہ ۹۶ طبع اول تختی کلاں)

________ ترجمہ روایت ھذا ________

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خم کے پاس درختوں میں تشریف لائے۔ (قیام فرمایا) پھر علی کا ہاتھ پکڑے (اپنی قیام گاہ سے) باہر تشریف لا کر فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تمہارا رب ہے۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا! کیا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے نفسوں سے بھی تمہارے ساتھ زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول تمہارے مولا ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں صحیح ہے۔ پھر فرمایا جس کا مولا میں ہوں اس کے علی مولا ہیں۔ تحقیق میں تم میں ایسی چیز کو چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس کو پکڑو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے تمہارے ہاتھوں میں اور میرے اہل بیت ہیں۔"

واضح ہو کہ اس روایت مندرجہ بالا کی کامل سند تلاش کے باوجود کہیں سے دستیاب نہیں ہو سکی جس کا ہمیں ازحد افسوس ہے۔ ممکن ہے طبری کی کتاب "تہذیب الآثار" میں یہ مکمل سند مل سکے۔ ہم کو اس کا نسخہ کہیں سے دستیاب نہیں ہے۔ پھر ہم نے یہ تلاش کی ہے کہ یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن عمر بن علی کے واسطہ سے جن جن محدثین (صاحب تخریج) نے روایت کی ہے ان کے ہاں سلسلہ روایت ہذا کس طرح پایا گیا ہے، اس جستجو کے ذریعے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ محمد بن عمر بن علی سے روایت کرنے والا راوی اس جگہ کثیر بن زید ہے جو بلا واسطہ محمد بن عمر مذکور سے راوی ہے۔ اب کثیر بن زید تک سلسلہ رواۃ واحد ہے۔ اس سے نیچے اسناد ہذا میں اختلاف شروع ہوتا ہے۔ یہ چیز ہم کو محمد بن جریر

طبری کے ہم زماں اور قریب زمانہ والے لوگوں کے اسانید میں دستیاب ہوگئی ہے۔ایک تو محدث اسحٰق بن راہویہ کے مسند میں روایت ہذا اسی اسناد کے ساتھ میسر ہوگئی ہے۔

دوسرا ابو جعفر امام طحاوی کی مشکل الآثار جلد دوم صہ ۳۰۷ میں بھی یہی روایت ہے اسی اسناد کے ساتھ مذکور ہے اور الفاظ روایت بعینہٖ ابن جریر طبری والے ہیں۔ فلہذا ان قرائن سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچتی ہے کہ محمد بن عمر بن علی کے تحت کثیر بن زید راوی ہے اور کثیر ہذا کے حق میں مندرجہ ذیل الفاظ جرح علماء رجال نے درج کیے ہیں۔

ضعیف۔فیہ لین۔ لیس بشیء۔ لیس بقوی لایحتج بنقلہ۔ یعنی یہ شخص کثیر بن زید محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، قوی نہیں، اس میں ضعف ہے یہ کچھ بھی نہیں ہے جو چیز یہ نقل کرے، وہ قابلِ حجت و دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح جامع صغیر سیوطی کی شرح فیض القدیر میں عبدالرؤف مناوی نے اس کثیر کو مجروح قرار دے دیا ہے (ملاحظہ ہو فیض القدیر صہ ۳۸۷ ج ۶ تحت حدیث لا تبتکوا علے الدین الخ) قبل ازیں ہم نے مسند اسحٰق بن راہویہ کی سند کے تحت الفاظ جرح پورے حوالہ جات کے ساتھ لکھ دیئے ہیں، رجوع کر لیا جائے۔

اب بقاعدہ الجرح مقدم علی التعدیل اس کثیر کی اگرچہ بعض حضرات توثیق بھی نقل کریں تو لائق التفات نہ ہوگی۔اور یہ روایت درجۂ صحت کو نہ پہنچ سکے گی۔ مقام استدلال میں صحیح روایت صحیح سند کے ساتھ مطلوب ہے۔

روایت ثقلین مُسندابی عوانۃ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم الاسفرائینی

المتوفی ۳۱۶ھ

طبقات الانوار میں درج ہے کہ محمود الشیخانی قادری در صراط السوی گفتہ

واخرج ابو عوانۃ عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم فقمن ثم قال کانی قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما

فانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض ثم قال ان اللّٰہ مولای وانا ولی کل مؤمن ثم اخذ بید علیؓ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ الخ (عبقات ج ۱ ص ۱۶۱)، اس کے متعلق چند معروضات پیش کی جاتی ہیں :

(۱)

مسند ابی عوانہ کامکمل اسنادکا مل کتاب نہ دستیاب ہونے کی وجہ سے میسر نہیں ہو سکا۔ کتاب مسند ابی عوانہ کے صرف دو جلد ابتدائی دائرۃ المعارف دکن میں طبع ہوئے ہیں، وہ ہمارے سامنے ہیں ان میں یہ روایت نہیں مل سکی۔ مزید کتاب کے غیر مطبوعہ اجزاء طبع کے بعد ہی میسر آسکتے ہیں۔

(۲)

متن کے اعتبار سے یہ من وعن وہی روایت ہے جو علامہ نسائی سے السنن الکبریٰ للنسائی میں مروی ہے اور البدایہ لابن کثیرؒ کے حوالہ سے ہم قبل ازیں نقل کر چکے ہیں یعنی میسر شدہ اسناد کے ساتھ اس کو نقل کیا گیا ہے۔ متن کے اعتبار سے اس کی تمام متعلقہ بحث وہاں نسائی کی روایات کے تحت مندرج ہے، ملاحظہ فرمالی جائے۔ اعادہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

اسناد مشکل الآثار امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ المصری الطحاوی

(متوفی ۳۲۱ھ)

حدثنا ابراھیم بن مرزوق ثنا ابو عاصر العقدی ثنا یزید بن کثیر عن محمد بن عمر بن علی عن ابیہ عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضر الشجر بخم فخرج اخذا بید علیٍ فقال یا ایھا الناس الستم تشھدون ان اللہ ربکم قالوا بلیٰ قال الستم تشھدون ان اللہ ورسولہٗ اولیٰ بکم من انفسکم وان اللہ ورسولہٗ مولاکم قالوا بلیٰ قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی قد ترکت فیکم ما ان اخذتم لن تضلوا بعدی کتاب اللہ بایدیکم واھل بیتی "

(مشکل الآثار لابی جعفر الطحاوی صہ ۳۰۷ جلد ۲ طبع دائرۃ المعارف دکن)

روایت ہذا کا ترجمہ ابن جریر طبری کی روایت کے تحت گزر چکا ہے۔ اس لیے دوبارہ درج کی حاجت نہیں ہے۔ البتہ اس اسناد کے متعلق ذیل میں مندرجہ گزارشات لائق توجہ ہیں۔

(۱)

یہ حوالہ ہمارے دوستوں میں سے صاحب فلک النجاۃ و صاحب عبقات وغیرہما کسی صاحب نے ذکر نہیں کیا۔ ہم نے اپنی تلاش سے اس کو حاصل کر کے پیش خدمت کر دیا ہے اگر قبولیت کے لائق ہو تو اس کو قبول کیا جائے ورنہ نہیں۔

(۲)

مندرجہ بالا سند کی اسماء الرجال سے تحقیق کی گئی ہے۔ اس سند میں ایک شخص یزید بن کثیر تشریف فرما ہے۔ یہ حضرت بالکل مجہول الذات و مجہول الحال ہے۔ رجال و طبقات کی مندرجہ ذیل کتب میں تا حال اس کا کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ بڑی کوشش کے باوجود ہم اس نام کی تلاش میں ناکام رہے ہیں۔ تقریب التہذیب[1]۔ تہذیب التہذیب[2]۔ لسان المیزان[3]۔ تاریخ صغیر امام بخاری[4] تاریخ کبیر[5] امام بخاری۔ کتاب الجرح والتعدیل[6] لابن ابی حاتم رازی۔ طبقات[7] ابن سعد حلیۃ الاولیاء[8]

اصفہانی۔ اخبار اصفہان[9] لابی نعیم۔ تاریخ جرجان[10] سہمی۔ تاریخ بغداد[11] خطیب بغدادی۔ تذکرۃ الحفاظ[12] ذہبی۔ میزان الاعتدال[13] ذہبی۔ تذہیب[14] الکمال خزرجی۔ تعجیل المنفعۃ[15] لابن حجر۔ تاریخ ابن[16] خلکان وغیرہ وغیرہ کی کافی ورق گردانی کی گئی ہے۔ مگر یہ بزرگ تا حال مخفی ہی ہیں۔

(۳)

اہلِ علم کی آگاہی کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ یزید بن کثیر شیعہ رجال میں بھی مفقود ہے۔ مندرجہ ذیل کتب اس نام کی تلاش کی خاطر اپنے اپنے مقام میں دیکھ لی گئی ہیں یہ حضرت روپوش ہی ہیں کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ رجال[1] کشی۔ رجال[2] نجاشی۔ رجال[3] تفرشی۔ رجال[4] مقانی رجال[5] ابن علی (منتہی المقال)، رجال[6] حلی۔ جامع الرواۃ[7] اردبیلی۔ ملخص[8] المقال فی تحقیق احوال الرجال روضات[9] الجنات خوانساری قصص العلماء[10] تحفۃ الاحباب[11] شیخ عباس قمی۔ تتمۃ المنتہی[12] شیخ عباس قمی۔ احسن الودیعۃ[13] فی تراجم الشیعہ۔ مجالس[14] المومنین شوستری۔ ان چہاردہ کتب تراجم و رجال میں کہیں اس کا دیدار نصیب نہیں ہوسکا۔

ان گزارشات کے بعد منصف مزاج حضرات خود ہی فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا ایسی روایت قابلِ قبول ہوسکتی ہے جس کے رواۃ متداول کتابوں میں لاپتہ ومفقود الخبر ہوں۔

(۴)

اس سند کے متعلق آخر میں ایک رائے پیش کی جاتی ہے اگر پسندِ خاطر ہو تو قبول کر لی جائے ورنہ چھوڑ دی جائے۔ وہ یہ ہے کہ اسنادِ بالا میں یزید بن کثیر کے نام میں رواۃ کی طرف سے یا ناقلین کی جانب سے قلب واقع ہوگیا ہے۔ اصل نام کثیر بن زید درست ہے۔ یہاں وقوعِ قلب کو دوسرے قرائن کے ذریعہ معلوم کیا گیا ہے۔ ایک تو مسندِ اسحٰق بن راہویہ کی سند میں (اسی روایت الثقلین میں) محمد بن عمر بن علی کا شاگرد کثیر بن زید ہے۔ اسناد بھی واحد ہے۔ روایت بھی یہی ہے۔ دوسرا جہاں کتب رجال میں محمد بن عمر بن علی کے شاگردوں کی فہرست شمار ہوتی ہے وہاں اس کے شاگردوں میں کثیر بن زید بھی ملتا ہے یزید بن کثیر مذکور نہیں ہے۔ اور اس کثیر بن زید کے متعلق اسناد اسحٰق بن راہویہ کی روایت کے تحت مفصل کلام گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔ یہ شخص مجروح ہے۔ روایت میں

خطا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس کی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکتی۔

اسناد بغوی (متوفی ۳۱۷ھ)

عبقات الانوار جلد اول ص۱۷۰ میں ابوالقاسم بغوی کی مندرجہ ذیل روایت مذکور ہے۔ اور کتاب فرائد السمطین حموی میں سے یہ روایت صاحب عبقات نے نقل کی ہے۔

" انبأنا ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بغوی انبأنا بشر بن الولید الکندی انبأنا محمد بن طلحۃ عن الاعمش عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ عز وجل حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا بما تخلفونی فیھما۔" (عبقات الانوار ص ۱۷۰ ج اول بحوالہ فرائد السمطین حموی)

اس روایت کا اصل ماخذ تو کتاب فرائد السمطین حموی ہے جو ہم کو تاحال میسر نہیں ہوسکی۔ اللہ اعلم کس پایہ کی کتاب ہے۔ موثق و معتبر روایت اس میں جمع کی گئی ہیں یا رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔ تاہم اس اسناد میسر شدہ (مندرجہ بالا) میں غور و فکر سے ثابت ہوا ہے کہ اس کی سند میں عطیہ بن سعد عوفی کو تشریف فرما ہے۔ یہ بزرگ کثیر الخطاء ہے ضعیف الحدیث ہے اور مشہور شیعہ ہے، عجیب قسم کا مدلس ہے۔ اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی سے روایات نقل کر کے ابو سعید کے نام سے لوگوں میں پھیلاتا تھا۔ اس کی پوری اور ضروری تشریح ہم طبقات ابن سعد کی سند کے تحت درج کر چکے ہیں تفصیل وہاں ملاحظہ کرلی جائے اور شیعوں کے ہاں یہ شخص اصحاب محمد باقر میں شمار کیا جاتا ہے۔ جامع الرواۃ اور رجال مامقانی نے اس چیز کی خوب وضاحت کر دی ہے۔ فلہذا یہ روایت قابل تسلیم نہ متصور ہوگی۔

تنبیہ صاحب عبقات نے آگے چل کر ص۳۹۳ میں ابو طاہر محمد بن عبد الرحمٰن المخلص الذہبی کی ایک روایت مستقل درج کی ہے۔ ناظرین کرام کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ

وہ کوئی الگ اسناد کے ساتھ علیحدہ روایت نہیں ہے۔ وہ روایت بھی کتاب فرائد السمطین حموی ہیں ابوالقاسم بغوی مذکور کی سند مندرجہ بالا کے ساتھ مروی ہے جس میں عطیہ عوفی وغیرہ بزرگ موجود ہیں۔ فلہذا ابوالطاہر محمد بن عبدالرحمن المخلص الذہبی کی روایت کی خاطر الگ بحث کی حاجت نہیں مخلص ذہبی کی روایت عبقات الانوار صہ ۱۹۸ جلد اول پر آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ میر صاحب نے المخلص ذہبی کا الگ اسناد قائم کر کے کثرت اسانید دکھانے کی بے جا کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کتاب ضخیم بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ بیشتر مقامات میں انہوں نے یہی روش اختیار کر رکھی ہے۔

روایت ثقلین کے ہشتگانہ (آٹھ عدد) اسانید

از احمد بن محمد بن سعید الکوفی المعروف بابن عقدہ کنیتہ ابوالعباس (متوفی ۳۳۲ھ)

واضح ہو کہ صاحب عبقات الانوار میر حامد حسین لکھنوی نے عبقات ص ۱۷۵ جلد ا سے لے کر ص ۱۷۷ جلد ا تک ابن عقدہ کے ہشت عدد اسانید سخاوی اور سمہودی وغیرہ کے واسطہ سے نقل کئے ہیں اگر یہ اسانید بمع متن مکمل نقل کئے جائیں تو بڑی طوالت ہو جائے گی اب ہم بغرض اختصار صرف عبقات کے درج کردہ اسانید کو پیش کرتے ہیں۔ متون روایت کو ذکر نہیں کریں گے۔ نیز یہ بھی معلوم رہے کہ عبقات میں جو کچھ اسناد ذکر ہوا ہے وہ ابن عقدہ کا مکمل اسناد نہیں ہے۔ بعض اسناد ہے تاہم جو کچھ مندرج ہے۔ اسی کو ہم بھی یہاں اندراج میں لائیں گے۔

نیز یہاں یہ بات بھی ذکر کرنی مناسب ہے کہ ابن عقدہ نے روایت "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے اثبات میں ایک مستقل تصنیف مدون کی ہے۔ اس کا نام کتاب الموالاۃ ہے اور کتاب الولایۃ بھی اسی کا دوسرا نام ہے۔ اس تصنیف میں ابن عقدہ نے روایت من کنت مولاہ الخ کے ساتھ ساتھ روایت ثقلین کے لئے بھی بعض اسانید درج کئے ہیں۔ اب عبقات کی عبارات میں اس تصنیف کا ذکر جابجا پایا جائے گا۔ ناظرین کرام کے لئے مناسب معلوم ہوا کہ پہلے سے ان کو مطلع کر دیا جائے۔ ذیل میں آٹھ عدد اسانید درج کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان پر جو ناقدانہ تبصرہ ہے وہ بعد میں یکجا پیش ہوگا۔ کہ ابن عقدہ کس معیار و مقدار کے آدمی ہیں اور ان کی تالیفات و تصانیف کا پایۂ اعتبار کیا ہے؟

(۱)

روایت جابر بن عبداللہ (عبقات ص۱۶۵ جلد ۱)

ابن عقدہ در کتاب الولایت کہ بکتاب الموالاۃ نیز معروف است این حدیث شریف (ثقلین) را بہ ہشت طریق روایت نمودہ چنانچہ این سخاوی در "استجلاء ارتقاء الغرف" در ذکر حدیث ثقلین مردی از جابر گفتہ و رواہ ابو العباس ابن عقدۃ فی الولایۃ "من طریق یونس بن عبداللہ بن ابی فروۃ عن ابی جعفر محمد بن علی جابر رضی اللہ عنہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فلما رجع الجحفۃ الخ

(۲)

علی المرتضیٰ (عبقات ص۱۲۶ جلد ۱)

و نیز سخاوی در استجلاء ارتقاء الغرف گفتہ و اما حدیث خزیمۃ فھو عند ابن عقدۃ من محمد بن کثیر عن فطر و ابی الجارود کلاھما عن ابی الطفیل ان علیاً رضی اللہ عنہ قام فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ یہ طویل روایت ہے اس میں مجمع کثیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ جن جن لوگوں نے یوم غدیر خم میں خود نبی کریم سے یہ روایت سنی ہو وہ گواہی دیں پس سترہ صحابی کھڑے ہو کر گواہی دیتے ہیں اور علی المرتضیٰ رض کی تصدیق کرتے ہیں الخ)

(۳)

روایت ابن ضمیرہ

نیز سخاوی در استجلاء گفتہ و اما حدیث ضمیرۃ الاسلمی فھو فی الموالاۃ من

حدیث ابراہیم بن محمد الاسلمی عن حسین بن عبداللہ بن ضمیرۃ عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع الخ (عبقات صفحہ ۱۷۶ جلد ا)

(۴)

حذیفۃ وعامر بن لیلیٰ

واما حدیث عامر فاخرجہ ابن عقدۃ فی الموالاۃ من طریق عبداللہ بن سنان عن ابی الطفیل عن عامر بن لیلیٰ بن ضمرۃ وحذیفۃ بن أسید رضی اللہ عنہما قالا لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ولم یحج غیرھا الخ (عبقات ص ۱۷۶ جلد ا)

(۵)

ابوذر رض

نیز سخاوی در استجلاء گفتہ واما حدیث ابی ذر . . . . فاشار الیہ الترمذی فی جامعہ واخرجہ ابن عقدۃ من حدیث سعد بن طریف عن الاصبغ بن نباتہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ اخذ بحلقۃ باب الکعبۃ فقال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - (عبقات ص ۱۷۷ جلد ا)

(۶)

روایت ابی رافع مولی

واما حدیث ابی رافع فھو عند ابن عقدۃ ایضاً من طریق محمد بن عبداللہ بن ابی رافع عن جدہ ابی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم مصدرہ من حجۃ الوداع قام خطیباً (عبقات ص ۱۷۷ جلد ا)

(۷)

ام سلمہ

ونیز سخاوی در استجلاء ارتقاء الغرف گفتہ واما حدیث ام سلمۃ فحدیثہا عند ابن عقدۃ عن حدیث ھارون بن خارجۃ عن فاطمۃ بنت علی عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بید علیؑ بغدیر خم فرفعہا الخ۔ (عبقات ص۲۷۱ جلد ۱)

(۸)

امّ ہانی

واما حدیث ام ہانی فحدیثہا عندہ ایضاً من حدیث عمر بن سعید بن عمرو بن جعدۃ بن ہبیرۃ عن ابیہ انہ سمعہا تقول رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الخ۔ (عبقات ص۲۷۱ جلد ۱)

نوٹ: روایت "موالاۃ" (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) وروایت ثقلین کو اس ابن عقدہ بزرگ نے بے شمار اسانید کے ساتھ اپنی تصنیفات میں کتاب الموالات یا "کتاب الولایت" وغیرہ ہما میں مدون کیا ہے اور جن لوگوں نے فضائل ومناقب کی تالیفات مرتب کی ہیں ان میں بہت سے لوگوں نے اپنی تالیفات وتصنیفات میں اسی ابن عقدہ کی روایات پر اعتماد کیا ہے اور اسی کی مرویات کو ماخذ قرار دیا ہے اس چیز کا خود صاحب عبقات کو بھی اقرار ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"وہمہ ایں روایات را از ابن عقدہ علامہ نور الدین سمہودی در "جواہر العقدین" واحمد بن الفضل بن محمد باکثیر مکی در وسیلۃ المآل

نیز آوردہ وازیں روایات دو روایات محمود بن علی الشیخانی در صراط سوی از ابن عقدہ نقل کردہ" (عبقات الانوار ص۱۰۷ ج ۱)
حافظ شمس الدین سخاوی ؒ کی "استجلاء" اسی نوعیت کی کتاب ہے۔ ابن عقدہ سے اس نے بے شمار روایات اخذ کی ہیں۔ اس طرح ایک کتاب "ینابیع المودۃ" از شیخ سلیمان البلخی القندوزی کی اہل السنۃ کی جانب منسوب کی جاتی ہے اگرچہ حقیقۃ الامر اس کے خلاف ہے۔ اس میں بھی اس ابن عقدہ سے بے شمار روایات لی گئی ہیں اس قندوزی نے اس کو اپنے ماخذ میں شمار کیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس لاتعداد مصنفین اور مؤلفین نے ابن عقدہ سے بڑے ذخیرے روایات کے حاصل کئے ہیں۔ اس طرف بہت کم لوگوں نے توجہ کی ہے۔ یہ کیسے بزرگ ہیں؟ کس مسلک کے آدمی ہیں؟ باب روایت میں ان کا پایۂ اعتبار کیا ہے؟ اب ہم ابن عقدہ کی پوزیشن جو بڑے بڑے علماء رجال و تراجم نے واضح کردی ہے وہ بلا کم و کاست پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد منصف طبائع اور حق و باطل کی تمیز کرنے والے خود فیصلہ کر سکیں گے۔ ہماری جانب سے کسی تبصرہ کی حاجت نہ ہوگی نیز تمام عبارات کا خلاصہ ہم پہلے درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد حوالہ کتاب مع صفحات، یکجا حوالہ جات میں ایک تو اختصار عبارات آجاتا ہے دوسرا یہ کہ ان محولہ مقامات کو من و عن دیکھنے سے ہماری معروضات کی تصدیق پائی جائے گی۔ اب محولہ مقامات کا حاصل ملاحظہ فرمادیں۔

ابن عقدہ کا ذکر خیر!

(۱) اول اس کا پورا نام اس طرح ہے۔ ابو العباس احمد بن محمد بن سعید کوفی المعروف ابن عقدہ۔ یہ "زیدی و جارودی شیعہ" ہے اور مسلّم بین الفریقین

ہے کہ یہ حضرت "زبدی و جارودی" شیعہ ہیں۔

۲- دوم اہل بیت کے فضائل اور بنی ہاشم کے مناقب میں تین لاکھ روایات (علی قول) یا ایک لاکھ بیس ہزار روایات با اسانید اس بزرگ نے روایت کی ہیں۔ ان میں روایت "ثقلین" بھی ہے جو متعدد طرق سے اس نے روایت کر ڈالی ہے۔

۳- یہ بزرگ مشائخ کوفہ کے سامنے روایات تیار کرکے پیش کرتے کہ ان کو آپ روایت کریں اور بعض اوقات خود ان سے راوی و ناقل بن جاتے ہیں۔ خاص کر منکر روایات لانے میں یہ صاحب بڑے مشہور تھے۔

۴- اس نے بڑی ترکیب سے مصنوعی روایات لوگوں میں جاری کی ہیں۔ اس طور پر کہ بڑے بڑے ثقہ و معتمد اسانید مرتب کرکے چلا دیتا ہے اور خود درمیان سے غائب ہو جاتا ہے (بیان اسناد میں راوی کا اپنے آپ کو غائب رکھنا صریح جبل و فریب ہے)

۵- موقعہ پاکر مطاعن صحابہ کرام و مثالب و معائب (خصوصاً شیخین رض کے متعلق) املا کراتا تھا۔ اسی وجہ سے کئی محدثین نے (مثلاً عمرو بن حیویہ) نے اس شخص سے روایت کا نقل کرنا ترک کر دیا تھا اور کئی محدثین نے اس کی روایت رد کر دی تھی۔

۶- نیز یہ شخص شیعوں کے اصول کے اصول اربعہ" (اصول کافی و فروع۔ تہذیب الاحکام۔ الاستبصار۔ من لا یحضرہ الفقیہ) کا معتمد و مستند راوی ہے۔ تمام شیعی اصحاب رجال و تراجم نے اس کی توثیق و تصدیق کی ہے۔ چنانچہ ہم سنی رجال کے بعد شیعہ رجال سے بھی اس کی تائید بطور الزام درج کرنا چاہتے ہیں۔

۷۔ ابن عقدہ بزرگ نے شیعی علماء کے لئے ایک زبردست علمی کارنامہ مرتب کیا ہے اس طرح کہ چھٹے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک سب ائمہ کے الگ الگ رجال وتلامذہ ائمہ جمع کرکے کتابیں تدوین کر دی ہیں (اس معاملہ میں متاخرین علماء شیعہ سب اس کے خوشہ چین ہیں اور تا قیامت اس کے مرہونِ منت ہیں)

تاریخ وتراجم ورجال سُنی علماء بحوالہ ذیل ملاحظہ ہوں۔

اوّل: تاریخ بغداد جلد پنجم ص ۲۲-۲۱ / ۲۲-۱۴ ۔

دوم: المنتظم فی تاریخ الملوک والامم لابن الجوزی جلد ششم ص ۳۳۶ / ۳۳۷ ۔

سوم: تذکرہ الحفاظ للذہبی جزء ثالث ص ۵۵، ۵۶ ۔ طبع دکن

چہارم: میزان الاعتدال ذہبی ص ۶۵ جلد اول۔

پنجم: مرآۃ الجنان للیافعی ص ۳۱۱ جلد دوم

ششم: البدایۃ والنہایۃ جلد ششم للحافظ ابن کثیر دمشقی ص ۶۸ ج ۷۔

ہفتم: منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۸۶ / ۱۹۲ جلد رابع بحث رد الشمس لعلی رضی اللہ عنہ۔

ہشتم: منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۸۶ / ۱۹۲ جلد رابع بحث رد الشمس لعلی رضی اللہ عنہ۔

برائے ابن عقدۃ تراجم ورجال شیعی بحوالہ ذیل ملاحظہ فرمادیں۔

اوّل: رجال نجاشی طبع ایران تقطیع خورد ص ۶۸ ۔

دوم: رجال تفرشی طبع ایران ص ۳۱ ۔

سوم: رجال علامہ حلی " " ص ۹۶ ۔

چہارم: مجالس المومنین " " تقطیع کلاں ص ۱۴۲ / ۸۸ ۔

پنجم: جامع الرواۃ از محمد بن علی اربیلی جلد اول ص ۶۵، ۶۶، ۶۷۔

ششم: منتہی المقال ابو علی ص ۱۰۷-۱۰۸ طبع ایران۔

ہفتم: روضات الجنات از خوانساری ص ۵۸ ۔

ہشتم: رجال مامقانی تنقیح المقال جلد اول صد ۸۵-۸۶۔
نہم: ملخص المقال فی تحقیق احوال الرجال القسم الثانی فی الموثقین ص۱۱۸۔
دہم: تحفۃ الاحباب شیخ عباس قمی ص۱۴۰ مطبوعہ ایران۔
یازدہم: تتمۃ المنتہیٰ شیخ عباس قمی ص۳۰۴۔

تنبیہ رجال کشی میں یہ بزرگ نہیں پائے گئے۔ اس لئے کہ اس میں بہت قدیم رجال کا تذکرہ ہے اور یہ شخص ۳۳۲ھ کا متوفی ہے۔ قرین قلیس یہ ہے کہ ابن عقدہ سے رجال کشی پہلے مرتب ہوئی ہے اگر چہ بعد میں شیخ طوسی نے رجال کشی کا خلاصہ مرتب کیا ہے گویا اس کی ایک قسم کی نئی ترتیب ہے مگر یہ صاحب اس ترتیب رجال کشی میں بھی نہیں لائے گئے۔ ایک رجال کشی کے بغیر مشہور شیعہ رجال کی کتابوں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے (جو کتابیں بندہ کے ہاں موجود ہیں) اور توثیق و توصیف کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ مذکور مقامات کی طرف رجوع فرما کر علماء تسلی کر سکتے ہیں امید ہے ہماری گذارشات کی تصدیق ہو جائیگی۔

آخری گزارش

ایک سوال: بعض طبائع کی طرف سے یہ سوال وارد کیا جا سکتا ہے کہ سخاوی اور سمہودی وغیرہما جیسے بڑے بڑے اکابر علماء تو اس کے مسلک پر اعتراض نہ کر سکے، نہ انہوں نے یہ گرفتیں پیدا کیں آج چودھویں صدی میں آ کر اس کی روایات رد کرنے کی یہ تدبیریں تیار کی گئی ہیں۔

اس کے جواب میں اول بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے ابن عقدہ کے متعلق چیزیں فراہم کی ہیں۔ ان سب میں ہم ناقل ہیں اہل سنت کے سات عدد مشاہیر اہل علم ابن عقدہ پر مذکورہ تنقیدات اپنی اپنی تصنیفات میں ثبت فرما چکے ہیں ان حقائق کو آج کی خود ساختہ تدابیر قرار دینا بڑی ناانصافی ہے۔ صحت نقل

کے ہم ذمہ دار ہیں مذکورہ مقامات مکمل دیکھ لئے جائیں۔ اس میں خیانت نہ ہوگی انشاء اللہ۔ البتہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابن عقدہ کے متعلق ہمارے مصنفین و اہل تراجم نے بڑی بڑی توثیق بھی درج کی ہے لیکن جن علماء پر اس کی حقیقت منکشف ہوگئی ہے۔ انہوں نے ساتھ ہی اس پر مفصل تنقید بھی درج کردی ہے اور جن لوگوں کے ہاں اس کی تصویر کا دوسرا رُخ سامنے نہیں آسکا انہوں نے صرف مدح و توثیق لکھ دی ہے اور وہ اس درجہ میں ایک گونہ بالکل معذور ہیں۔ البتہ قاعدہ الجرح مقدم علی التعدیل کے تحت ان کی توثیقات کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ شیعی علمائے تراجم کی تصریحات ہمارے علماء کی تنقیدات کی تائید کرتی ہیں اس طرح کہ سُنّی علماء کہتے ہیں یہ شخص (ابن عقدہ) زیدی جارودی شیعہ ہے۔ شیعہ اہل علم بھی کہتے ہیں کہ بالکل صحیح ہے۔ یہ زیدی جارودی شیعہ ہے، ہمارے ہاں معتبر و مستند راوی ہے، اس کی بڑی بڑی تصنیفات مقبول ہیں۔" ایسے حالات میں جب کہ یہ شخص بین الفریقین مسلّم شیعہ ہے تو اس کی مرویات متنازعہ فیہ مسائل میں بے چوں و چرا کیوں کر تسلیم کی جا سکتی ہیں؟ اور اس فن کے علماء نے فرمایا ہے کہ بدعتی (مثلاً شیعہ خارجی وغیرہ) کی روایت جبکہ وہ اس کے مذہب کی طرف داعی ہو تو قبول نہیں کی جاتی۔ یہ ہماری معروضات اپنے قواعد کے موافق پیش کی جا رہی ہیں۔ تحکم اور سینہ زوری کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اس باب میں ابن عقدہ کی روایات پر بالکل اعتماد نہیں ہے فلہذا یہ متروک ہیں۔

اسناد ثقلین دعلج بن احمد بن دعلج السجزی (متوفی ۳۵۱ھ)

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ یہ سجزی دارقطنی محدث کا بھی شیخ ہے اور حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک کا بھی صاحب عبقات نے روایت ثقلین اس سے باسند نقل کی ہے۔ اس کے متعلق ہم نے یہ واضح کرنا ہے کہ سجزی کی روایت مع سند تمام تر وہی ہے جو مستدرک حاکم کی روایات میں تیسری روایت اپنے اسناد کے ساتھ مندرج ہے اس کا اسناد اس طرح ہے کہ دعلج سجزی انبا نا محمد بن ایوب ثنا الارزق بن علی ثنا حسان بن ابراہیم الکرمانی ثنا محمد بن سلمۃ بن کہیل عن ابیہ عن ابی الطفیل ابن واثلۃ رضؓ سمع زید بن ارقم رضؓ یقول نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین مکۃ والمدینۃ الخ اس سند پر مستدرک حاکم کی روایت سوم کے تحت مفصل کلام درج ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سند محمد بن سلمہ مذکور کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ اس کے بارے میں یہ الفاظ علماء رجال نے درج فرمائے ہیں کہ کان ضعیفا، ذاہب واہی الحدیث، کان یعدّ من متشیّع الکوفۃ، طبقات ابن سعد۔ میزان الاعتدال۔ لسان المیزان عسقلانی وغیرہ۔

تنبیہ: صاحب عبقات الانوار نے ص۱۷۸ جلد اول پر اس کو مندرج کیا تھا مذکورہ جرح کے بعد مزید کسی جواب کی حاجت نہیں ہے۔ مگر یہ چیز تو ناظرین کرام پر واضح ہونی چاہیئے کہ جب دعلج سجزی کی سند اور حاکم کی سند سوم ایک ہی چیز ہے کوئی فرق نہیں ہے۔ من وعن وہی رواۃ اور وہی روایت ہے اس کو الگ الگ اسناد قائم کر کے جدا جدا روایت بنا کر پیش کرنا صریح جعل اور دھوکہ ہے۔ یا فریق مخالف پر کثرتِ حوالہ جات کا رعب قائم کرنے کے لئے اور کتاب کو ضخیم بنانے کے لئے یہ تمام کاروائی کی جا رہی ہے۔

روایت ابی بکر محمد بن عمر بن محمد بن مسلم التمیمی المعروف

(بابن جعابی (المتوفی ۳۵۵ھ)

عبقات ص۱۸ جلد اول میں لکھا ہے کہ سخاوی در استجلاء گفتہ :

رواہ الجعابی من حدیث عبد اللہ بن موسیٰ عن ابیہ عن عبد اللہ
بن حسن عن ابیہ عن جدہ عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال انی مخلف فیکم ما ان تسکتم بہ لن
تضلوا کتاب اللہ عز وجل طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم وعترتی
اھل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض ۔ ونور الدین سمہودی در
جواہر العقدین در ذکر طرق ایں حدیث شریف گفتہ ۔

(عبقات الانوار ص۱۸ جلد ۱)

ناظرین کے سامنے عبقات کی عبارت بلفظہ پیش کی گئی ہے ۔ استجلاء سخاوی یا جواہر القرآن سمہودی ہمارے ہاں موجود نہیں ہے ۔ باوجود تلاش کے نہ مل سکی بمقصد یہ تھا کہ ابن الجعابی کی مکمل سند میسر ہو سکے تاکہ اس کی صحت وسقم و قوت ضعف کا اندازہ ہو سکے میر حامد حسین صاحب عبقات نے جعابی کی پوری سند روایت ہذا نہیں نقل کی صرف حوالہ سخاوی وسمہودی کا حوالہ دے کر بات ختم کر دی ہے کتب بالا یہاں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے پوری سند حاصل کرنا دشوار ہے ۔ فللذا ہم اس روایت کے صحت وسقم کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ روایت مذکورہ مکمل اسناد کے ساتھ سامنے لائی جائے اگر صحیح ہوئی یعنی اسناداً ومتناً تو قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا ۔

جن حضرات کو عبقات الانوار کے مطالعہ کا اتفاق ہوا وہ خوب جانتے

ہیں کہ صاحب عبقات نے بہت سے مصنفین ومحدثین کی جانب اس روایت کو منسوب کیا ہے مگر حوالہ مکمل باسند نہیں پیش کیا۔ حالانکہ جب وہ اس روایت کو لفظاً ومعنیً متواتر ہماری کتب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ اس روایت کو مکمل اسانید صحیحہ کے ساتھ پیش کریں نامکمل اسانید کو جمع کرنا یا اسانید مکمل ہوں غیر صحیح ہوں ان کو فراہم کرنا یہ مقصد کے لئے بالکل غیر مفید ہے

روایت ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان بن مالک

بن شبیب قطیعی (متوفی ۳۶۰ھ)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابوبکر قطیعی مذکور کی روایت مع اسناد وہی ہے جو مستدرک حاکم کی روایت دوم ہے اس کی مکمل بحث تو وہاں اسانید حاکم کے تحت مل سکے گی البتہ مختصراً یہ ذکر کر دینا کافی ہے کہ اس سند میں ایک شخص خلف بن سالم المخرمی ہے۔ وہ معائب صحابہ کرامؓ اور مثالب صحابہؓ جمع کرتا تھا اور خالص شیعہ تھا تسلی کے لئے تقریب وتہذیب وتاریخ خطیب بغدادی ملاحظہ فرمالیں۔ لہٰذا اس کی روایت شیعہ سنی مختلف فیہ مسائل میں مقبول نہیں ہو سکتی۔

تنبیہ: عبقات الانوار جلد اول ۱۸۵ پر میر حامد حسین صاحب نے اس کو ذکر کیا ہے۔

اسناد از معاجم طبرانی ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب

الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ)

سند اول از معجم صغیر

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُصْعَبِ الْاُشْنَانِيُّ الْكُوْفِيُّ ثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْاَسَدِيُّ ثَنَا اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَسْعُوْدِيُّ عَنْ

كَثِيْرِ النَّوَّاءِ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ كِتَابُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ" لَمْ يَرْوِهٖ عَنْ كَثِيْرِ النَّوَّاءِ اِلَّا الْمَسْعُوْدِيُّ۔

(معجم الصغیر طبرانی طبع انصاری دہلی ص۷۳)

طبرانی کے معاجم سے "روایت ثقلین" ومتعدد روایات تلاش کرکے فراہم کی گئی ہیں۔ معجم صغیر سے دو روایت معجم اوسط سے ایک روایت معجم کبیر سے دو روایت دستیاب ہوئی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ارادہ ہے کہ ناظرین باتمکین کی خدمت میں ہر ایک سند کی متعلقہ تحقیق پیش کی جائے۔ اگر ضوابط محدثین کے موافق یہ روایات صحیح پائی جائیں تو بسر وچشم مقبول ہیں اور دل وجان سے تسلیم ہیں اور اگر کوشش کے باوجود بھی معیار صحت کے قریب نہ ہو سکیں تو لا محالہ ان کو رد کرنا ہوگا۔ سنداوّل کے رواۃ کی موجودہ پوزیشن پیش خدمت ہے۔

سند مندرجہ بالا میں اس وقت ہم صرف تین آدمیوں عباد بن یعقوب اسدی کثیر النواء، عطیہ عوفی کے متعلقات درج کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے رواۃ میں بھی کلام ہو سکتا ہے لیکن تطویل کو چھوڑ کر اختصار پر اکتفا کرتے ہوئے صرف ان تینوں کے حالات کا اندراج ہی کافی ووافی تصور کیا جاتا ہے۔ پہلے عباد کا حال ملاحظہ ہو۔

عباد بن یعقوب سُنّی رجال میں

۱۔ تقریب میں ہے:

عُبَادُ بنُ يَعقُوبَ الرَّوَاجِنِيُّ الاَسَدِيُّ رَافِضِيٌّ ۔ (تقریب ص۱۶۳)

۲/۳ عُبَادُ بنُ يَعقُوبَ الرَّوَاجِنِيُّ الاَسَدِيُّ اِنَّهُ يَشتُمُ السَّلَفَ قَالَ ابنُ عَدِيٍّ عُبَادٌ فِيهِ غُلُوٌّ التَّشَيُّعِ وَرَوٰى اَحَادِيثَ اُنكِرَت عَلَيهِ فِي الفَضَائِلِ وَالمَثَالِبِ... قَالَ صَالِحُ بنُ مُحَمَّدٍ كَانَ يَشتُمُ عُثمَانَ... قَالَ الدَّارُقُطنِيُّ شِيعِيٌّ... قَالَ ابنُ حِبَّانَ كَانَ رَافِضِيًّا دَاعِيَةً وَمَعَ ذٰلِكَ يَروِي المَنَاكِيرَ عَنِ المَشَاهِيرِ فَاستَحَقَّ التَّركَ رَوٰى عَن شَرِيكٍ عَن عَاصِمٍ عَن زِرٍّ عَن عَبدِ اللّٰهِ مَرفُوعًا اِذَا رَأَيتُم مُعَاوِيَةَ عَلٰى مِنبَرِي فَاقتُلُوهُ۔ (تہذیب التہذیب ص۱۰۹/۱۱۰ جلد۵)

(میزان الاعتدال ص۱۶/۱۷ جلد۲ طبع مصر)

خلاصہ یہ ہے کہ عباد بن یعقوب رافضی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خلفاء ثلاثہ کو سب وشتم کیا کرتا تھا۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ اس میں تشیع کا غلو پایا جاتا ہے اور اس نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ثقہ لوگوں کے خلاف فضائل صحابہ و معائب صحابہ میں مروی ہیں۔ صالح بن محمد نے کہا ہے کہ عباد مذکور حضرت عثمان کو دشنام دیا کرتا تھا اور دار قطنی نے کہا ہے یہ صاحب شیعہ ہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ رافضی ہے اور اپنے مخصوص عقائد کا زبردست مبلغ تھا۔ نیز منکر روایات مشاہیر لوگوں سے نقل کرتا ہے یہ شخص ترک کر دینے کے قابل ہے۔ اس عباد نے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دینا۔ یعنی ہیچوں قسم جعلی چیزیں چلایا کرتا ہے۔

عباد بن یعقوب شیعہ رجال ہیں

۱- عُبَادُ بنُ يَعقُوبَ الرَّوَاجِنِيُّ اَبُو سَعِيدٍ... وَبِالجُملَةِ

فَكَوْنُ عَبَّادٍ هٰذَا إِمَامِيًّا مِمَّا لَا يَنْبَغِي التَّأَمُّلُ فِيهِ الخ

یعنی اس شخص کے امامی ہونے میں تامل کرنا مناسب ہی نہیں۔

(رجال مامقانی تنقیح المقال ص۱۲۳، ۱۲۴ جلد دوم)

۲- جامع الرواۃ جلد اول ص۴۳۱ میں شیعہ رواۃ میں درج ہے اس سے روایات شیعی مروی ہیں اور مستند آدمی ہے۔ پانچ عدد روایات صاحب جامع الرواۃ نے اس عباد سے نقل کی ہیں۔ (جامع الرواۃ جلد اول ص۴۳۱)

دوسرا کثیر النواء ہے جو عطیہ عوفی کا شاگرد رشید ہے اس کے کوائف بھی عبرت انگیز ہیں۔ اصول کافی و فروع کا مشہور راوی ہے اس کو پہلے سُنّی رجال میں سے ملاحظہ فرمایا جائے اس کے بعد دوستوں کے حوالہ جات بطور تائید سامنے لائے جائیں گے۔

کثیر النواء سُنّی رجال میں

۱- كَثِيرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ النَّوَّاءُ أَبُو إِسْمٰعِيلَ.... شِيعِيٌّ ضَعَّفَهُ أَبُو حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ مُفْرِطٌ فِي التَّشَيُّعِ قَالَ السَّعْدِيُّ زَائِغٌ۔

(میزان الاعتدال ذہبی ص۳۵۲ جلد دوم)

۲- كَثِيرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ يُقَالُ ابْنُ نَافِعٍ النَّوَّاءُ۔۔۔ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ۔۔۔ قَالَ الْجَوْزَجَانِيُّ زَائِغٌ قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيفٌ قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ كَانَ غَالِيًا فِي التَّشَيُّعِ مُفْرِطًا فِيهِ۔

(تہذیب ص۴۱۱ جلد ہشتم)

ہر دو حوالہ مندرجہ کا حاصل مقصد یہ ہے کہ کثیر النواء شیعہ بزرگ ہے۔ ابوحاتم و نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے کہا ہے کہ کثیر مذکور شیعہ مسلک میں حد سے گزرنے والا ہے۔ السعدی نے کہا ہے کہ یہ حق سے انحراف

کرنے والا ہے۔ کثیر کو ابو حاتم ضعیف الحدیث کہتے ہیں اور جوزجانی نے اس کو حق کو سے ہٹا ہوا بیان کیا ہے۔ نسائی اس کو ضعیف شمار کرتے ہیں ابن عدی نے کہا ہے کہ کثیر النواء تشیّع میں غالی قسم کا آدمی ہے۔ اور حد اعتدال سے بڑھ جانے والا ہے۔"

کثیر النوّاء شیعہ رجال میں

۱/۲ كَثِيْرُ النَّوَّاءُ بْنُ قَارُوْنَدَ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ (ق) (ج) رجال کشی ص۲۷ جامع الرواۃ جلد ۲ ص۲۸

مطلب یہ ہے کہ کثیر النواء اصحاب صادق علیہ السلام میں سے ہے اور شیخ طوسی نے اس کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔

۳- مامقانی میں ہے: قَدْ عَدَّهُ الشَّيْخُ فِىْ رِجَالِهٖ تَارَةً مِنْ اَصْحَابِ بَاقِرٍ ؑ بِقَوْلِهٖ كَثِيْرُ النَّوَّاءُ بَتَرِيٌّ وَاُخْرٰى مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ ؑ بِقَوْلِهٖ كَثِيْرُ بْنُ قَارُوْنَدَ اَبُوْ اِسْمٰعِيْلَ النَّوَّآءُ وَظَاهِرُهٗ اِتِّحَادُهٗ مَعَ كَثِيْرِ بْنِ قَارُوْنَدَ۔ (رجال مامقانی ص۳۶ جلد ۲ نمبر شمار راوی ع۶۸۴۱)

یعنی شیخ نے اس کو بعض اوقات امام باقر ؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے اور دوسری جگہ اس شخص کو امام جعفر صادق کے اصحاب میں درج کیا ہے اور بظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں شخص متحد ہیں یعنی ایک ہی ذات کے دو نام ہیں تھوڑا سا نام میں فرق ہے ایک جگہ کثیر النواء بتری ہے دوسری جگہ ابن قاروند ابو اسمٰعیل ہے۔

عطیّہ عوفی

تیسرے صاحب عطیہ بن سعد عوفی ہیں۔ اس کی تفصیلی بحث ہم نے طبقات ابن سعد کے اسناد میں ذکر کر دی ہے۔ ورق الٹ کر اس کے کوائف مندرجہ پھر ایک دفعہ ملاحظہ کر لئے جائیں تو موجب تسکین خاطر ہوں گے۔

اسناد دوم از معجم صغیر طبرانی

حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ الطَّيِّبِ الصَّنْعَانِيُّ ثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْد بْنُ صَبِيْحٍ ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ اَرْقَمَ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطِيَّةَ عن ابی سعید الخدرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ وَاِنَّهُمَا لَنْ يَّتَفَرَّقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ هَارُوْنَ بْنِ سَعْدٍ اِلَّا يُوْنُسُ ۔ (معجم الصغیر طبرانی ص۷۳)

اس روایت کے اسناد کی طرف توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ پہلے دو صاحبان حسن بن مسلم بن الطیّب صنعانی اور عبدالحمید بن یبیح تو مجہول ہیں۔ ان کا تو کچھ پتہ ہی نہیں چلتا۔ ان سے اوپر سہ حضرات (یونس بن ارقم ہارون بن سعد۔ عطیہ۔) شیعی ملّت کے دلدادگان ہیں للہٰذا تسلیم روایت کا درجہ خود بخود واضح ہو گیا۔ تفصیلات علی الترتیب ملاحظہ ہوں۔

یونس بن ارقم

... يُوْنُسُ بْنُ اَرْقَمَ .... لَيَّنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَرَاشٍ

... قَالَ ابْنُ حِبَّانَ كَانَ يَتَشَيَّعُ (لسان المیزان ص۳۳۳ جلد ۲)

یعنی یونس بن ارقم کو عبدالرحمٰن بن خراش نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ شیعہ بزرگ تھا۔"

ہارون بن سعد ——— سُنّی رجال ہیں

(۱) ھارون بن سعد العجلی ویقال الکوفی الاعور ... قال

كَانَ غَالِيًا فِي الرَّفْضِ لَا تحِلُّ عَنْهُ الرِّوَايَةُ بِحَالٍ . . . .
قَالَ الدُورِي كَانَ مِنْ غُلَاةِ الشِّيْعَةِ . . . قَالَ السَّاجِي كَانَ
يَغْلُوْ فِي الرَّفْضِ . . . . (تہذیب ص۶ جلد۱۱)

یعنی ہارون بن سعد عجلی جعفی اپنے مذہب رفض میں غالی تھا۔ کسی حال میں اس شخص سے روایت کرنی حلال نہیں ہے اور دوری نے کہا ہے کہ غالی قسم کے شیعوں میں سے تھا۔ الساجی کہتے ہیں کہ مذہب رفض میں غلو رکھتا تھا۔

(۲) "هَارُوْنُ بْنُ سَعْدِ نِ الْعِجَلِيُّ صَدُوْقٌ فِي نَفْسِهِ لٰكِنَّهُ رَافِضِيٌّ بَغِيْضٌ"۔
یعنی ہارون مذکور اگرچہ اپنی جگہ صدوق ہے لیکن کینہ ور رافضی ہے۔"
(میزان ذہبی ص۲۴۷ جلد۳)

ہارون بن سعد — شیعہ رجال میں

(۱) هَارُوْنُ بْنُ سَعْدِ نِ الْعِجَلِيُّ الْكُوْفِيُّ - (ق) — جامع الرواۃ ص۳۰۲ ج۲

(۲) هَارُوْنُ بْنُ سَعْدِ نِ الْعِجَلِيُّ (ق) — رجال تفرشی ص۳۶۶

(۳) . . . . عَدَّهُ الشَّيْخُ فِي رِجَالِهٖ مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ — رجال مامقانی ص۲۸۳ ج۳

یعنی ہارون مذکور کو شیخ طوسی نے اپنے رجال میں امام جعفر صادق کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔

عطیہ بن سعد عوفی

تیسرے بزرگ عطیہ عوفی ہیں جن کے حالات بڑی وضاحت سے پہلے گزر چکے ہیں اس نے اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی کی کنیت ابو سعید

قائم کر رکھی تھی۔ تاکہ لوگ ابو سعید خدری صحابی تصور کریں۔ اس طرح کلبی صاحب کی مجوزہ روایات اس نے قوم میں خوب پھیلائی ہیں۔

روایت از معجم اوسط (طبرانی)

سند ۳۶۰ھ

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُھُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ الخ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ رِجَالٌ مُخْتَلَفٌ فِیْھِمْ۔ (مجمع الزوائد ص۱۶۳ جلد ۹ الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی)

اوّلاً۔ اہل علم خوب جانتے ہیں کہ طبرانی کی معجم اوسط ہو یا معجم کبیر ہو اس کو زمانہ کے نوادرات میں شمار کیا جاتا ہے اصالتہً یہ ہر دو معجم ہم کو میسر نہیں ہیں۔ جس کا از حد افسوس ہے البتہ مجمع الزوائد ہیثمی کے ذریعہ ہم ان معاجم کی روایات سے منتفع ہو رہے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے مذکورہ مندرجہ روایت کے اسناد کے حق میں یہ الفاظ ثبت فرمائے ہیں کہ یہ ایسا اسناد ہے جس کے رواۃ مختلف فیہ لوگ ہیں یعنی اسماء رجال والوں کے نزدیک یہ لوگ متفق علیہ نہیں اور معتمد علیہ بالاتفاق نہیں ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ روایت صحیح الاسناد نہیں ہے۔ اصل مقصد یہ تھا کوئی روایت صحیح اسناد کے ساتھ (جس کے رواۃ مجروح نہ ہوں اور ثقہ ہوں نیز بدعتی بھی نہ ہوں)۔ دستیاب ہو جائے بصد افسوس یہ اظہار کیا جاتا ہے کہ طبرانی سے معیار صحت پر پوری اترنے والی تا حال کوئی روایت ثقلین کی نہیں مل سکی۔

ثانیا: یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس سند میں صرف ایک آدمی مجروح نہیں ہے بلکہ متعدد رجال ہیں جن میں کلام ہو سکتا ہے۔ پھر یہ بحث کہ وہ رجال مختلف فیہ

کون کون بزرگ ہیں ہمارا خیال یہ ہے کہ ابو سعید خدری کے نیچے عطیہ عوفی ہے اور پھر عطیہ عوفی کے نیچے اور کچھ لوگ قابل قدح وجرح چلے گئے ہیں جن کی صحیح تعیین یا کم از کم نشان دہی بہت مشکل ہے جب تک کہ خود کتاب معجم اوسط طبرانی نہ مل جائے۔

اب ہم اس بات پر قرائن پیش کرتے ہیں کہ مذکورہ سند میں ابو سعید کے تحت عطیہ صاحب ہی تشریف فرما ہیں وجہ یہ ہے کہ ہم کو جتنی "روایات ثقلین" جتنی کتابوں سے دستیاب ہوئی ہیں ان میں جہاں جہاں بھی ابو سعید خدری سے یہ روایت نقل کی گئی ہے وہاں سب جگہ ابو سعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہی ہے کسی ایک جگہ بھی ابو سعید سے ناقل عطیہ کے بغیر کوئی اور صاحب ہم کو نہیں مل سکا۔

۱۔ طبقات بن سعد کی سند میں بھی ابو سعید کا شاگرد عطیہ ہے۔
۲۔ مسند احمد کی چہار سندوں میں بھی ابو سعید کا شاگرد عطیہ ہے۔
۳۔ ترمذی کی ایک سند میں بھی اسی طرح ابو سعید کا شاگرد ہے۔
۴۔ مسند ابی یعلی کی سند میں بھی یہی عطیہ ابو سعید کا شاگرد ہے۔
۵۔ تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی کی ایک سند میں بھی ابو سعید کے نیچے متصلاً عطیہ عوفی ہی جلوہ افروز ہے۔ پہلی چار کتابوں کے اسانید تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب دوبارہ غور سے توجہ فرمالیں اور آخری کتاب "تذکرۃ الخواص" کے اسانید انشاء اللہ عنقریب آپ کے سامنے رکھے جائیں گے۔ اور یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔
۶۔ معجم صغیر طبرانی کی ہر دو روایات مندرجہ بالا میں بھی ابو سعید کا شاگرد عطیہ ہی ہے تو کل دس عدد اسانید ایسے ٹھہرے جن میں ابو سعید کے تحت متصلاً عطیہ صاحب کارفرما ہیں۔

فلہٰذا ان مشاہدات کے پیش نظر ہمیں تو یقین ہے کہ مذکورہ بالا سند

میں جو رجال قابل کلام قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں پہلے نمبر پر یہی عطیہ صاحب ابوسعید کا شاگرد رشید ہے اور ابوسعید سے مراد صحابی نہیں بلکہ محمد بن السائب کلبی ہے جیسا کہ متعدد بار یہ نکتہ واضح کیا گیا ہے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا روایت جو اوسط طبرانی سے منقول ہے اس میں مشکل یہ پیش آرہی تھی کہ صاحب مجمع الزوائد نے اس کے اسناد کے حق میں یہ کہہ دیا تھا کہ "فِی اِسْنَادِہٖ رِجَالٌ مُّخْتَلَفٌ فِیْہِمْ" اب ان رجال کی تعیین میں محض گمان و تخمین سے کام لے کر ہم نے یہ رائے قائم کی تھی ابوسعید خدری کے نیچے عطیہ عوفی ہے اور عطیہ کے تحت اس سند میں اور لوگ بھی غیر معتبر و غیر معتدبہ موجود ہیں، پچھلے دنوں حسن اتفاق سے عبقات الانوار میر حامد حسین لکھنوی شیعی کے وہ جلد مطالعہ سے گزرے جو خاص بحث ثقلین کے لئے میر صاحب شیعی موصوف نے مدون کئے ہیں اس میں جہاں طبرانی کے اسانید ذکر کئے ہیں۔ وہاں میر حامد حسین نے مذکورہ اسناد کے حق میں تصریح کی ہے کہ رواہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث کثیر النواء عن عطیۃ (عبقات الانوار ص ۱۸۲ جلد اول) الحمدللہ جو بات محض تخمین کے ذریعہ ہم نے متعین کی ہے وہ واقع میں بھی صحیح ثابت ہوئی یعنی اسناد بالا میں ابوسعید کا شاگرد عطیہ عوفی ہے اور عطیہ کا شاگرد کثیر النواء ہے اور عطیہ اور کثیر النواء دونوں مجروح ہیں اور خالص شیعہ ہیں لہٰذا قبول روایت کا مسئلہ واضح ہوگیا۔ الحمدللہ!

روایت از معجم کبیر طبرانی (المتوفی ۳۶۰ھ)

اسناد اوّل

عن ابی الطفیل عن حذیفۃ ابن اسید الغفاری قال لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حجۃ الوداع فقال ایہا الناس انہ قد انبأنی اللطیف الخبیر انہ لن یعمر نبی الامثل نصف عمر النبی الذی یلیہ من قبل و انی اظن انی یوشک ان ادعی

فاجيب و انى فرطكم على الحوض و انى سائلكم حين تردون علیّ عن الثقلين فانظروا كيف فيهما الثقل الاكبر كتاب الله عزوجل سبب طرفه بيد الله وطرف بايديكم فاستمسكوا به ولا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی اهل بيتی فانه قد انبأنی اللطيف الخبير انهما لن يفترقا حتی يردا علی الحوض (رواه الطبرانی فی المجمع وفيه زيد بن الحسن الانماطی منكر الحديث)

(مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۶۵ ج ۹ جلد نہم از نور الدين علی بن ابی بكر۔ الہیثمی)

معجم کبیر کی مذکورہ روایت مجمع الزوائد سے ہم نے نقل کی ہے، حافظ نور الدین ہیثمی سند روایت تو نہیں نقل کرتے لیکن اس سند پر ایک اجمالی تنقید درج کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام میں بھی انہوں نے سند ہذا میں ایک شخص زید بن حسن الانماطی پر جرح کر کے نشاندہی کر دی ہے۔

۱۔ ایک تو ینابیع المودۃ ص ۲۹ جلد اول میں بحوالہ نوادر الاصول حکیم ترمذی بعینہٖ یہی روایت مکمل سند کے ساتھ مل گئی ہے۔ اس کا اسناد مکمل اس طرح درج ہے۔

وفی نوادر الاصول حدثنا ابی قال حدثنا زيد بن حسن قال حدثنا معروف بن بود مكی عن ابی الطفيل عامر بن واثلة عن حذيفة بن اسيد الغفاری قال لما صدر رسول الله صلی الله عليه وسلم عن حجة الوداع الخ (ينابيع المودة ص۲۹ جلد ا باب رابع)

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ حذیفہ ابن اسید سے یہ روایت حلیۃ الاولیاء اصفہانی ص ۳۵۵ جلد اول پر بھی زید بن حسن کے واسطہ سے پائی گئی ہے عنقریب حلیۃ الاولیاء سے یہ روایت ثقلین نقل ہو گی۔ پورا اسناد اس طرح ہے۔

حدثنی محمد بن احمد بن حمدان ثنا حسن بن سفيان حدثنی نصر بن عبد الرحمٰن الوشاء ثنا زيد بن حسن الانماطی عن معروف بن خربوذ مكی عن ابی الطفيل عامر بن واثلة عن حذيفة بن اسيد الغفاری قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الخ

۳۔ تیسری عرض یہ ہے کہ حذیفہ بن اسید کی اس روایت کا اسناد جس میں زید بن حسن انماطی موجود ہوں تاریخ خطیب بغدادی جلد ہشتم ص ۴۴۲ پر بھی دستیاب ہوا ہے۔ خطیب بغدادی کا مکمل اسناد مع روایت انشاء اللہ اپنے مقام پر درج ہوگا۔ مگر اس کا ضروری حصہ ہم یہاں ناظرین کے لئے تحریر کرتے ہیں۔

حدثنا محمد بن حسن النقاش املاء اخبرنا المطین حدثنا نصر بن عبد الرحمٰن ثنا زید بن الحسن عن المعروف عن ابی الطفیل عن حذیفہ بن اسید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخ (تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ۴۴۲ جلد ہشتم)

حاصل یہ ہے کہ ینابیع المودۃ بحوالہ نوادر الاصول اور حلیۃ الاولیاء اور تاریخ بغداد کے ہر سہ اسانید پر نظر انصاف ڈالنے سے یہ بات واضح ہوئی کہ معجم کبیر طبرانی کی روایت کا مذکور اسناد یقیناً اس طرح ہے۔

حدثنا زید بن حسن الانماطی عن معروف بن خربوذ المکی عن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ عن حذیفۃ الخ

اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ عرض کریں گے کہ اسناد ہذا بالکل غیر مقبول ہے۔ زید بن حسن انماطی اور معروف مکی (استاذ شاگرد) دونوں کے کوائف پورے بسط کے ساتھ قبل ازیں نوادر الاصول حکیم ترمذی کے اسناد اوّل کے تحت مفصل پیش کئے جا چکے ہیں۔ وہاں واضح ہوگیا ہے کہ یہ دونوں راوی ناقابل اعتماد اور مجروح ہیں۔

اسناد دوم

معجم کبیر طبرانی کی دوسری روایت بھی مجمع الزوائد ہیثمی کے حوالہ سے ہم نقل کرتے ہیں۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن زید بن ثابت رضی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی ترکت

فیکم خلیفتین کتاب اللہ و اھل بیتی و انھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض۔
رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ (مجمع الزوائد ص۱۶۳ جلد اول)

اس روایت کا تمام اسناد تو اصل کتاب طبرانی کے نہ میسر ہونے کی وجہ سے نہیں مل سکا البتہ دوسرے قرائن ایسے دستیاب ہیں جن کی وجہ سے اس روایت کے اسناد کا بعض حصہ یقیناً حاصل ہو جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ زید بن ثابت صحابی مذکور سے "روایت ثقلین" دوسری کتابوں میں بھی پائی گئی ہے۔ ایک مصنف بن ابی شیبہ ص ۱۲۱ جلد چہارم میں دوسری مسند احمد جلد پنجم ص ۱۹۰-۱۸۹ میں تیسری مسند عبد بن حمید ص ۱۰۸ پر بھی یہی روایت درج ہے۔ یہ تینوں روایات مع اسانید اپنے اپنے مقام پر ہم درج کر چکے ہیں۔ اب ان سب مقامات مذکورہ میں زید بن ثابت صحابی سے روایت کرنے والا القاسم سے نقل کرنے والا رکین ہے اور رکین کا شاگرد شریک بن عبداللہ ہے اسی طرح یہاں معجم کبیر طبرانی میں بھی یہ سلسلہ اسناد اس طرح ہے

شریک بن عبداللہ عن رکین عن القاسم بن حسان عن زید بن ثابت سلسلہ اسناد ہذا پر مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند احمد کی روایات کے تحت ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔ بار بار اعادہ کی حاجت نہیں۔ مختصر یہ کہ یہ اسناد محدثین کے ضوابط کے اعتبار سے مقبول نہیں۔ یعنی شریک بن عبداللہ اور رکین دونوں مجروح ہیں۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہمیں معلوم ہے کہ دوست اس چیز پر سخت نالاں ہوں گے اور رجماً بالغیب کا فتوے صادر فرمائیں گے۔ کہا جائے گا کہ یہ محض قیاس آرائی سے صحیح اسناد کو رد کیا جا رہا ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بحث بڑی آسانی سے اس طرح طے ہو سکتی ہے کہ ہمارے دوست ہمت کر کے معجم کبیر طبرانی اصل کتاب سے زید بن ثابت کی مذکورہ روایت سند تمام کے ساتھ پیش کر دیں۔ اگر وہ اسناد

صحیح میسر ہو جائے تو ہمارا قیاس غلط متصور ہوگا اور اس تحقیق سے ہم بطیب خاطر رجوع کرلیں گے۔

اسناد سوم معجم کبیر للطبرانی

عبقات الانوار ص ۱۸۴ ج ۱ میں معجم کبیر طبرانی کا ایک اور اسناد بحوالہ التجلاٗ سخاوی درج ہے۔ لہٰذا ہم ذیل میں اس کو نقل کرکے قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

فرواہ (حدیث ثقلین) الطبرانی فی معجمہ الکبیر من طریق سلمۃ بن کہیل عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہما قال لما صدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ۔۔۔ وانی سائلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیہما الثقل الاکبر کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فاستمسکوا بہ ولا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی اھل بیتی فانہ قد نبأنی اللطیف الخبیر انہما لن ینقضیا حتی یردا علی الحوض۔ (عبقات الانوار ص ۱۸۴/۱۸۵ جلد اول طبع لکھنؤ)

طبرانی کبیر کے اس اسناد پر مکمل بحث تو اس صورت میں مفید ہے کہ یہ تمام اسناد اصل کتاب سے حاصل ہو جائے مگر اصل کتاب تو اس ملک میں نوادرات سے ہے لہٰذا عبقات الانوار کے ذریعے سے جو کچھ اسناد بالا میسر ہوا ہے اس کے متعلق ذیل کی تشریحات کافی ہیں۔

روایت بالا سلمہ بن کہیل حضرمی کوفی کے واسطہ سے منقول ہے اور سلمہ باوجود ثقاہت کے شیعہ بزرگ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے تہذیب میں تصریح کی ہے۔

قال العجلی کوفی تابعی ۔۔۔ وکان فیہ تشیع قال یعقوب بن شیبۃ ۔۔۔۔ ثبت علی تشیعہ ۔۔۔ قال ابو داؤد کان ابو سلمۃ یتشیع۔ (تہذیب التہذیب جلد چہارم ص ۱۵۶)

یعنی متعدد علماء رجال نے سلمہ بن کہیل کا شیعہ ہونا بالوضاحت لکھا ہے

اس تحقیق کے بعد پوری روایت کا مسئلہ واضح ہے کہ اہل تشیع کی روایت جو ان کے مذہب و مسلک کی مؤید ہو وہ تسلیم نہیں کی جاتی خلاصہ یہ ہے کہ طبرانی کی معجم صغیر و اوسط و کبیر کی چھ عدد "روایات ثقلین" میسر ہوئی تھیں ہر ایک کی متعلقہ بحث ذکر کر دی گئی ہے ان میں سے کوئی روایت بھی معیار صحت پر نہیں اتر سکی اور قواعد کے اعتبار سے تسلیم نہیں۔

آخر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ایک قول جو معاجم طبرانی کے متعلق انہوں نے لکھا ہے۔ وہ "بستان المحدثین" سے ہم نقل کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں:

"اما محققین اہل حدیث گفتہ اند کہ درو سے (معاجم طبرانی) منکرات بسیار است"

یعنی محدثین میں سے اہل تحقیق نے فرمایا ہے کہ طبرانی کے معاجم میں بہت سی منکر روایات یعنی ثقہ لوگوں کی مرویات کے خلاف پائی جاتی ہیں۔

(بستان المحدثین ص ۵۳ فارسی طبع قدیم تحت بحث معاجم طبرانی)

اسناد از مستدرک حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

روایت اوّل

حدثنا ابو بکر محمد بن الحسین بن مصلح الفقیہ بالری ثنا محمد بن ایوب ثنا یحییٰ بن المغیرۃ السعدی ثنا جریر بن عبد الحمید عن الحسن بن عبد اللہ النخعی عن مسلم بن صبیح عن زید بن ارقمؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب

اللهِ وَاَھلَ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔"

(مستدرک حاکم ش ۱۴۸ جلد ۳ مناقب اہل بیت)

واضح ہو کہ مستدرک حاکم میں روایت ثقلین تین بار مروی ہے اگرچہ دوستوں نے حوالہ جات میں کثرت پیدا کرنے کے لئے چار مرتبہ اس روایت کا مستدرک حاکم میں پایا جانا شمار کیا ہے مگر یہ چیز واقعات اور انصاف کے خلاف ہے۔ فلہذا ہم پہلے ان روایات کی صحت یا عدم صحت کی جانب توجہ کرنا چاہتے ہیں بعد میں اس چوتھی روایت کی متعلقہ گفتگو بھی پیش خدمت کی جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)
مذکورہ سند میں دو شخص ایسے موجود ہیں جن کی وجہ سے تمام روایت درجہ قبولیت سے گر گئی ہے ایک ابوبکر محمد بن الحسین بن مصلح الفقیہ بالری" دوسرا جریر بن عبدالحمید ہے ہر ایک کی تفصیلی پوزیشن ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ابوبکر محمد بن الحسین

ابوبکر محمد بن الحسین بن مصلح الفقیہ بالری' یہ حضرت سنی کتب رجال متداولہ سے تلاش کیا گیا ہے کہیں سے اس کا پتہ نہیں چل سکا یعنی مجہول ہے پھر شبہہ رجال سے کوشش کی گئی ہے کہ کہیں سے دستیاب ہو جائے مگر یہ شخص روپوش ہی رہا ہے۔
اہل علم پر واضح ہو کہ عام کتب رجال کے علاوہ خاص کنی کی کتابوں (کتاب الکنیٰ' دولابی وکتاب الکنیٰ امام بخاری) میں ابوبکر کے نام سے جہاں جہاں کنیت مذکور ہیں وہاں سب جگہ باوجود تلاش کے نہیں مل سکا۔ اللہ اعلم۔ یہ کیسا مجہول الحال بزرگ ہے۔

جریر بن عبدالحمید الضبی ـــــ سنی رجال میں

دوسرا بزرگ جو یحییٰ بن المغیرہ السعدی کا استاد ہے' اور حسن بن عبداللہ نخعی کا شاگرد ہے۔ یعنی جریر بن عبدالحمید بن القرظ الضبی الرازی۔

۱- ..... قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ الحَافِظُ المُقَدَّمُ لٰكِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَشْتِمُ مُعَاوِيَةَ عَلَانِيَةً - (تہذیب ص۷۵ جلد ۲)

۲- ..... وَاَجْمَعُوْا عَلٰى نَفْيِهِ وَرُمِيَ بِالتَّشَيُّعِ "
(قانون الموضوعات للطاہر الفتنی ص۲۴۶)

۳- مقدمہ فتح الباری لابن حجر عسقلانی میں ہے۔
..... وَنَسَبَهُ قُتَيْبَةُ اِلَى التَّشَيُّعِ الْمُفْرِطِ ..... (مقدمہ فتح الباری ص۱۲۱ جلد ۲)

ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ جریر ضبی رازی شیعہ صاحب ہیں اور شیعہ بھی سخت قسم کے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو علی الاعلان سب وشتم کرتے تھے"۔

جریر بن عبد الحمید الضبی الرازی۔ شیعہ رجال میں

۱- جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الضَّبِّيُّ الْكُوْفِيُّ نَزَلَ الرَّيَّ (ق) (مع)
(جامع الرواۃ ص۱۴۷ جلد اول)

۲- ..... اَقُوْلُ مُقْتَضٰى عَدِّ الشَّيْخِ رہ الرَّجُلَ فِيْ طَيِّ رِجَالِ الشِّيْعَةِ دُوْنَ قَدْحٍ فِيْ مَذْهَبِهٖ كَوْنُهٗ اِمَامِيًّا۔

(مامقانی رجال جلد اول ص۲۱۰)

حاصل یہ ہے کہ جریر ضبی کوفی نے مقام ری میں قیام کیا اور یہ صاحب امام جعفر صادقؓ کے اصحاب میں شمار کئے جاتے ہیں۔ محمد مرزا استر آبادی نے ان کو اپنے رجال میں درج کیا ہے۔ مامقانی کہتے ہیں کہ شیخ طوسی کا اس شخص کو بغیر کسی مذہبی جرح کے اپنے شیعہ رجال میں شمار کر لینا اس کے امامی المذہب ہونے کا متقاضی ہے۔
مذکورہ مندرجہ روایت کے اسناد میں مزید بھی کلام ہو سکتی ہے مگر ہم نے اسی مقدار پر اکتفا کرنا مناسب خیال کیا ہے پس مجہول الحال راویوں کی روایت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا خدا جانے حاکم نیساپوری بزرگ نے اس کو صحیح الاسناد کیسے

فرض کر لیا ہے۔ نیز روایت کے رواۃ میں حبِ تشیع موجود ہے اور تشیع بھی جس میں سب وشتم تک نوبت پہنچ گئی ہے۔ تو قبولِ روایت کی بحث خود بخود طے ہو گئی۔

روایت دوم

حَدَّثَنَا اَبُو الْحُسَیْنِ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ تَمِیْمِ الْحَنْظَلِی بِبَغْدَادَ ثَنَا اَبُوْ قِلَابَةَ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الرَّقَاشِیُّ ثَنَا یَحْیٰ بْنُ حَمَّادٍ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ بَابُوَیْهِ وَ اَبُوْ بَکْرٍ اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرَ الْبَزَّارُ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ ثنی اَبِیْ ثَنَا یَحْیٰ بْنُ حَمَّادٍ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَصْرٍ اَحْمَدُ بْنُ سَهْلِ نِ الْفَقِیْهُ بِبُخَارٰی ثَنَا صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْحَافِظُ الْبَغْدَادِیُّ ثَنَا خَلَفُ بْنُ سَالِمِ نِ الْمَخْرَمِیُّ ثَنَا یَحْیٰ بْنُ حَمَّادٍ ثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سلیمانَ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنَا حَبِیْبُ بْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَ نَزَلَ غَدِیْرَ خُمٍّ اَمَرَ بِدَوحَاتٍ فَقُمِمْنَ فَقَالَ کَاَنِّیْ قَدْ دُعِیْتُ فَاَجَبْتُ اِنِّیْ قَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِیْ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا فَاِنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مَوْلَایَ وَ اَنَا مَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ فَقَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا وَلِیُّهٗ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ ۔"

(مستدرک حاکم صہ ۱۰۹ ج ۳
باب فضائلِ علیؓ)

مستدرک کا یہ اسناد متعدد تحویلوں کی وجہ سے کافی طویل ہے۔ اسماء رجال کی جانب توجہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان رواۃ میں دو صاحب (عبدالملک رقاشی و خلف مخزمی) ایسے موجود ہیں جن کی موجودگی میں اس روایت کو صحیح الاسناد نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے ماسوا بھی اس سند میں ایسے بزرگ موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ اسناد غیر مقبول ہے لیکن فی الحال ان دونوں دوستوں کے کوائف پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عبدالملک الرقاشی

(۱/۲) اَبُو قِلَابَۃَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِیُّ الضَّرِيْرُ .... قَالَ الدَّارَقُطْنِیُّ صَدُوْقٌ كَثِيْرُ الْخَطَاءِ فِی الْاَسَانِيْدِ وَالْمُتُوْنِ ... كَانَ يُحَدِّثُ مِنْ حِفْظِهٖ فَكَثُرَتِ الْاَوْهَامُ فِيْهِ۔"

(۱) تہذیب ص ۴۲۰/۴۲۱ جلد ششم)

(۲) تاریخ بغداد للخطیب ص ۴۲۵ جلد ۱۰)

(۳) عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِنِ الرَّقَاشِیُّ .... كَثِيْرُ الْوَهْمِ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ۔ (میزان الاعتدال ذہبی ص ۱۵۳ جلد دوم)

مندرجہ ہر سہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ ابو قلابہ عبدالملک الرقاشی کے متعلق دار قطنی کہتے ہیں کہ متون روایات اور اسانید میں یہ شخص کثیر الخطاء ہے اور یادداشت سے روایت کو بیان کرتا تھا۔ فلہٰذا اس کی روایت میں کثرت سے وہم کو دخل ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ کثیر الوہم ہے قابل احتجاج نہیں ہے۔

خلف بن سالم مخزمی

(۱) خَلَفُ بْنُ سَالِمٍ مَخْرَمِیٌّ اَبُوْ مُحَمَّدِنِ الْمُلْکِیُّ .... عَابُوْا عَلَيْهِ التَّشَيُّعَ" (تقریب التہذیب ص ۱۲۳)

(۲) قَالَ الْاٰجُرِیُّ وَكَانَ اَبُوْدَاؤدَ لَا یُحَدِّثُ عَنْ خَلَفٍ۔۔۔۔
قَالَ عَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ مَنْصُوْرٍ اِنَّهٗ كَانَ یُحَدِّثُ بِمَسَاوِی
الصَّحَابَةِ قَالَ قَدْ كَانَ یَجْمَعُهَا۔ (تہذیب ص ۱۵۳ جلد ۳)

(۳)۔۔۔۔ وَنَقَمُوْا عَلَيْهِ بِتَتَبُّعِهٖ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ۔
(تاریخ بغداد للخطیب ص ۳۲۸ جلد ہشتم)

ہر سہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ خلف مخزمی مہلبی حافظ تو ہے لیکن اس پر شیعہ ہونے کا عیب چسپاں ہے۔ آجری کہتے ہیں کہ خلف مذکور سے ابو داؤد حدیث نہیں روایت کرتے تھے۔ عبد الخالق بن منصور نے کہا ہے کہ اس شخص نے صحابہ کے مثالب و معائب جمع کر رکھے تھے۔ خطیب بغدادی بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ یہ صحابہ کے مثالب و معائب کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ اس بنا پر محدثین نے اس پر عیب لگایا ہے۔

اہل نظر غور و فکر کر سکتے ہیں کہ جن روایات کے راوی کثیر الخطاء ہوں کثیر الوہم ہوں۔ ناقابل احتجاج ہوں صحابہ کرام پر چن چن کر عیب جمع کرنے والے ہوں ان کی روایت کو قابل تسلیم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

روایت سوم

حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اِسْحَاقَ وَدَعْلَجُ بْنُ اَحْمَدَ السِّجْزِیُّ قَالَا اَنْبَاْنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَيُّوْبَ ثَنَا الْاَزْرَقُ بْنُ عَلِیٍّ ثَنَا حَسَّانُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْكِرْمَانِیُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِی الطُّفَيْلِ ابْنِ وَاثِلَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ نَزَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ شَجَرَاتٍ خَمْسٍ دَوْحَاتٍ عِظَامٍ فَكَنَسَ النَّاسُ مَا تَحْتَ الشَّجَرَاتِ ثُمَّ رَاحَ رَسُوْلُ اللهِ

وسلّی اللہ علیہ وسلّم عشیّۃ فصلّی ثمّ قام خطیباً فحمد
اللہ فاثنی علیہ وذکر ووعظ فقال ماشاء اللہ ان
یّقول ثمّ قال ایّھا النّاس انّی تارک فیکم امرین لن
تضلّوا ان اتبعتموھما وھما کتاب اللہ واھل بیتی
عترتی ثمّ قال اتعلمون انّی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم
ثلاث مرّات قالوا نعم فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ
وسلّم من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ۔

(مستدرک حاکم صـ ۱۰۹/۱۱۰ جلد سوم)

مستدرک حاکم کی اس تیرھواں روایت میں متعدد افراد ناقابل احتجاج ہیں۔ لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک بزرگ محمد بن سلمہ حضرمی کے کوائف پیش کرنا چاہتے ہیں۔ روایت کا درجہ معلوم کرنے کے لئے یہی کافی ہوگا۔

محمد بن سلمہ بن کہیل ـــــ سنّی رجال میں

(۱) محمّد بن سلمۃ بن کھیل ن الحضرمی۔۔۔ کان ضعیفاً

(طبقات ابن سعد صـ ۲۶۴ جلد ۲ ق ۲)

(۲)۔۔۔ ذاھب واھی الحدیث" (میزان الاعتدال صـ ۶۷ جلد ۳)

(۳)۔۔۔۔ قال الجوزجانی ذاھب الحدیث۔۔۔ قال ابن سعد کان ضعیفاً کذا قال ابن الشاھین فی الضعفاء۔۔۔۔
قال وکان یعدّ من متشیّعی الکوفۃ۔ (لسان المیزان صـ ۱۸۳ جلد ۵)

خلاصۃ المرام یہ ہے محمد بن سلمہ مذکور محدثین کے ہاں ضعیف ہے، درجہ اعتبار سے ساقط ہے اور اس کی روایت بے اصل ہے، جوزجانی کہتے ہیں کہ اس کی روایت بے اصل ہے۔ ابن سعد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ابن شاہین نے بھی اس طرح

کہا ہے اور یہ بزرگ خیر سے شیعان کوفہ میں شمار کئے جاتے ہیں

محمد بن سلمہ حضرمی ـــــ شیعہ رجال میں

(۱/۲) مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ کُھَیْلِ نِ الْحَضْرَمِیُّ اَسْنَدَ عَنْهُ (ق "

(منتہی المقال صـ ۲۴۵ جامع الرواۃ صـ ۱۱۹ جلد ۲)

(۳) مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ کُھَیْلٍ . . . . عَدَّهُ الشَّیْخُ فِیْ رِجَالِهٖ مِنْ اَصْحَابِ صَادِقٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحَالُهٗ کَسَابِقِهٖ (کَوْنُهٗ اِمَامِیًّا" (مامقانی صـ ۱۳۱ جلد سوم)

حاصل یہ ہے کہ محمد بن سلمہ سے شیعہ کے ہاں روایات مروی ہیں۔ شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اس شخص کو اصحاب جعفر صادق سے شمار کیا ہے اور سابق راوی کو طرح یہ شخص بھی امامی بزرگ ہے۔

اسناد سابق میں ان رواۃ کی موجودگی روایت کی عدم قبولیت کے لئے کافی ہے۔ مزید بحث وتمحیث کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

تنبیہ، علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص میں اس مندرجہ بالا روایت کے حق میں "ناقدانہ الفاظ" یہ درج فرمائے ہیں

یعنی بخاری ومسلم ہر دو بزرگوں نے اس روایت کی تخریج محمد بن سلمہ بن کہیل کی وجہ سے نہیں کی محمد بن سلمۃ کو ابو اسحاق السعدی الجوزجانی نے غیر معتبر و بے اصل قرار دیا ہے۔" (تلخیص ذہبی ص ۱۱۰ ج ۳)

روایت چہارم

(از مستدرک حاکم)

اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیِّ نِ الشَّیْبَانِیُّ بِالْکُوْفَةِ ثَنَا اَحْمَدُ

بْنُ حَازِمِ نِ الْغِفَارِیُّ ثَنَا اَبُوْنُعَیْمٍ ثَنَا کَامِلُ اَبُو الْعَلَاءِ قَالَ سَمِعْتُ حَبِیْبَ بْنَ اَبِیْ ثَابِتٍ یُخْبِرُ عَنْ یَحْیٰی بْنِ جَعْدَۃَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِنْتَھَیْنَا اِلٰی غَدِیْرِ خُمٍّ فَاَمَرَ بِدَوْحٍ فَکُسِحَ فِیْ یَوْمٍ مَّا اَتٰی عَلَیْنَا یَوْمٌ کَانَ اَشَدَّ حَرًّا مِنْہُ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّہٗ لَمْ یُبْعَثْ نَبِیٌّ قَطُّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ مَا عَاشَ الَّذِیْ کَانَ قَبْلَہٗ وَاِنِّیْ اُوْشِکُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبَ وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَالَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ قَامَ فَاَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ فَقَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ . . . مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ (مستدرک حاکم ص۵۳۳ جلد ۳)

حاصل مطلب یہ ہے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ غدیر (تالاب جس کا نام خم ہے) کے پاس آئے پس درختوں کی صفائی کا حکم دیا گیا وہ ہم پر سخت ترین گرمی کا یوم تھا۔ حضور نبی کریم نے حمد وثنا کے بعد خطاب فرمانا شروع کیا فرمانے لگے۔ لوگو! ہر ایک نبی اپنے سے سابق نبی کی نصف عمر کی مقدار زندہ رہتا ہے۔ عنقریب پیغام وفات پہنچے گا میں اسے قبول کروں گا۔ میں تم میں وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے اللہ عزوجل کی کتاب ہے پھر کھڑے ہوئے اور علی ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو! تمہارے متعلق تمہاری جان سے زیادہ مہربان اور دوست دار کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا جس کا میں دوستدار ہوں پس علی بھی اس کے دوستدار و مہربان ہیں۔

دوست اس روایت کو بھی "اثبات ثقلین" کے لیے پیش کر دیتے ہیں چنانچہ رسالہ "ارشاد رسول الثقلین" میں اس کو دیگر روایات کے ساتھ شمار کیا ہے۔ لہٰذا اس کے متعلق ہم مختصراً ایک دو چیزیں عرض کرتے ہیں۔

(۱)

اگر روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس میں "ثقلین یا خلیفتین" کا لفظ مفقود ہے جس سے شیعہ کا مقصد پورا ہو سکتا ہو۔ جب متن حدیث میں ثقلین یا خلیفتین کا لفظ ہی نہیں ہے تو اپنی طرف سے دو چیزیں اختراع کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔ روایت کی عبارت کا مطلب صاف ہے کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو گے وہ کیا ہے؟ کتاب اللہ ہے، اس کے بعد حضرت علی کے متعلق بعض لوگوں کو چند بدگمانیاں یا غلط فہمیاں سفر یمن میں پیدا ہو گئی تھیں۔ وہ بے بنیاد تھیں ان کے ازالہ کی خاطر اہتمام کر کے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر یہ الفاظ فرمائے گئے جس کا میں دوست ہوں علی اس کے دوست ہیں۔ تاکہ بعض لوگوں کے دلوں میں حضرت علی کے حق میں جو انقباض سا پیدا ہو گیا ہے وہ انبساط سے بدل جائے اور نفرت زائل ہو کر مودت پیدا ہو جائے، مزعومہ خلافت کی طرف کہیں اشارہ تک میسر نہیں ہوتا چہ جائیکہ بلافصل کے دعوے پر اس روایت کو نص قطعی کا درجہ دیا جائے۔

(۲)

اور اگر تارك فیكم سے مراد ثقلین (دو بھاری) ہی تجویز کرنا مقصود خاطر ہے تو پھر بڑی آسانی سے یوں کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ اس سے مقصد دو اہم چیزیں یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہیں جب یہ اہم مدعیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما چکے تو ایک دوسرے مسئلہ کی طرف توجہ منعطف فرما کر فرمایا یا ایھا الناس الخ ثم کے الفاظ سے اس پر قرینہ قویہ قائم ہے، ثم کا لفظ اپنی وضع کے اعتبار سے واضح

کررہا ہے کہ پہلے کچھ کلام کسی معاملہ کے لئے جاری تھا اور اس معاملہ کو ختم کر کے پھر اس دوسرے کام کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں پس ثم قام کے الفاظ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ثم سے قبل ایک الگ مقصد ہے اور ثم کے بعد ایک دوسرا مطلب ہے۔ فافہم

بحث مستدرک کا تتمہ

مستدرک حاکم کی روایات متعلقہ ثقلین کی بحث کے اختتام پر ہم شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وہ تنقید بھی درج کرنا چاہتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب "بستان المحدثین" میں علامہ ذہبی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اس تنقید کے پیش نظر مستدرک کی روایات کا فی الجملہ درجہ اعتماد واضح ہو جاتا ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ:

احادیث بسیار است در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضی از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ

یعنی بہت سی احادیث مستدرک میں ایسی ہیں جو صحت کی شرط پر نہیں ہیں۔ بلکہ بعض حدیثیں اس میں موضوع بھی ہیں جن کی وجہ سے تمام کتاب مستدرک معیوب ہو گئی ہے۔ (بستان المحدثین ص ۱۴ فارسی بحث صحیح حاکم)

پھر لکھتے ہیں کہ:

"حافظ ذہبی در تاریخ گفتہ است..... وبقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ موضوعات نیز ہست۔ چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بہ تلخیص ذہبی ست خبردار کردہ ام" انتہی

(بستان المحدثین ص ۴۳ فارسی)

یعنی بقدر چوتھائی کتاب ہذا بے اصل اور موضوع حدیثوں سے مزین ہے چنانچہ میں نے اپنی تلخیص میں ان روایات سے خبردار کیا ہے۔

اسناد (ثقلین) از مشہور مفسّر ثعلبی

ابو اسحاق احمد بن ابراہیم الثعلبی النیشاپوری المتوفی سنہ ۴۲۷

حدثنا حسن محمد بن حبیب المفسر قال وجدت فی کتاب جدی بخطہ حدثنا احمد بن الاحجم القاضی المروزی حدثنا الفضل بن موسیٰ الشیبانی اخبرنا عبد الملک بن ابی سلیمان عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایہا الناس انی قد ترکت فیکم خلیفتین ان اخذ تم بہما لن تضلوا بعدی احدہما اکبر من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اہل بیتی الا انہما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض۔" (عبقات الانوار ص ۲۰۴-۲۰۵ جلد اول)

ناظرین کرام پر واضح رہے کہ ثعلبی کے اسناد مذکورہ میں دو بزرگ ایسے موجود ہیں۔ جن کی موجودگی میں اس اسناد کو از روئے قواعد صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ ایک احمد بن الاجحم ہے دوسرا عطیہ عوفی ہے۔ ان کی متعلقہ تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

احمد بن الاجحم القاضی

قال لسان المیزان۔ احمد بن الاحجم المروزی۔۔۔ قال فیہ ابن الجوزی قالوا کان کذابا۔"

۱۔ لسان المیزان ص ۱۳۴ جلد اول طبع دائرہ المعارف دکن
۲۔ و میزان الاعتدال ص ۳۸ جلد اول طبع مصر

یعنی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ وحافظ ذہبیؒ ہر دو نے اس کی جعلی روایت ذکر کرنے کے بعد ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ محدثین اس احمد بن الاجم کو کذاب کہتے ہیں۔

عطیہ عوفی : دوسرا عطیہ عوفی ہے۔ اس کی پوزیشن اور مکمل تشریح " طبقات ابن سعد کے اسناد کے تحت تحریر کی جا چکی ہے۔ عطیہ ضعیف ہے، شیعہ ہے۔ محدثین کے نزدیک قابلِ حجت نہیں ہے۔ اس نے اپنے شیخ محمد بن السائب الکلبی (جو مشہور دروغ گو ہے) سے بہت سی روایات لوگوں میں پھیلا رکھی ہیں اور اس کی کینت ابوسعید تجویز کی ہوئی ہے تاکہ لوگ ابوسعید خدری صحابی سمجھ کر روایت بلا چون و چرا تسلیم کر لیں"۔ اس قسم کے رواۃ کی روایت قطعاً قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

اسناد از "حلیۃ الاولیاء" ابو نعیم اصفہانی احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق اصفہانی متوفی سنہ ۴۳۰ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ حَمْدَانَ ثَنَا حَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْوَشَّاءُ ثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ الْاَنْمَاطِيُّ عَنْ مَعْرُوْفِ بْنِ خَرَّبُوْذَ الْمَكِّيِّ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدِنِ الْغِفَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ فَرَطُكُمْ وَاِنَّكُمْ وَارِدُوْنَ عَلَى الْحَوْضِ فَاِنِّيْ سَائِلُكُمْ حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ فَاِنِّيْ سَائِلُكُمْ حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا اَلثَّقَلُ الْاَكْبَرُ كِتَابُ اللّٰهِ سَبَبٌ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَطَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ وَلَا تَضِلُّوْا وَلَا تَبَدَّلُوْا وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ فَاِنَّهٗ قَدْ نَبَّاَنِيَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی ص ۳۵۵ جلد اول تذکرہ حذیفہ)

اس اسنادِ مذکور میں سے صرف تین دوستوں محمد بن احمد بن حمدان اور انماطی اور معروف مکی کی پوزیشن معلوم کر لینے سے سارا معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ انماطی صاحب اور معروف مکی صاحب ہر دو کا ذکرِ خیر "نوادر الاصول" حکیم ترمذی کے اسناد کے تحت مفصل درج کر دیا گیا ہے۔ بار بار دہرانے کی حاجت نہیں ہے خالص شیعہ بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف عند المحدثین بھی ہیں اور محمد بن احمد بن حمدان ابو عمرو المحدث نیشاپوری کا حال اس طرح درج ہے کہ قال ابن طاہر یتشیع۔

۱۔ میزان الاعتدال ص ۱۶ ج ۳
۲۔ لسان المیزان ص ۳۸ ج ۵

حاصل یہ ہے کہ توثیق کے باوجود یہ حضرت شیعہ مسلک رکھتے تھے۔

یہ قاعدہ تو مسلم ہی ہے کہ دوستوں کی روایت ان کے مسلک کی تائید کے سلسلہ میں قبول نہیں کی جا سکتی لہٰذا اہلسنت پر اس قسم کی روایات پیش کرنا بالکل بے جا اور نار وا طریقہ ہے جو قواعد کو برطرف ڈال کر اختیار کیا جاتا ہے۔

تنبیہ: عبقات الانوار جلد اول ص ۲۰۶ پر ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کی مزید روایاتِ ثقلین کتاب منقبت المطہرین کے ذریعہ سے درج کی گئی ہیں مگر ان تمام روایات کی ایک سند بھی نہیں ذکر کی۔ جن جن روایات کی سند نہ پیش کی جائے اس کا جواب لکھنا بے سود ہے جو روایت صحیح سند کے ساتھ پیش کی جائے گی البتہ وہ قابلِ قبول ہے اور مندرجہ بالا روایت بمع مکمل سند کے ہم نے براہِ راست حلیۃ الاولیاء اصفہانی سے تلاش کر کے پیش کی ہے اور اس پر جو جرح از روئے قواعد پائی جاتی ہے وہ بھی پیش کر دی ہے۔

اسناد از تاریخ بغداد للخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ

اَخْبَرَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ بُرْهَانَ الْغَزَّالُ حَدَّثَنَا

مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ النَّقَّاشُ إِمْلَاءً۔ اَخْبَرَنَا الْمُطَيَّنُ
حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ
عَنْ مَعْرُوْفٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدٍ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ
فَرَطٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ وَارِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ وَاِنِّيْ سَائِلُكُمْ
حِيْنَ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ عَنِ الثَّقَلَيْنِ" فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ
فِيْهِمَا الثَّقَلُ الْاَكْبَرُ كِتَابُ اللّٰهِ سَبَبٌ طَرَفُهٗ بِيَدِ اللّٰهِ وَ
طَرَفُهٗ بِاَيْدِيْكُمْ فَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ وَلَا تَضِلُّوْا وَلَا تَبَدَّلُوْا۔

(تاریخ بغداد ص ۴۴۲ جلد ۸ تذکرہ زید بن حسن انماطی)

خطیب کی مذکورہ روایت میں بھی دو بزرگ مندرجہ بالا یعنی زید بن حسن انماطی اور معروف مکی کا موجودہ ہونا ہی عدم قبولیت کے لئے کافی ہے مزید کسی اور راوی مجروح تلاش کرنے کی حاجت ہی نہیں۔ ضعفاء وشیعہ لوگوں کی روایات غیر مسلم ہوا کرتی ہیں۔

مذکورہ ہر دو راویوں کی تشریح اسماء رجال سے نوادر الاصول کی روایت کے تحت درج کی جا چکی ہیں۔ وہاں تفصیل ملاحظہ ہو۔

تنبیہ: صاحب عبقات نے جلد اوّل ص ۲۲۱ پر خطیب بغدادی کی ایک روایت جابر بن عبداللہ سے کتاب مفتاح النجا (از میرزا محمد بدخشانی) کے حوالہ سے درج کی ہے مگر سند روایت ندارد ہے فلہذا اس کے جواب کی طرف ہم کو توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اگر صحیح سند کے ساتھ روایت پیش ہوگی تو وہ قبول ہے۔
اور مندرجہ بالا روایت مکمل سند کے ساتھ ہم نے تاریخ بغداد (للخطیب بغدادی) جلد ہشتم ص ۴۴۲ سے از راہ خود نقل کی ہے اور جرح و قدح بھی ساتھ ہی مختصراً درج کر دی ہے۔

اسناد ابو بکر البیہقی
متوفی سنہ ۴۵۸ھ

(منقول از عبقات الانوار صفحہ ۲۱۵ جلد اول)

اسناد اوّل، اخطب خوارزم متوفی ۵۷۱ھ در مناقب گفتہ عن احمد بن حسین بن علی (البیہقی)۔

فقال اخبرنا ابو عبداللہ فقال حدثنا ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ بخاری قال حدثنا صالح بن محمد الحافظ قال حدثنا خلف بن سالم قال حدثنا یحییٰ بن حماد قال حدثنا ابو عوانۃ عن سلیمان الاعمش قال حدثنا حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن ارقمؓ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حجۃ الوداع و نزل بغدیر خم امر بدوحات فقد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانظروا کیف تخلفونی فیھا الخ (عبقات الانوار صفحہ ۲۱۵ جلد اول)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابو بکر بیہقی کا یہ اسناد بعینہٖ مستدرک حاکم کے اسناد دوم میں اپنی تشریحات کے ساتھ گزر چکا ہے۔ حاصل یہ ہے۔ اس سند میں خلف بن سالم المخرمی حلوہ افروز ہے یہ خلف محدثین کے نزدیک "شیعہ" ہے اور صحابہ کرام کے معائب و نقائص کی روایات کو جمع کرنا اس کا شیوہ تھا۔ یہی مشغلہ اس کے اندرونی خیالات کا پورا آئینہ دار ہے۔ مزید تسلی کے لئے اہل علم تقریب التہذیب و تہذیب عسقلانی و تاریخ بغداد للخطیب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ مکمل حوالہ جات مستدرک حاکم کے اسناد دوم کے موقع پر عرض کئے جا چکے ہیں۔ فلہٰذا اس اسناد کے غیر معقول ہونے کے لئے صرف ایک اس بزرگ کا تشیع ہی کافی ہے۔

اگرچہ مزید کلام بھی بعض رواۃِ سند ہٰذا کے باعث کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اختصار کے پیشِ نظر اسی پر اکتفا کیا ہے۔

تنبیہہ اوّل: خود اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۵، ۵۷۱ھ) بزرگ بھی قابلِ توجہ ہے۔ اس کے متعلق اور اس کی روایات کے متعلق ابن تیمیہ حرانی اور شاہ عبدالعزیز نے جو کچھ درج فرمایا ہے وہ بعینہٖ ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں منہاج السنۃ لابن تیمیہ جلد سوم ص۱۰ میں ہے کہ

۱۔ ان اخطب خوارزم هذا له مصنف فی هذا الباب فیه من الاحادیث المکذوبة ما لا یخفی کذبه علی من له ادنی معرفة بالحدیث فضلاً عن علماء الحدیث ولیس هو من علماء الحدیث ولا ممن یرجع الیه فی هذا الشان البتة۔ الخ

یعنی اخطب خوارزم نے اس باب (فضائل علی المرتضیٰ و اہل بیت) میں کتاب "مناقب" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اس مناقب میں بہت سی روایات جھوٹی ہیں جس شخص کو فن حدیث کے ساتھ کچھ مناسبت ہے اس پر ان کا کذب واضح ہے۔ چہ جائیکہ علماء حدیث کے سامنے پیش کی جائیں اخطب خوارزم علماء حدیث میں سے نہیں ہے اور نہ اس قابل ہے کہ اس باب میں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔" (منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص ۱۰۱) جلد ۳ تحت الفصل الرابع

تحفہ اثنا عشریہ فارسی میں تحت حدیث ہفتم (من ناصب علیا فی الخلافة فهو کافر) لکھا ہے کہ:

ابن المطہر الحلی نسبت روایت ایں حدیث با خطب خوارزم کردہ و ابن المطہر در نقل بسیار خائن ست و اخطب خوارزم ہم معتبر نیست کہ مخالف احادیث صحاح است کہ در کتب امامیہ موجود اند الخ

پھر لکھتے ہیں کہ:

"محدثین اہل سنت اجماع دارند کہ روایات اخطب زیدی ہمہ از
مجاہیل وضعفا ست وبسیاری از روایات او منکر وموضوع وہرگز
فقہائے اہلسنت بمرویات او راحتجاج نمایند"
(تحفہ اثناعشری ص ۳۳۸ و ۳۳۹ فارسی بحث احادیث
امامتہ وخلافتہ تحت حدیث ہفتم طبع ۱۳۰۹ھ نولکشور لکھنو)

یعنی تحفہ اثناعشریہ کی ہر دو عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ابن مطہر حلی شیعی نے
اس روایت من ناصب علیاً فی الخلافۃ فھو کافر کی نسبت اخطب خوارزم کی
طرف کی ہے۔ ابن مطہر مذکور نقل روایات میں بہت خیانت کرنے والا ہے
اور اخطب خوارزم کی طرف اس حدیث کی نسبت ہونا اس کے غیر معتبر ہونے
کے لئے کافی ہے۔ اخطب خوارزم غالی زیدی شیعوں میں سے ہے۔ نیز یہ بات ہے
کہ اخطب مذکور نے جو مناقب امیرالمومنین علی کے فضائل میں کتاب لکھی ہے۔ اس
میں یہ روایت مذکورہ ہرگز نہیں ہے اگر بالفرض پائی جائے تب بھی معتبر نہیں ہے
اس وجہ سے کہ صحیح روایات امامیہ کے بھی بالکل مخالف ہے پھر شاہ صاحبؒ فرماتے
ہیں کہ.... اہلسنت کے محدثین اس بات پر اجماع رکھتے ہیں کہ اخطب زیدی مذکور
کی سب روایات مجہول وضعیف لوگوں سے منقول ہیں اور اس کی بیشتر روایات
معتبر لوگوں کے خلاف اور جعلی ہیں۔ اہل السنتہ کے فقہاء اس کی مرویات کے ساتھ
ہرگز احتجاج واستدلال نہیں کرتے۔ (تحفہ اثناعشریہ بحث امامت حدیث ہفتم)

معلوم رہے کہ بیہقی کا شیخ ابو عبداللہ حاکم ہے۔ فلہٰذا یہی سند حاکم کی ہے
تنبیہ دوم کوئی الگ روایت بیہقی نے نہیں پیش کی۔ یہ روایت حاکم والی ہی ہے
پھر ایک ہی روایت کو الگ الگ کر کے صاحب عبقات نے دو روایتیں دو سندو
کے ساتھ ذکر کر ڈالی ہیں۔ تاکہ ناظرین کرام سے تکثیر حوالہ جات کی
داد حاصل کی جائے۔ اس قسم کی چالاکیاں کر کے اس کتاب کو ضخیم بنایا گیا ہے۔

حتیٰ کہ صرف ایک روایت ثقلین پر دو ضخیم جلد مرتب کر ڈالے ہیں۔

اسناد دوم بیہقی

از سنن کبریٰ بیہقی ص۱۱۴ جلد ۱۰ طبع دکن

صاحب عبقات لکھتے ہیں۔

کہ نیز بیہقی این حدیث شریف را از زید بن ارقم بلفظ دیگر روایت کردہ چنانچہ حموی در فرائد السمطین گفتہ........ اخبرنا الامام الشیخ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی قال انبأنا ابومحمد جناح بن نذیر بن جناح القاضی بالکوفۃ قال انبأنا ابوجعفر محمد بن علی بن رحیم قال انبأنا ابراھیم بن اسحٰق الزھری قال انبأنا جعفر یعنی ابن عون ویعلی عن ابن حیان التیمی عن یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقم قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فحمد اللہ واثنی علیہ فقال اما بعد ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فاستمسکوا بکتاب اللہ وخذوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال اذکرکم اللہ تعالیٰ فی اھل بیتی ثلاث مرات اخرجہ مسلم فی الصحیح من حدیث ابی حیان التیمی ۔" (السنن الکبریٰ ص۱۱۴ جلد ۱۰)

اولاً: معلوم ہونا چاہیے کہ اس اسناد میں متعدد ایسے بزرگ موجود ہیں۔ جن کا تذکرہ عام رجال و تراجم کی کتابوں میں مفقود ہے۔ بیہقی کے استاد جناح ابن نذیر کا تذکرہ کہیں مفصل نہ مل سکا۔ صرف اتنی بات بڑی کرید کرنے سے معلوم ہوتی ہے

کہ بیہقی کے مشائخ میں ان کا شمار پایا گیا ہے۔ اور بس پھر جناح کے شیخ ابو جعفر محمد بن علی مذکور تو بالکل ہی مفقود الخبر ہیں۔ تاحال کوئی سراغ نہیں مل سکا اسی طرح اس کا شیخ ابراہیم بن اسحٰق زہری بھی مجہول الحال ہے۔ اس کا باوجود کثیر تلاش کے کچھ سراغ نہ مل سکا۔ متعدد ایسے مجہول الحال و مفقود الخبر لوگوں کی روایت کو صحت کے درجہ میں کیسے تسلیم کر لیا جائے؟

ثانیاً: یہ عرض ہے کہ اگر اس اسناد سے قطع نظر کر کے نفس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مفہوم اور اس کا درست محل بھی وہی ہے۔ جو مسلم شریف والی روایت کے متعلق علماء محققین نے درج فرمایا ہے۔ روایت مسلم کے تحت اس کے معنی کو اپنی ضروری تشریح کے ساتھ درج کر دیا گیا ہے وہاں کے مباحث یہاں معتبر ہیں دوبارہ نقل کرنے کی حاجت نہیں۔

ابن المغازلی کے اسانید

ابو الحسن علی بن محمد الطیب الجلالی المعروف بابن المغازلی
المتوفی سنہ ۴۸۳ھ

اول سوایت ثقلین از ابن بشران النحوی

حدیث ثقلین را پس ابن المغازلی در کتاب المناقب گفتہ۔

اخبرنا ابو غالب محمد بن احمد بن سهل النحوی المعروف بابن بشران ثنا ابو عبد الله محمد بن علی السقطی ثنا ابو محمد عبد الله بن شوذب ثنا محمد بن ابی العوام الریاحی ثنا ابو عامر العقدی عبد الملك بن عمرو ثنا محمد بن طلحة عن الاعمش عن عطية بن سعد عن ابی سعيد الخدری ان رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشك ان ادعیٰ فاجیب و
انی قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود
من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی و ان اللطیف
الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض
فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔" (عبقات الانوار ص۲۱۸ جلد اول)

روایت دوم ابو محمد الغندجانی

ابو محمد الحسن بن احمد بن موسیٰ الغندجانی متوفی ۴۶۷ھ

ابن المغازلی در مناقب گفتہ

اخبرنا الحسن بن احمد بن موسیٰ غندجانی ثنا احمد بن
محمد ثنا علی بن محمد المقری (المصری) ثنا محمد بن عثمان
ثنا مصرف بن عمر ثنا عبد الرحمٰن بن محمد بن طلحۃ عن
ابیہ عن الاعمش عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوشك ان ادعی فاجیب
وانی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ عزوجل وعترتی اھل بیتی
فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔" (عبقات الانوار ص۲۲۷ جلد اول)

(۱)

واضح ہو کہ ابن المغازلی (متوفی ۴۸۳ھ) نے بھی کتاب المناقب لکھی ہے
اس میں یہ روایت ثقلین اپنے ۵ عدد اسانید کے ساتھ لائے ہیں جیسا کہ عبقات سے
ظاہر ہے۔ ورنہ خود ابن مغازلی تاحال ہمیں دستیاب نہیں ہو سکا تاکہ پتہ چل سکتا یہ
کس درجہ کے، کس معیار کے بزرگ ہیں؟ رطب و یابس جمع کر ڈالنے والے حضرت
ہیں یا صحیح و سقیم کو کچھ دیکھنے والے ہیں یا کیسے ہیں۔ اپنی کتب سے تو کچھ پتہ نہ چلا

البتہ شیعی تراجم میں تلاش کرنے سے تتمۃ المنتہی للشیخ عباس قمی ص ۳۴۴ طبع طہران میں یہ بزرگ پائے گئے ہیں۔ جس درجہ کے بزرگ ہوں تاہم، ان کی اسانید کو قواعد روایت کے رو سے دیکھنا لازمی ہے۔ فلہذا ہر ایک سند درج کر کے اس کا حال صحت وسقم پیش کیا جاتا ہے۔

(۲)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابن مغازلی کی ۵ عدد اسانید میں سے پہلی سند جو اوپر درج کی گئی ہے اور ابن بشران النحوی کے ذریعہ سے منقول ہے۔ اس میں عطیہ عوفی جدلی کوفی موجود ہے۔ اسی طرح دوسری سند ابن مغازلی میں جو ابو محمد الغند جانی کے واسطے سے اوپر مندرج ہے وہاں بھی عطیہ عوفی جدلی کوفی جلوہ افروز ہے جو ابو سعید کا شاگرد دکھلایا جاتا ہے۔

اور عطیہ عوفی اور ابو سعید (جو اصل میں محمد بن السائب کلبی ہے) کے متعلق تشریح ہم متعدد دفعہ واضح کر چکے ہیں اور پورے حوالہ جات کے ساتھ ان کی پوزیشن واشگاف کی جا چکی ہے۔ طبقات ابن سعد کی سند پر جہاں کلام کیا گیا ہے وہاں حوالہ جات مکمل درج کر دیئے ہیں جس صاحب نے تسلی کرنی ہو وہاں رجوع کریں حاصل یہ کہ عوفی شیعہ بزرگ ہیں۔ بڑے چست قسم کے شیعہ ہیں۔ اپنے شیخ محمد بن السائب الکلبی سے (جو مشہور کذاب ہے) روایت چلاتے ہیں اور اس کی کنیت ابو سعید مقرر کر رکھی ہے۔ پھر خدری کا لفظ اضافہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ سامع ابو سعید خدری صحابی سمجھ کر بے چون وچرا روایت کو تسلیم کر لے۔ یہ اس کا تمام جعل علماء رجال نے خوب واضح کر دیا ہے فلہذا شیعہ سنی مسائل مختلف فیہ میں اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ ابن حجر عسقلانی کی تہذیب التہذیب جلد ہفتم ص ۲۲۵ ج ۷، طبع حیدر آباد دکن، اور قانون الموضوعات طاہر الفتنی ص ۲۷۸ طبع مصر اور شیعہ رجال میں سے رجال مامقانی، تنقیح المقال

عطیہ عوفی کے حالات کے لئے کافی ہوگی وہاں اس شخص کو امام محمد باقر کے اصحاب میں شمار کیا ہے، (رجال مامقانی ص ۲۵۳ جلد دوم)

ان حالات مندرجہ کے بعد ان کی قبول روایت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے مزید کسی غور و فکر کی حاجت نہیں۔

(۳)

ابن المغازلی کی تیسری اور چوتھی روایت بمع سند پہلے بلفظہ "طبقات" سے نقل کر کے ہم درج کرتے ہیں اس کے بعد اس کے اسناد کی متعلقہ گفتگو پیش کی جائے گی۔

سند سوم

اخبرنا ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان المعروف بابن الصیرفی البغدادی قدم علینا واسطاً (سنہ ۴۳۰ھ) قال ثنا ابوالحسین عبید اللہ بن احمد بن یعقوب بن البواب ثنا محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی ثنا وهبان و هو ابن بقیۃ الواسطی ثنا خالد بن عبد اللہ عن الحسن بن عبید اللہ عن ابی الضحیٰ عن زید بن ارقم رض قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اهل بیتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔

(طبقات الانوار ص ۲۳۶ جلد اول)

سند چہارم

اخبرنا ابوطالب محمد بن احمد بن عثمان ابوالحسین محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ الحافظ اذنا ثنا محمد بن محمد بن سلیمان الباغندی ثنا سوید ثنا علی بن مسهر عن ابی حیان التیمی ثنی یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقم رض یقول قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فقال

اما بعد ایها الناس انما انا بشر یوشک اَن اُدعیٰ فاجیت وانی تارک فیکم الثقلین وھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ و النور فخذوا بکتاب اللہ وا ستمسکوا بہ فحث علےٰ کتاب اللہ و رغب فیہ ثم قال واھل بیتیِ اذکرکم اللہ فی اھل بیتی قال لھا ثلاث مرات۔

(عبقات الانوار صہ ۲۲۷، ۲۲۸، ج اوّل)

ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ابن المغازلی کی اس تیسری روایت کہ محمد بن محمد الباغندی نے روایت کیا ہے۔ اس کے متعلق علماء رجال نے جو تنقید و گرفت کی ہے اس کے پیشِ نظر اس کی روایت کو صحیح نہیں شمار کیا جاسکتا۔ اب ہم علی الترتیب اس پر جو تنقید پائی جاتی ہے، وہ درج کرتے ہیں۔

ا۔ "قال الخطیب فی تاریخہ بغداد .... قال ابو بکر بن عبدان انہٗ کان یخلّط ویدلس .... قال حمزۃ قال الدارقطنی کان کثیر التدلیس یحدث بمالم یسمع وربما سرق .... قال ابو بکر الاسماعیلی لا تھمۃ فی قصد الکذب ولکنہٗ خبیث التدلیس وکثیر التصحیف۔" (تاریخ بغداد صہ ۲۱۲-۲۱۳-جلد ثالث)

یعنی خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد جلد ۳ میں لکھتا ہے کہ ابن عبدان کہتے ہیں یہ شخص (باغندی) روایت خلط اور ملاوٹ کردیتا تھا اور اپنے مروی عنہ کا پتہ نہ دیتا تھا دارقطنی کے حوالہ سے حمزہ کہتے ہیں کہ یہ شخص بہت تدلیس کرتا اور جو روایت نہ سنی ہوتی تھی اس کو روایت کردیتا تھا۔ اور بسا اوقات روایت میں سرقہ یعنی چوری کرتا۔ اس طرح کرکسی کی روایت اس کے اذن کے بغیر لے کر چلا دیتا اور اسماعیلی کہتے ہیں کہ یہ بُری تدلیس کرتا تھا۔ اور بہت ملاوٹ سے کام لیتا تھا۔"

۲- حافظ ذہبی نے اپنی تصانیف میزان الاعتدال اور تذکرۃ الحفاظ میں باغندی کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

...کان مدلسا وفیہ شیء.... قال السلمی سألت الدارقطنی عن محمد بن محمد الباغندی فقال مخلط، مدلس یکتب عن بعض اصحابہ ثم یسقط بینہ وبین شیخہ ثلاثۃ وھو کثیر الخطاء

{ میزان الاعتدال جلد سوم ص۱۲۹ جلد ۳
وتذکرۃ الحفاظ ذہبی ص۲۷۲/۲۷۳ جلد دوم }

۳- اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں بھی یہ درج کیا ہے۔

قال الدارقطنی ... مخلط، مدلس یکتب عن بعض اصحابہ ثم بینہ وبین شیخہ ثلاثۃ وھو کثیر الخطاء... قال ابن عدی ولہ اشیاء انکرت علیہ۔

(لسان المیزان ص۳۶۰/۳۶۱ جلد پنجم)

نوٹ: اب اس کی اگرچہ توثیق بھی منقول ہے مگر الجرح مقدم علی التعدیل کے تحت اس کی روایت درجۂ صحت میں تسلیم نہ ہوگی۔

میزان الاعتدال وتذکرۃ الحفاظ ولسان المیزان، ہرسہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ یہ شخص مدلس (اپنے شیخ کو نہ بیان کرنے والا) ہے اور اس میں ضعف ہے اور اپنے اوپر کے مشائخ حدیث سے تین تین آدمیوں کو سند سے ساقط کر دیتا ہے۔ کثیر الخطاء یعنی غلطی کنندہ ہے اور کئی چیزیں ثقہ لوگوں کے خلاف ذکر کر دیتا ہے۔

(۴)

ابن مغازلی کی چوتھی روایت بمعہ سند جو اوپر درج کی گئی ہے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ پہلی گذارش تو یہ ہے۔ کہ یہ روایت بھی الباغندی مذکور کے ذریعہ مروی ہے جس کی یہ جرح صاف الفاظ میں اوپر درج کی ہے۔ اس جرح کے باوجود اس روایت

کا درجہ صحت تسلیم کرنا مشکل امر ہے۔

علی سبیل التنزل اگر یہ روایت صحیح تسلیم کرلی جائے تو اس میں دوسری گنجائش موجود ہے۔ جس پر ثم قال کے الفاظ صراحۃً دلالت کر رہے ہیں۔ اس کی تفصیل مسند دارمی اور مسلم شریف کی روایت کے تحت مکمل طور پر مل سکے گی وہاں رجوع کر لینا چاہیئے فلہٰذا دوستوں کے مدعا کے لئے یہ مفید نہیں ہے یعنی تقریب تام نہیں۔

تنبیہ: صاحب عبقات نے سنہ ہجری کی ترتیب کے تحت ۳۷۹ھ میں اپنی کتاب کے ص۱۹۴ جلد اول پر روایت ثقلین کا ایک مزید اسناد درج کیا ہے کہ محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ الحافظ البغدادی اذ ناثنا محمد بن سلیمان الباغندی ثنا سوید ثنا علی بن المسھر عن ابی حیان التیمی حدثنی یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقمؓ یقول قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

اس کے متعلق یاد رہے کہ یہ کوئی الگ اسناد کسی دوسرے محدث کا نہیں ہے۔ اسی ابن المغازلی کی چوتھی سند مندرجہ بالا بعینہٖ ہے لہٰذا اس سند کے لئے کسی الگ بحث کی حاجت نہیں ہے جو کچھ اس چہارم سند مغازلی کے لئے لکھا گیا وہی کافی ہے۔ کتاب کا حجم بڑھانے کے لئے میر حامد حسین صاحب نے یہ طرز اور یہ روش اختیار کر رکھی ہے کہ ایک روایت کے ایک اسناد میں جو متعدد رواۃ ایک دوسرے سے نقل کنندگان ہیں ان کو ہی الگ الگ محدث قرار دے کر جدا جدا اسانید تجویز کر کے کثرت اسناد دکھلانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ چیز حقیقت الامر کے بالکل خلاف ہے سبحان اللہ! کیا عجیب طرز تصنیف ہے۔

روایت پنجم (۵)

ابن المغازلی کی پانچویں روایت بلفظہٖ بمعہ سند درج ہے۔ اس کی سند

لاحظہ کر لینے سے اس کا مقام صحت وسقم اور درجۂ رد وقبول خود بخود سامنے آجائے گا کسی گہرے غور وفکر کی ضرورت نہ ہوگی۔ صاحب عبقات لکھتے ہیں کہ:

نیز ابن المغازلی، در کتاب المناقب علی مانقل عنہ العلامۃ ابن بطریق طاب ثراہ فی کتابہ الموسوم بالعمدۃ گفتہ۔

اخبرنا ابو یعلی علی بن ابی عبد اللہ بن العلاف البزار اذنا قال اخبرنی عبد السلام بن عبد الملك بن حبیب البزار قال اخبرنی عبد اللہ محمد بن عثمان قال حدثنی محمد بن بکر بن عبد الرزاق حدثنی ابو حاتم مغیرۃ بن محمد بن المهلبی قال حدثنی مسلم بن ابراهیم قال نوح بن قیس الجذامی حدثنی ولید بن صالح عن امرأۃ زید بن ارقمؓ قالت قال اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مکۃ فی حجۃ الوداع حتی نزل بغدیر الجحفۃ بین مکۃ والمدینۃ فامر بدوحات (روایت بڑی طویل چلی گئی ہے) قال توشکون ان تردوا علی الحوض واسئلکم حین تلقونی عن ثقلانی کیف خلفتمونی فیهما فاعتل علینا ماندری ما الثقلان حتی قام رجل من المهاجرین فقال بابی انت وامی یانبی اللہ ما الثقلان قال الاکبر منهما کتاب اللہ سبب طرفه بید اللہ تعالی وطرف باید یکم فتمسکوا به ولا تولوا ولا تضلوا والاصغر منهما عترتی الخ

اس طویل روایت کے اسناد میں صرف ایک شخص نوح بن قیس کے متعلق ہی تحقیق کر لی جائے تو یہی کافی ہے حافظ ابن حجر نے تقریب وتہذیب میں اور ذہبی نے میزان میں جو اس کے بارے میں تصریح کر دی ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

".... رمی بالتشیع ... بلغنی عن یحیی انه ضعفه وقال مرۃ یتشیع ... قال ابو داؤد کان یتشیع ... یحیی ضعفه ..."

حاصل ترجمہ یہ ہے کہ یہ شخص نوح بن قیس حزامی شیعہ مذہب کی طرف منسوب ہے یحیٰی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور دوسری بار شیعہ بھی کہا ہے۔ ابوداؤد بھی اس کو شیعہ کہتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ص۵۲۷ طبع نول کشور)

(تہذیب التہذیب ص۴۸۵-۴۸۶ جلد دوم)

(میزان الاعتدال ذہبی ص۵۴۲ جلد دوم)

روایت ثقلین حمیدی (ابو عبداللہ محمد بن فتوح بن عبداللہ

بن حمید الازدی الاندلسی القرطبی المتوفی ۴۸۸ھ)

صاحب "عبقات الانوار" نے حمیدی موصوف سے روایت ثقلین ذکر کی ہے اور علامہ حمیدی محدث کی توصیف و توثیق میں پورے دس عدد صفحات عبقات کے پر کر دیئے ہیں۔ جواباً گذارش ہے کہ

۱۔ الجمع بین الصحیحین میں حمیدی نے یہ روایت نقل کی ہے اس کتاب میں بخاری شریف اور مسلم شریف کے صرف متون کو جمع کیا گیا ہے اور ان کے اسناد کو ترک کر دیا گیا ہے صرف صحابی کا نام باقی رکھا گیا ہے اس صورت میں مسلم شریف کی روایت جو زید بن ارقم صحابی سے مروی ہے وہی من و عن روایت "جمع الصحیحین حمیدی" میں آگئی ہے۔ یہ کوئی جدید روایت جدید سند کے ساتھ حمیدی نے پیش نہیں کی یہ صحیح مسلم کی ہی گذشتہ روایت ہے۔

۲۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ حمیدی کی توثیق و توصیف میں اتنا زور لگایا گیا ہے، اور پورے دس عدد صفحات کلاں پر کر ڈالے ہیں حالانکہ ہمارے ہاں تو یہ فاضل پہلے سے مسلم و معتمد محدث ہیں۔ اہل سنت کی جانب سے کسی صاحب کی طرف سے ان پر کوئی جرح و قدح نہیں وارد کی گئی اور

نہ ہی ان پر عدم اعتماد کا شبہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام کارروائی آپ کی تکثیر حوالہ جات کی خاطر معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح بلاضرورت بحثوں کو طول دے کر کتاب طویل کی گئی ہے اور اپنے ہواخواہوں سے مفت داد حاصل کی گئی ہے۔

۳۔ تیسری گزارش یہ ہے کہ اس کا محمل و مفہوم مسلم شریف کی روایت کے تحت جو بیان کیا گیا ہے وہی درست ہے۔ الگ جواب کی حاجت ہی نہیں۔

روایت ابی المظفر منصور بن محمد السمعانی (۴۸۹ھ)

صاحب عبقات لکھتے ہیں کہ حدیث ثقلین را در رسالہ "قوامیہ" کہ معروف بفضائل الصحابہ" است علی مانقل عنہ آوردہ۔

عن طلحہ بن مصرف عن عطیۃ عن ابی الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اوشك ان ادعی فاجیب وانی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔ (عبقات الانوار جلد اول ص۲۳۰)

سمعانی کی تمام سند تو صاحب عبقات نے نقل نہیں کی جتنی قدر انہوں نے سند مذکور نقل کی ہے عدم قبول روایت کے لئے یہی کافی ہے۔ یہ عطیہ عوفی اپنے شیخ محمد بن سائب کلبی سے روایت کرتا ہے۔ الخدری کا لفظ تلبیس کے لئے اضافہ کر دیتا ہے۔ اس استاد شاگرد دونوں کی پوزیشن کو طبقات ابن سعد، مسند احمد، مسند ابی یعلی کی روایات کے تحت مفصل حوالہ جات کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے بار بار اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں وہاں تفاصیل ملاحظہ کی جائیں۔

روایت کتاب الفردوس للدیلمی

(ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الہمدانی المتوفی ۵۰۹ھ)

صاحب عبقات جلد اول ص ۲۵۰ پر رقم طراز ہے کہ:

درکتاب فردوس الاخبار دیلمی حدیث ثقلین از زید بن ارقم آوردہ۔

انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ فیکم منه حبل من اتبعه کان علی الهدیٰ ومن ترك کان علی الضلالة و اهل بیتی اذکرکم اللہ فی اهل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض یعنی الاخذ بهما ثقیل۔" (عبقات جلد ا ص ۲۵۰)

گذارش ہے کہ کتاب "فردوس الاخبار" سے سند روایت نہیں لائی گئی۔ تاکہ پتہ چل سکتا کہ صحیح سند کے ساتھ یہ مروی ہے یا سند صحیح نہیں۔ دوسری عرض یہ ہے کہ صاحب فردوس الاخبار پر علماء کی جرح بھی موجود ہے بغیر جستجو اور تفتیش کے اس کی روایت قابل قبول نہیں ہونی چاہیئے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب[۱] "بستان المحدثین" میں اس دیلمی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"امادر اتقان معرفت وعلم او قصورے ست در سقیم و صحیح احادیث تمیز نمی کند ولہذا درکتاب او موضوعات و واہیات تودہ تودہ مندرج شدہ"

(بستان المحدثین تذکرہ دیلمی ص ۶۲)

یعنی دیلمی کے علم میں قصور ہے۔ ردی اور صحیح حدیث میں فرق نہیں کرتا اس وجہ سے اس کی کتاب فردوس الاخبار میں موضوع، جعلی اور بے اصل روایات کے ڈھیر (انبار) مندرج ہوگئے ہیں۔"

بنا بریں بغیر تحقیق سند اس کی روایت کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

نیز واضح ہو کہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ ص ۱۷ ج ۳ میں فردوس الاخبار

دیلمی کو ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے۔

ان کتاب الفردوس فیہ من الاحادیث الموضوعات ماشاء اللہ ومصنفہ شیرویہ بن شہریار الدیلمی وان کان من طلبۃ الحدیث ورواتہ فان ھذہ الاحادیث التی جمعھا وحذف اسانیدھا نقلھا من غیر اعتبار بصحیحھا وضعیفھا وموضوعھا فلھذا کان فیہ من الموضوعات احادیث کثیرۃ جدا"

(منہاج السنۃ ص۱۷ جلد سوم)

خلاصہ یہ ہے کہ کتاب الفردوس میں احادیث جعلی و بناوٹی ہیں۔ اس کا مصنف شیرویہ بن شہریار دیلمی اگرچہ طلبہ حدیث اور رواۃ میں سے ہے لیکن جو احادیث اس نے جمع کی ہیں اور ان کے اسانید حذف کر ڈالے ہیں ان کے صحیح ہونے اور ضعیف ہونے اور جعلی ہونے کا کچھ اعتبار نہیں کیا۔ اسی وجہ سے اس کتاب مذکور میں بے شمار جعلی حدیثیں آگئی ہیں۔ (منہاج السنۃ صفحہ ۱۷ جلد ۳)

اسناد ثقلین از تفسیر معالم التنزیل بغوی

(الحسین بن مسعود ابو محمد الفراء محی السنہ بغوی شافعی متوفی ۵۱۶ھ)

اخبرنا ابو سعید احمد بن محمد بن العباس الحمیدی اخبرنا ابو عبید اللہ محمد بن عبد اللہ الحافظ انا ابو الفضل الحسن بن یعقوب بن یوسف العدل اخبرنا ابو احمد محمد بن عبد الوھاب العبدی انا ابو جعفر بن عوف (صحیح جعفر بن عون ہے) اخبرنا ابو حیان یحییٰ بن سعید بن حیان عن یزید بن حیان قال سمعت زید بن ارقم قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم خطیبا فحمد اللہ و اثنیٰ علیہ ثم قال ایھا

الناس انما انا بشر یوشك ان یأتینی رسول ربی فاجیبهٗ وانا تارك
فیکم الثقلین اولهما کتاب اللّٰه فیه الهدیٰ والنور فخذوا
بکتاب اللّٰه فاستمسکوا به فحثّ علیٰ کتاب اللّٰه ورغب فیه
ثم قال واهل بیتی اذکرکم اللّٰه فی اهل بیتی اذکرکم اللّٰه فی
اهل بیتی۔ (تفسیر معالم التنزیل بغوی بھامش الخازن پارہ چہارم رکوع اول
کی آخری آیتہ وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللّٰہ
وفیکم رسولہٗ۔ صفحہ ۳۲۷ جلد اول مصری طبع

۱۔ اس روایت میں پہلے نمبر پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس اسناد کے پہلے تینوں رواۃ یعنی ابو سعید۔ ابو عبید اللہ اور ابو الفضل مجہول الحال ہیں۔ ان کی بڑی تلاش کی گئی ہے کہ کہیں کتب متداولہ سے ان کا پورا پتہ چل سکے مگر کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ تقریب تہذیب، میزان ذہبی لسان تذہیب الکمال خزرجی۔ تاریخ بغداد۔ تاریخ اصفہانی لابی نعیم تاریخ ابن خلکان تاریخ جرجان للسہمی الجرح والتعدیل لابن حاتم رازی وغیرہ کتب سے کافی جستجو کے باوجود یہ حضرات نہیں مل سکے۔ اور تاریخ صغیر امام بخاری تاریخ کبیر بخاری کتاب الکنی دو لابی سے بھی تلاش کی جا چکی ہے بالکل مفقود الخبر ہیں۔

۲۔ دوسری یہ گزارش ہے کہ اگر اس روایت کو باوجود ان مجاہیل رواۃ کے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس روایت کی تمام عبارت متن روایت دارمی اور روایت مسلم شریف کے ساتھ متفق اور موافق ہے لہٰذا دارمی و مسلم کی روایت کے تحت جو کچھ تشریح اور توجیہ بیان کی گئی ہے یہاں بھی وہی معتبر و معتمد ہے پس وہاں رجوع کر کے ملاحظہ فرماویں۔

۳۔ تیسری اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ صاحب عبقات نے محی السنۃ فراء بغوی کی جانب اس ایک روایت کو چہار دفعہ الگ الگ

منسوب کرکے دکھلایا ہے حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف امر ہے کثرۃ حوالہ
جات کا رعب قائم کرنے کے لئے ان کو اس قسم کی ناانصافیوں کی
ضرورت ہے وہ کر گذرتے ہیں اور ذرہ برابر نہیں چوکتے۔ حقیقۃ الامر
اس طرح ہے کہ فراء بغویؒ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل پارہ چہارم رکوع
اول کے آخر میں آیت وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللہ
وفیکم رسولہٗ الخ کے تحت یہ روایت ثقلین باسند خود ذکر کی ہے۔
جیسا کہ اوپر اس روایت کو ہم نے درج کیا ہے۔ ساتھ ہی سند جس درجہ کی
ہے (اس میں مجاہیل ہیں) وہ عرض کیا گیا ہے بغوی موصوف نے
ایک تو آیت مودۃ (قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی
القربیٰ) (پارہ ۲۵) کے تحت آیۃ ہذا کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس
روایت کو مختصراً بطور حوالہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رویناً
عن یزید بن حیان عن زید بن ارقمؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال انی تارک فیکم الثقلین الخ اور مقصد اس جگہ مفہوم قربیٰ کی وضاحت
ہے اور بس۔ دوسرا بغوی موصوف نے آیۃ سنفرغ لکم ایھا الثقلان
کے تحت ثقل کا مفہوم بیان کرتے ہوئے اس روایت کو اس عبارت
کے ساتھ نقل کیا ہے۔ قال اھل المعانی کل شیٔ لہٗ قدر وزن ینافس
فیہ فھو ثقل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ وعترتی فجعلھا ثقلین اعظامًا لقدرھما۔ یہاں بھی مفہوم
ثقل کی وضاحت کے لئے روایت معروفہ کو بطور تائید پیش کیا ہے کسی
الگ سند و اسناد کے ساتھ انہوں نے اسے ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح
محی السنۃ بغویؒ نے حدیث کی کتاب مصابیح السنۃ مرتب کی ہے اس
میں مشہور محدثین کی تصنیفات کا خلاصہ مدون کیا ہے۔ سندات ان

محدثین کی حذف کر دی ہیں صرف ان کے متون جمع کر دیئے ہیں مصابیح السنتہ میں کچھ روایات مزید ملا کر اور مخارج حدیث بیان کر کے مشکوٰۃ شریف تیار کی گئی ہے اہل علم حضرات دونوں کتابوں کو خوب جانتے ہیں۔

اس مصابیح السنتہ میں فاضل بغوی نے مناقب اہل بیت کے باب میں یہ روایت ایک دفعہ زید بن ارقم صحابی رضؓ سے مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی ہے دوسری دفعہ جابر رضؓ صحابی سے ترمذی شریف کے حوالہ سے نقل کی ہے اب مصابیح میں یہ دونوں روایتیں مسلم و ترمذی کی منقول ہیں نہ کہ بغوی کی اپنی مستقل اسانید کے ساتھ مروی ہیں۔ فلہٰذا بغوی کی جانب اس روایت کو چہار اسانید کے ساتھ منسوب کرنا فضول امر ہے بلکہ غلط نسبت ہے جو واقع کے خلاف ہے۔ اس تصنیف کو ایسے بے فائدہ امور کے ترتیب سے مزین کیا گیا ہے جو اہلِ علم کی دیانت داری کے مناسب نہیں ہے اور ترمذی کی روایت پر بحث اپنی جگہ مکمل ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔ از روئے قواعد ترمذی کی روایت قابل تسلیم نہیں ہے اور مسلم کی روایت سنداً نہایت صحیح ہے مگر اس کا مفہوم اور محل اپنی جگہ درج کیا گیا ہے وہاں رجوع کر لیا جائے۔ اُس مقام میں روایت ہٰذا کی مکمل تشریح قابلِ دید ہے۔

روایت العبدری

۵۲۵ھ

(ابو الحسین رزین بن معاویة العبدری السرقطی اندلسی مالکی متوفی)

عبقات جلد اول صفحہ ۲۵۲ میں لکھا ہے کہ در کتاب "جمع بین الصحاح الستۃ"

عن زید بن ارقم رضؓ آوردہ

ناظرین پر واضح ہو کہ فاضل العبدری مذکور نے ہماری حدیث کی چھ کتابوں (بخاری مسلم موطا ترمذی ابوداؤد نسائی) جن کو صحاح ستہ سے تعبیر کیا جاتا ہے یکجا فرمایا

ہے اس کا نام ہے "جمع بین الصحاح الستہ" اور صحاح ستہ مذکورہ ہیں چوں کہ مسلم اور ترمذی میں یہ روایت ثقلین موجود ہے اس وجہ سے "جمع بین الصحاح الستہ" میں بھی یہ روایت منقولاً لازمی طور پر مندرج ہوگی۔ فاضل عبدری نے اس روایت کو کسی مستقل اسناد کے ساتھ روایت نہیں کیا ہے بلکہ وہی مسلم یا ترمذی کی روایت نقل کر دی ہے بنا بریں عبدری کی روایت کے لیے کسی الگ جواب کی حاجت نہیں ہے۔ مسلم اور ترمذی کی روایات کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے وہی کافی ہے وہاں رجوع کر کے ملاحظہ فرما لیا جائے۔

روایت ثقلین از قاضی عیاض

(ابوالفضل عیاض بن موسیٰ المالکی متوفی ۵۴۴ھ)

عبقات ص ۲۵۵ جلد اول پر قاضی عیاض کی کتاب "الشفاء فی حقوق المصطفیٰ" کے حوالہ سے روایت مذکور درج ہے۔ ناظرین کرام پر واضح ہو کہ قاضی عیاض اہل السنت میں بڑے پایہ کے عالم دین ہیں۔ ہمارے مسلم ثقہ آدمی ہیں صاحب عبقات نے پورے چودہ صفحات کلاں اپنی کتاب کے ان کی تعریف و توثیق جمع کرنے میں پُر کر ڈالے ہیں اس بیکار تطویل کا آخر کیا حاصل ہے؟ ہمارے ہاں جب کہ ان پر جرح نہیں ہے مسلم عالم دین ہیں تو ان کی تعریف میں اتنے زور لگانے کی کیا ضرورت درپیش ہے؟

اہل علم پر واضح ہے کہ "الشفاء" مذکور میں حدیثوں کی تخریج نہیں ہے نہ مصنف سند لایا کرتے ہیں نہ ہی روایت کا مآخذ درج کرتے ہیں۔ صاحب عبقات نے تو اس روایت کو لفظاً و معنیً متواتر ثابت کرنا ہے ان کو شفاء کا حوالہ پیش کرنا بے سود ہے جس میں سند نہیں ہے اور نہ ہی کسی محدث کا حوالہ دیا گیا ہے۔ صاحب شفا تو خود ناقل حدیث ہیں۔ صاحب تخریج نہیں۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ سند صحیح کے ساتھ اس روایت کو کسی باسند محدث سے نقل کیا جائے۔ نقل در نقل کرنے والے علماء کی روایات پیش کرنا بے سود

ہیں اور بحث کے قواعد کے پیش نظر ناقلین علماء کے جواب کی حاجت ہی نہیں ہے۔

روایت ابی محمد احمد بن محمد بن علی العاصمی

عبقات الانوار جلد اول ص ۲۶۸، ۲۶۹ پر ذکر کیا ہے کہ حدیث ثقلین را در کتاب "زین الفتی فی تفسیر ہل اتی" در سیاق طریق حدیث سفینہ گفتہ۔ اخبرنی الشیخ الامام رحمہ اللہ تعالیٰ قال اخبرنا الشیخ ابو اسحٰق ابراھیم بن جعفر الشورمینی قال اخبرنا ابوالحسن علی بن یونس بن الھیاج الانصاری قال حدثنا الحسین بن عبداللہ وعمران بن عبداللہ وعیسٰی بن علی وعبدالرحمٰن النسائی قالوا حدثنا عبدالرحمٰن بن صالح قال حدثنا علی بن عابس عن ابی اسحٰق عن حنش قال رایت اباذر متعلقا بباب الکعبۃ ویقول من یعرفنی فلیعرفنی ومن لم یعرفنی فانا ابوذر قال حنش فحدثنی بعض اصحابی انہ سمعہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی فانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض الخ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ مذکورہ روایت کی سند کو کتب رجال سے دیکھا گیا ہے تفتیش اور جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ اس سند میں عبدالرحمٰن بن صالح اور اس کا شیخ علی بن عابس دونوں ایسے بزرگ ہیں جن کی وجہ سے اس روایت کو صحیح نہیں کہا جا سکتا خصوصاً عبدالرحمٰن بن صالح تو خالص شیعہ ہے اب اگرچہ اس کی توثیق بھی ہماری کتب میں پائی گئی تاہم اس کے تشیع کے ثابت ہو جانے کے بعد اس کی مرویات پر مختلف فیہ مسائل میں اعتماد نہ ہوگا۔ ذیل میں تقریب و تہذیب و تاریخ بغداد و میزان ذہبی کے مندرجات اجمالاً درج کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کی تسلی ہو جائے۔

(۱) عبدالرحمٰن بن صالح الازدی العتکی صدوق یتشیع (تقریب ص۲۱۱)

۲ ... قال یعقوب بن یوسف المطوعی کان عبد الرحمٰن بن صالح رافضیا ... کان یحدث بمثالب ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وقال فی موضع آخر خرقت عامۃ ما سمعت منہ .... عن ابی داؤد لو اران اکتب عنہ وضع کتاب مثالب فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وذکرہ مرۃ اخریٰ فقال کان رجل سوء ... انہ محترق فیما کان فیہ من التشیع۔

ان چہار حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن صالح شیعہ اور رافضی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اور صحابۂ رسول کے عیوب ونقائص بیان کرتا تھا۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے روایت لکھنی جائز نہیں سمجھتا۔ اس نے صحابہ کرام کے معائب وعیوب ومطاعن میں کتاب مدون کی ہوئی تھی۔ پھر کہا کہ یہ ایک برا آدمی تھا ... اور یہ جلنے والا شیعہ تھا یعنی صحابہ کے نام سے جلتا تھا۔

(۱) تہذیب التہذیب ص ۱۹۸ ج ۶ -

(۲) تاریخ بغداد جلد دہم ص ۲۶۲ تا ۲۶۳۔

(۳) میزان الاعتدال ذہبی ص ۱۰۸ ج ۲ -

اس کے بعد مزید کسی جواب کی حاجت نہیں ہے عدم قبول روایت کے لیے یہی کافی وافی ہے۔

تنبیہ اول: العاصمی مذکور کی ایک اور روایت بھی صاحبِ عبقات نے نقل کی ہے مگر اس کا اسناد بھی غیر معتبر ہے اس میں ایسے لوگ جلوہ افروز ہیں جن کا کچھ پتہ رجال کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ مثلاً اس سند میں ایک شخص ابوالفضل بن فضلویہ نامی ہے۔ یہ بزرگ بالکل مفقود الخبر ہیں کہ ان کا کچھ پتہ رجال کی کتابوں میں ملتا۔ فلہٰذا ایسے مجہول الحال و مجہول الصفات لوگوں کی روایت پر کیسے اعتماد کر لیا جائے۔

دوم: شیعہ رجال کی کتب (روضات الجنات جامع الرواۃ وغیرہما) کی جستجو کرنے سے یہ بات مزید دریافت ہوئی ہے کہ احمد بن محمد العاصمی، مشہور عالم محمد بن یعقوب کلینی کے اساتذہ ومشائخ میں داخل ہے یعنی کلینی کا استاذ فی الروایات ہے دوسری یہ چیز واضح ہوئی ہے کہ امام زمان (غائب) کے وکلاء میں العاصمی کا شمار کیا گیا ہے۔ امام غائب کے وکلاؐ میں شمار ہونا۔ تو اخص الخواص لوگوں کے لیے نصیب ہوا ہے یہ ہماری معروضات کتاب الروضات الجنات جامع الرواۃ وتحفۃ الاحباب وغیرہ میں موجود ہیں اہل علم رجوع فرماکر تسلی کر سکتے ہیں۔

اس چیز کے علاوہ بھی اس سند میں شیعہ رواۃ مل گئے ہیں جیسا کہ درج کر دیا گیا ہے۔ اگر سند صحیح بھی ہوتی تو بھی صاحب سند العاصمی ایسے بزرگ ہیں کہ یہ روایت ہم پر حجت نہیں ہوسکتی۔

اسناد اخطب خوارزم

(متوفی سنہ ۵۶۸-۵۷۱ھ)

۶۳۴

صاحب عبقات لکھتے ہیں:

ابو المؤید موفق بن احمد المعروف اخطب خوارزم در کتاب المناقب اخرج نمودہ باین اسناد اخبرنی الشیخ الزاھد ابو الحسن علی بن محمد العاصمی الخوارزمی قال اخبرنا الشیخ اسماعیل بن احمد الواعظ قال اخبرنا ابو بکر احمد بن حسین البیہقی قال اخبرنا ابو عبداللہ قال ثنا ابو نصر احمد بن سہل الفقیہ ببخارا قال ثنا صالح بن محمد الحافظ البغدادی قال ثنا خلف بن سالم المخرمی قال ثنا یحیٰی بن حماد ثنا ابو عوانۃ عن سلیمان الاعمش قال ثنا حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل

عن زید بن ارقمؓ قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ونزل غدیر خم امر بدوحات فقممن فقال کانی قد دعیت فاجبت انی قد ترکت فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاٰخر کتاب اللہ وعترتی فانظروا کیف تخلفونی فیھما فانھما لن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض ثم قال ان اللہ عزوجل مولای وانا مولی کل مومن ثم اخذ بید علیؓ فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" (عبقات الانوار ص۲۶۹ جلد اول)

یہاں چند گذارشات ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱)

اخطب خوارزم کے متعلق بعض علماء اہلسنت نے سخت تنقید کی ہے چنانچہ ہم نے بیہقی کے اسناد کے تحت وہ تنقیدی فقرات بلفظہ درج کر دیئے ہیں حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تحفہ اثناعشریہ میں لکھا ہے کہ یہ بزرگ زیدی شیعہ خیال کے آدمی ہیں ان کی تحقیقات اور مرویات برائے اہل سنۃ قابل اعتماد نہیں۔

(۲)

صاحب عبقات (میر حامد حسین لکھنوی شیعی) نے جو اس تصنیف میں ناانصافیاں کی ہیں اس موقعہ پر بھی اس کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ روایت مندرجہ بالا اسناداً و متناً وہی روایت ہے جو حاکم صاحب مستدرک کے دوسرے اسناد میں مندرج ہے۔ چونکہ صاحب عبقات سن وار علی الترتیب محدثین سے اس روایت ثقلین کو پیش کر رہے ہیں بنا بریں اس کو پہلے تو صاحب مستدرک حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ کی روایت تجویز کر کے ۴۰۵ھ میں درج کی ہے اس کے بعد حاکم کے شاگرد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ بھی چونکہ اسی روایت کے راوی ہیں پھر ان کے ۴۵۸ھ میں بیہقی کے اسناد کے نام

سے اسی روایت کو الگ درج کر کے دکھایا ہے پھر جب اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ ۶۳۴ھ) کا موقعہ آیا ہے تو وہاں پھر اسی روایت کو درج کر کے اخطب خوارزم کے اسناد کے ساتھ مستقل روایت کو ذکر کیا ہے گویا اس روایت کو جتنے مصنفین اپنے اپنے طرق کے ذریعہ اپنی تالیفات میں مدون کرتے چلے آئیں یہ ان کے زعم میں مستقل روایات بمع اسانید ہیں۔ حالانکہ صاف بات ہے یہ ایک روایت ایک اسناد کے ساتھ مروی ہے اس کو متعدد بنانا اور بار بار درج کر کے دکھلانا اصولاً دیانت داری کے بالکل برخلاف ہے۔ یہ خانہ پوری ہے اور کثرت حوالہ کے طریقہ سے اپنی تصنیف کا حجم ضخیم کرنا ہے اور بس!

(۳)

ہم صاحب عبقات کی طرح ایک ہی بات کو بار بار دہرا کر بے فائدہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے مختصر یہ ہے کہ اس اسناد مندرجہ پر پہلے حاکم نیشاپوری کے اسانید میں جرح قدح ہو چکی ہے۔ اس میں خلف بن سالم المخرمی سخت مجروح ہے شیعہ ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ پورے حوالہ جات اسماء رجال کی کتب سے ہم پہلے درج کر چکے ہیں تسلی کرنی ہو تو مستدرک حاکم کے دوم اسناد کے تحت ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں۔

اگر بالفرض

روایت ہٰذا صحیح ہے تو اس کا مقصد وہی ہے جو متعدد دفعہ عرض کیا جا چکا ہے کہ عترت کے حق میں امت کو وصیت فرمائی گئی ہے۔ کہ ان کے احترام و اکرام و حقوق کا خیال رکھا جائے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض شبہات بیجا پیدا ہوئے تھے ان کا ازالہ فرمایا دیگر ان کے ساتھ دوستی و موالاۃ و معاداۃ کا مقابلتہً ذکر کیا جانا لفظ مولیٰ کے مفہوم کو بھی متعین کر رہا ہے مزید کسی خارجی قرائن و شواہد کی حاجت ہی نہیں ہے۔ اگر اس مقام میں مولیٰ اور ولی کا کوئی دوسرا معنی (مثلاً خلیفہ بلا فصل وغیرہ) مراد لیا جائے تو ایک تو یہ جملہ اللّٰھم وال من والاہ الخ ما قبل سے بے جوڑ ہو کر رہ جائے گا۔ دوسرا ایک مادہ

(و لی) کے ایک ہی روایت میں دو معنی متناقضہ قائم ہونے کی وجہ سے معنوی تشتت رونما ہوگا۔ جو بلاغت کلام کے منافی ہے۔

ضروری تنبیہ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم دین، یا مصنف مشہور کا ہمنام ایک دوسرا شخص بھی اسی نام کے ساتھ معروف ہوتا ہے مثلاً ابن قتیبہ ابن جریر وغیرہ ہما مشاہیر مصنفین ہیں۔ اسی نام سے اور بھی کئی ابن قتیبہ و ابن جریر وغیرہ ہما پائے جاتے ہیں۔ اس تشابہ اسمی یا ہمنامی کی وجہ سے کئی خرابیاں پیش آتی ہیں اور کئی مفاسد چل نکلتے ہیں۔ یہاں بھی ٹھیک اسی طرح "اخطب خوارزم" کا لقب متعدد لوگوں کے حق میں پایا گیا ہے۔ ایک فقہ حنفی کے مشہور جید عالم ہیں وہ بھی اسی نام اور اسی لقب سے (اخطب خوارزم) سے مشہور ہیں یہاں جو اخطب خوارزم ہیں۔ یہ اور ہیں المناقب کے مصنف یہی ہیں یہ بزرگ زیدی شیعہ ہیں اور پختہ حاذق و ماہر شیعہ ہیں۔ اسی بزرگ کے متعلق ابن تیمیہ نے (منہاج السنۃ جلد سوم ص۱۰ تحت الفصل العاشر میں) خوب جرح کی ہے لکھا ہے کہ اس کی روایات جعلی اور جھوٹی ہیں یہ علماء حدیث میں سے نہیں ہے اس کی طرف اس باب میں رجوع نہ کیا جائے وغیرہ۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی تحفہ اثنا عشریہ (بحث احادیث امامتہ و خلافت تحت حدیث ہفتم) میں اس شخص کی روایات کا خوب رد کیا ہے۔ مزید فرمایا ہے کہ یہ بزرگ تو زیدی شیعہ ہے۔ بس اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا کہ اس کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہیں اور نہ قابل تسلیم ہیں۔ بہرکیف ہمنامی کی مشابہت کی وجہ سے یہ سب خرابیاں پیش آگئی ہیں اور مخالف دوست اسی نام اور تشابہ اسمی کے تحت آڑ لے کر اس کی مرویات پیش کرتے ہیں۔ اب اس دفعہ شبہ کے بعد مسئلہ حل ہوگیا ہے۔ علماء کرام خبردار رہیں۔ اس اخطب خوارزم کی تمام روایات جس

کتاب سے بھی منقول ہوں گی ہمارے لیے قابل قبول نہ ہوں گی۔

اسناد از تاریخ ابن عساکر

(ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ)

.... عن معروف بن خربوذ عن ابی الطفیل عن حذیفة بن اسید لما قفل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من حجة الوداع نهی اصحابه عن شجرات بالبطحاء متقاربات ان ینزلوا حولهن ثم بعث الیهن فصلی تحتهن ثم قام فقال ایها الناس قد نبأنی اللطیف الخبیر..... وانی سائلکم حین تردون علیّ عن الثقلین فانظروا کیف تخلفونی فیهما الثقل الاکبر کتاب اللہ سبب طرفه بید اللہ وطرف بایدیکم فاستمسکوا به لا تضلوا ولا تبدلوا وعترتی اهل بیتی فانه قد نبأنی اللطیف الخبیر انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"۔ قال ابن کثیر رواه ابن عساکر بطوله عن طریق معروف کما ذکرنا۔

(البدایة والنہایة لابن کثیر ص ۳۴۹ جلد ہفتم)

(۱)

واضح رہے کہ اسناد ہذا ہم نے "البدایة والنہایة" لابن کثیر سے نقل کیا ہے ابن عساکر کی اصل کتاب ہمیں نہیں مل سکی ورنہ پورے اسناد پر کلام کرنے کا قصد تھا خیر جو کچھ اسناد میسر ہے روایت کا درجۂ اعتماد معلوم کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ روایت معروف بن خربوذ مکی نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ سے نقل کی ہے اور ابوالطفیل

نے حضرت حذیفہ سے روایت کی ہے۔ معروف مذکور کی مکمل پوزیشن اور کامل تعارف تو ہم کتاب نوادر الاصول حکیم ترمذی والے اسناد کے تحت تفصیلاً درج کر چکے ہیں۔ چند ورق الٹا کر دوبارہ ملاحظہ فرمالیا جائے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ معروف بزرگ ضعیف عند المحدثین ہونے کے ساتھ شیعہ بزرگ ہے اور اخباری شیعہ ہے اور ان کے "اصول اربعہ" کا مشہور راوی ہے۔ ان کی کتب رجال میں سے رجال تفرشی، رجال مامقانی، جامع الرواۃ کا ملاحظہ ہماری معروضات کی تائید کے لیے کافی ہے۔ فلہذا جو شخص عند الفریقین مسلم شیعہ ہو اس کی روایت اس کی مسلک کی تائید میں قبول نہیں کی جا سکتی۔ اس وجہ سے یہ روایت ناقابل قبول ہوگی۔

(۲)

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی مدعیان حب اہلبیت کو مفید نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عترت واہل بیت کے متعلق یہاں ایسے الفاظ نہیں پائے گئے۔ جن سے وجوب اطاعت اور لزوم تمسک کا مفہوم مستنبط ہو سکے پس جس مقصد اور اثباتِ دعوےٰ کی خاطر یہ روایت پیش کی جاتی ہے اس کو ثبت نہیں ہو سکی۔ لہٰذا تقریب تام نہیں ہے۔

روایت ابوموسٰی مدینی

(محمد بن عمر بن احمد بن عمر اصفہانی ۵۸۱ھ)

عبقات جلد اول صفحہ ۲۷۶ پر لکھا ہے کہ ابوموسٰی مدینی نے "تتمہ معرفۃ الصحابۃ" میں بذریعہ ابن عقدۃ یہ روایت ثقلین نقل کی ہے وقال انہ غریب جدا

۱۔ حضرات کتاب تتمہ "معرفۃ الصحابۃ" لابی موسٰے مدینی ہم کو میسر نہیں البتہ ہم کو عبقات کے ذریعہ یہ واضح ہو گیا کہ ابوموسٰے مدینی اس روایت کے نقل کرنے میں "ابن عقدہ" کے مرہونِ منت ہیں جو خالص شیعی بزرگ ہے۔ ابن

عقدہ کی پوزیشن اس سے قبل ہم ۳۳۲ھ میں اس کی ہشت گانہ اسانید کے تحت
مفصل لکھ چکے ہیں۔ سن کی ترتیب کے لحاظ سے (۳۳۲) کے مواقع دوبارہ ملاحظہ
فرمالیے جائیں۔ اس کے تشیع کی تسلی ہو جائے گی۔ یہ بزرگ بین الفریقین مسلم شیعہ ہے
اور بڑا خطرناک قسم کا ہے۔

۲- دوسری یہ عرض ہے کہ اس روایت کو خود ابو موسیٰ مدینی اپنی تحقیق کے اعتبار سے
غریب جداسے تعبیر کر رہے ہیں یعنی اس روایت کے رواۃ میں تفرد پایا گیا ہے۔
حاصل یہ ہوا کہ اس کا لفظاً و معنیً متواتر ہونا تو در کنار رہا۔ یہ روایت تو غریب ہے۔
صاحبِ عبقات کی دلیری تو قابل داد ہے جو لوگ اس روایت کے غریب ہونے
کے قائل ہیں اور اس کو نہایت درجہ کی غریب کہتے ہیں۔ ان کو بھی تواتر ثابت کرنے
کے لیے اپنے ساتھ ملا کر کثرت حوالہ جات پیدا کئے جا رہے ہیں۔

تنبیھ: (۱) امام ترمذی نے صفحہ ۲۲۰ جلد ۲ پر روایت ثقلین کو غریب کہا ہے۔
۲- اور امام بخاری نے امام احمد کے حوالہ سے تاریخ صغیر امام بخاری صفحہ ۱۲۶ میں
لکھا ہے کہ:

قال احمد فی حدیث عبد الملک عن عطیۃ عن ابی سعید
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم الثقلین
احادیث الکوفیین ھذا مناکیر۔"

یعنی یہ کوفیوں کی منکر روایات ہیں جو ثقہ لوگوں کے خلاف مروی ہیں۔

۳- حافظ ابن کثیر نے البدایۃ صفحہ ۲۰۹ جلد ۵ میں سنن کبریٰ امام نسائی کے حوالہ سے
روایت ثقلین نقل کر کے لکھا ہے کہ تفرد بہ النسائی من ہذا الوجہ یعنی روایت ہذا
کو اس طریقہ سے ذکر کرنے میں فاضل نسائی متفرد ہیں اور کوئی دوسرا محدث اس کے
ساتھ شریک نہیں ہے۔

۴- مولانا بحر العلوم (عبد العلی) لکھنوی نے شرح مسلم الثبوت میں روایت ثقلین

کی تشریحات کرتے ہوئے صراحتہ کر دی ہے کہ:

ورد هذا الحديث من راوٍ واحدٍ بالفاظ شتّی ولایدری الفاظ رسول الله صلّی الله علیه وسلم ماهی؟ ثم انه خبر الواحد لا یستطیع معارضة القاطع الخ

(شرح مسلم الثبوت کامل کلاں تختی طبع نولکشور لکھنؤ صفحہ ۵۰۹ بحث الاصل الثالث الاجماع)

یعنی یہ روایت ثقلین ایک راوی سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح الفاظ کیا ہیں پھر یہ خبر واحد ہے۔ جو قطعی ویقینی کے معارضہ ومقابلہ کی طاقت نہیں رکھتی۔" فافہم

اکابر علماء کی ان تصریحات کے بعد ہمارے دوستوں کے دعوئے تواتر کی طرف توجہ کیجیے۔ کہاں تک درست ہے (رشتان بینهما) تواتر تو ایک طرف رہا یہاں تو شہرت بھی نادار رہے صرف خبر واحد اور غریب جدا ہے یعنی انتہائی غریب ہے اور ساتھ ساتھ ہی متعدد علماء نے اس خبر کو ضعیف اور غیر صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے ترمذی کے اسناد کی بحث کے آخر میں ابن تیمیہ کے حوالہ سے پوری عبارت درج کر دی ہے۔ رجوع فرما کر دوبارہ ملاحظہ فرمالی جائے، اور امام بخاری نے منکر روایت قرار دے کر اپنی صحیح بخاری میں درج ہی نہیں فرمایا:

روایت ثقلین اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ

(عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الکریم الجزری المعروف ابن اثیر جزری)

دروی عنه ابنه ایضاً انه قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم بالجحفة فقال الست اولی بکم من انفسکم قالوا بلی یا رسول الله قال انی سائلکم عن اثنین عن القرآن

وعن عترتی قال الترمذی عبد اللہ بن حنطب لم یدرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (اسد الغابہ طبع طہران ص۱۴۷ جلد ۳)

پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں دو جگہ اس روایت کا ذکر کیا ہے ۔ اوّل امام حسن رضؓ کے تذکرہ میں زید بن ارقم سے منقول ہے ۔ (صفحہ ۱۲ جلد ۲ اسد الغابہ طبع طہران)

یہ اوّل روایت بالکل بمع اسناد تمام امام ترمذی والی ہے اور ترمذی کی روایت پر پہلے بحث ہو چکی ہے اس کی طرف رجوع کر لینا کافی ہے اس میں متعدد شیعہ بزرگ رواۃ ہیں؛ علی بن المنذر الکوفی عطیۃ العوفی وغیرھما ۔

بار دوم اس روایت کو جز ثالث صفحہ ۱۴۷ تذکرہ عبداللہ بن حنطب کے تحت اس کو درج کیا ہے ۔ بالفاظہا، کو بالا عبارت کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ اب اس کے متعلق چند معروضات پیش کی جاتی ہیں جو اہل علم کے لائق ہیں

(۱)

اوپر مندرجہ الفاظ کی تشریح اس طرح ہے (روی عنہ ابنہ) ابن سے مراد مطلب بن عبداللہ بن حنطب بن الحارث المخزومی ہے لفظ عنہ کی ضمیر عبداللہ بن حنطب کی طرف راجع ہے، اور مطلب کا بیٹا عبدالعزیز اپنے باپ مطلب سے راوی ہے ۔

(۲)

محدثین اور اکابر علماء نے اس باپ بیٹے مطلب بن عبداللہ کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے اس کو قبول روایت کے وقت ملحوظ رکھنا مناسب ہے ۔ استیعاب لابن عبدالبر صفحہ ۲۸۲ ج ۲ مع اصابہ) میں لکھا ہے کہ حدیثہ مضطرب الاسناد لا یثبت) یعنی اس کی حدیث مضطرب الاسناد ثابت نہیں ہے ۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس کے صحابی ہونے کا اقرار کیا ہے لیکن ساتھ یہ درج

ہے۔ کہ امام ترمذی صفحہ ۲۰۸ جلد دوم باب مناقب شیخینؓ میں کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حنطب لم یدرک النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ نیز یہ اختلاف بھی ذکر کیا ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک اس عبداللہ کے والد حنطب سے اصل روایت مروی ہے۔ وہ حنطب صحابی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ اور حنطب کے درمیان مطلب واقع ہے جو اس عبداللہ کا والد ہے اور حنطب کا بیٹا ہے پس صحبت نبوی "مطلب" کے لیے ہے نہ کہ عبداللہ کے لیے پس ان اختلافات کی بناپر مطلب بن عبداللہ کی روایت میں اضطراب وتشتت موجود ہے۔

(اصابہ معہ استیعاب صفحہ ۲۹۰ جلد ۲ وتہذیب صفحہ ۱۹۲ ج ۵)

(۳)

مطلب بن عبداللہ بن حنطب۔

۱۔ المطلب بن عبد اللہ المخزومی صدوق کثیر الارسال والتدلیس"

(تقریب صفحہ ۴۹۷ طبع لکھنؤ)

۲۔ ترمذی میں ہے:

قال (محمد بن اسماعیل البخاری) لا اعرف المطلب بن عبد اللہ سماعًا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا قوله حدثنی من شهد خطبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمعت عبد اللہ بن عبد الرحمٰن یقول لا نعرف للمطلب سماعًا من احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ترمذی صفحہ ۱۱۵ جلد دوم باب ماجاء فی من قرأ حرفًا من القرآن ما له من الاجر)

۳۔ قال ابن سعد کان کثیر الحدیث ولیس یحتج بحدیثه لانه یرسل کثیرًا ولیس له لقاء وعامة اصحابه یدلسون"۔ (تہذیب صفحہ ۱۷۸ ج ۱۰)

ان ہرسہ حوالہ جات بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہت تدلیس کرتا ہے اور مرسل روایات لاتا ہے۔ صحابہ سے اس کا لقاء وملاقات نہیں ہے۔ کثیر الحدیث ہے لیکن اس

کی حدیث کے ساتھ احتجاج پکڑنا (دلیل بنانا) ٹھیک نہیں ہے۔

۴۔۔۔۔۔ھو یرسل عن کبار الصحابۃ کابی موسیٰؓ وعائشۃ قال ابو حاتم وعامۃ احادیثہ مراسیل۔۔۔قال ابن سعد کثیرا لحدیث و لیس یحتج بحدیثہ" (میزان الاعتدال صفحہ ۷۷، اجلد ثالث)

۵۔ ابن اثیر جزری نے اس روایت کی سند مکمل نہیں ذکر کی تھی جو کچھ حصہ سند بیان کیا تھا اس کے متعلقات درج کئے گئے۔ اگر مکمل سند میسر ہو جاتی تو اور بہتر ہوتا۔ صاحب عبقات بھی یہی پسند کرتے ہیں کہ ادھوری سند سے ہی کام چلایا جائے۔

تنبیہ: یہی روایت عبداللہ بن حنطب والی طبرانیؒ کے حوالہ سے سیوطیؒ نے رسالہ احیاء المیت میں درج کی ہے اس کا درجہ اعتماد مندرجہ بالا احوال سے واضح ہے لہٰذا احیاء المیت کے حوالہ کے لئے الگ جواب کی حاجت نہیں ہے۔

روایت ثقلین فی کتاب "المختارۃ" للضیاء المقدسی

(ضیاء الدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالواحد السعد المقدسی)

اخرجہ الضیاء "فی المختارۃ" من طریق سلمۃ بن کہیل عن ابی الطفیل عن زید بن ارقمؓ (عبقات ص۲۹۵ جلد اول)

طبرانی کبیر کے اسانید میں یہ بحث ابھی گزر چکی ہے۔ کہ سلمہ بن کہیل کس درجہ اور کس نوع کے راوی ہیں۔ لہٰذا قبول روایت ہذا کا مسئلہ خود بخود صاف ہے کسی تفصیل کی حاجت نہیں ہے۔" یعنی سلمہ بن کہیل شیعہ بزرگ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب میں ان کا تشیع واضح طور پر ذکر کر دیا ہے لہٰذا زیر بحث مسئلہ میں ان کی روایت کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

سلمہ بن کہیل کے متعلق معجم طبرانی کبیر کے اسناد سوم کی بحث میں حافظ ابن حجر کا

پورا حوالہ مکمل عبارت کے ساتھ درج ہو چکا ہے۔
تنبیہ: فاضل مقدسی متوفی ۶۴۳ھ سے روایات کے لیے یہ صاحب تخریج نہیں ہے دوسرے محدثین سے ناقل ہے۔ غالب خیال یہی ہے مذکور مندرجہ بالا ٹکڑا اسناد طبرانی کی معجم کبیر سے منقول ہے اس ادھورے اسناد سے بھی عدم قبول روایت کے لیے ثبوت مل گیا۔

اسناد از کتاب تذکرۃ الخواص لسبط ابن جوزی

(متوفی ۶۵۴ھ)

سبط ابن جوزی کے "تذکرۃ الخواص" میں یہ روایت ثقلین دو سندوں کے ساتھ منقول ہے۔ ہر دو اسناد نقل کر کے ان کا متعلقہ کلام پیش خدمت کیا جائے گا۔
لیکن اس سے قبل ناظرین حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ "تذکرۃ الخواص" سبط ابن جوزی صاحب کی تالیف ہے۔ ان کی کنیت ابوالمظفر ہے۔ نام یوسف بن فراد علی ہے۔ مشہور علامہ ابوالفرج ابن جوزیؒ کے دختر زادہ ہیں اور خالص شیعہ بزرگ ہیں اور ان کی یہ تصنیف بھی شیعہ مسلک کی تائید و تقویت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ اس کا پس منظر معلوم کرنے کے بعد اب ہم ہر دو اسناد بلفظہ درج کرتے ہیں۔

روایت اوّل

قَالَ اَحْمَدُ فِي الْفَضَائِلِ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُغِيْرَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ لَقِيْتُ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ وَاَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ

بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلُ بَيْتِيْ اَلَا اِنَّهُمَا لَنْ يَّفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ اَلَا فَانْظُرُوْا كَيْفَ تَخْلُفُوْنِيْ فِيْهِمَا"

(تذکرۃ الخواص ص ۳۳۲ الباب الثانی عشر مطبوعہ مطبع علیہ نجف اشرف)

(۱)

واضح ہو کہ سبط مذکور نے اس روایت کو اپنی جانب سے اضافہ کر کے نقل کیا ہے اصل روایت امام احمد کے ساتھ اجمالاً اس قدر مروی ہے کہ:

عن علی بن ربیعة قال لقیت زید بن ارقم وهو داخل علی المختار او خارج من عنده فقلت له اسمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم انی تارك فیكم الثقلین قال نعم

ہم نے امام احمد کی یہ روایت مسند احمد جلد چہارم مسندات زید بن ارقم میں تلاش کر لی ہے۔ وہاں روایت ہذا اسی قدر ہے یعنی قال نعم تک اس میں ثقلین کی تشریح ندارد ہے۔ تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۳۲ میں سبط نے اس کو پھیلا کر از خود درج کیا ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کی اضافہ کرنے کی عادت شریفہ ہے اور اس مجمل روایت کی تشریح ہم نے اس سے قبل امام احمد کے مسند کی روایات میں بقدر ضرورت درج کر دی ہے رجوع کر لیا جائے۔

(۲)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ شیعیت کا خاص حامی اور بڑا مخلص شیعہ صاحب کتاب "ینابیع المودۃ" ہے اس نے بھی جہاں ثقلین کی روایات جمع کر کے ایک خاص فصل میں پیش کی ہیں۔ وہاں اس روایت مذکورہ مندرجہ بالا کو زیادات مسند احمد سے اسی طرح مجمل نقل کیا ہے۔ وہاں یہ تفصیل جو سبط ابن جوزی نے از خود ملائی ہے درج نہیں ہے۔ گویا ہماری بات کی تائید ایک خاص متشیع عالم سے پائی گئی۔

(۳)

تیسری گذارش یہ ہے کہ اگر ہم روایت ہٰذا کو ٹھیک تسلیم کرلیں پھر بھی ان دعوے داروں کے مقصد کے لیے مفید نہیں ہے۔ اس لیے عترت کے ساتھ تمسک کرنے کا اور وجوب اطاعت کا حکم یہاں مفقود ہے جیسا کہ ہم نے اس مفہوم کو متعدد بار واضح کیا ہے فلہٰذا یہ دلیل اپنے اثبات دعوے کے حق میں مجمل ہے واضح نہیں جو دلیل واضح طور پر اپنے مدعیٰ کو ثابت نہ کرسکے تو وہاں تقریب تام نہیں ہوتی۔

روایت دوم

اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْاَنْمَاطِیُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُظَفَّرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَتِیْقِیِّ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ الدَّخِیْلِ جَعْفَرِ الْعَقِیْلِیِّ عَنْ اَحْمَدَ الْحُلْوَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دَاهِرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَطِیَّةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَکْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ"

(تذکرۃ الخواص ص۳۳۲ الباب الثانی عشر)

اب اس اسناد کی طرف توجہ کیجیے اس میں متعدد لوگ مجروح ہیں اور شیعہ بزرگوں سے یہ اسناد مملو ہے۔ ہم صرف چار دوستوں کا ذکر ذرا تفصیل سے نقل کرنا چاہتے ہیں قارئین بآسانی منصفانہ جائزہ لگا کر قبول روایت یا عدم قبول کا فیصلہ فرما سکیں گے مزید کسی تبصرہ کی احتیاج نہ ہوگی۔

محمد بن المظفر

(۱) مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ ۔۔۔ قَالَ الْبَاجِیُّ فِیْہِ تَشَیُّعٌ ظَاهِرٌ"

(میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۱۳۸ جلد ۳)

(۲) مُحَمَّدُ بْنُ الْمُظَفَّرِ ... اَنَّ اَبَا الْوَلِيْدِ الْبَاجِيَّ قَالَ فِيْهِ تَشَيُّعٌ ظَاهِرٌ .... (لسان المیزان صفحہ ۳۸۳ ج ۵)

ہر دو عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو الولید الباجی کہتے ہیں کہ محمد بن المظفر میں تشیع ظاہر باہر ہے۔

دوسرا بزرگ عبد اللہ بن داہر ہے اس کی تفصیلات بھی لسان المیزان عسقلانی و میزان ذہبی سے لکھی جاتی ہیں۔

عبد اللہ بن داہر

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاهِرٍ الرَّازِيُّ اَبُوْ سُلَيْمَانَ ..... قَالَ اَحْمَدُ وَيَحْيٰى لَيْسَ بِشَيْءٍ قَالَ وَمَا يَكْتُبُ حَدِيْثَهٗ اِنْسَانٌ فِيْهِ خَيْرٌ وَقَالَ الْعُقَيْلِيُّ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ .... قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ عَامَّةُ مَا يَرْوِيْهِ فِيْ فَضَائِلِ عَلِيٍّ وَهُوَ مُتَّهَمٌ فِيْ ذٰلِكَ ۔

میزان الاعتدال ذہبی صفحہ ۳۵ جلد دوم
لسان المیزان عسقلانی صفحہ ۲۸۲ جلد ۳

مطلب یہ ہے کہ امام احمد و یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ شخص کوئی شئی نہیں ہے اور کہا ہے جس انسان میں کچھ بھی خیر ہے وہ اس کی روایت نہیں لکھے گا عقیلی نے کہا ہے کہ کٹر قسم کا رافضی ہے ...... ابن عدی کہتے ہیں کہ فضائل علی میں جو روایات یہ شخص لاتا ہے ان میں اس شخص پر وضع کی تہمت ہے۔

عبد اللہ بن عبد القدوس

تیسرا بزرگ عبد اللہ بن عبد القدوس ہے اس کے کوائف ذیل میں درج ہیں:

(۱) عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ الْكُوْفِيُّ رَافِضِيٌّ ... قَالَ يَحْيٰى

لَيْسَ بِشَيْءٍ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ... قَالَ الدَّارْقُطْنِيُّ ضَعِيْفٌ "

(میزان ذہبی صفحہ ۵۲/۵۵ جلد دوم)

(۲) عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ السَّعْدِیُّ الْکُوْفِیُّ... رُمِیَ بِالرَّفْضِ وَکَانَ اَیْضًا یُخْطِیُٔ " (تقریب التہذیب صفحہ ۲۷۵/۲۷۶)

(۳) عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوْسِ التَّمِیْمِیُّ السَّعْدِیُّ الْکُوْفِیُّ اَبُوْ مُحَمَّدٍ قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِشَیْءٍ رَافِضِیٌّ خَبِیْثٌ... قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَهْرَانَ الْحَمَّالُ لَمْ یَکُنْ بِشَیْءٍ... قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ ضَعِیْفُ الْحَدِیْثِ کَانَ یُرْمٰی بِالرَّفْضِ " (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۰۳ جلد ۵)

ہر سہ مندرجات، کا حاصل یہ ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عبد القدوس باب حدیث میں کوئی شئی نہیں ہے۔ سخت قسم کا رافضی ہے۔ اور دارقطنی نے اس کو ضعیف کہا ہے رفض کے منسوب ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث میں خطا کرتا ہے' ابن معین کہتے ہیں کہ یہ رافضی ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور ابن مہران نے بھی یہی کہا ہے ابوداؤد نے اس کو ضعیف الحدیث کہا ہے اور رافضی شمار کیا ہے۔

عطیہ عوفی

چوتھا بزرگ عطیہ عوفی ہے اس کی تشریح متعدد بار گزر چکی ہے۔ طبقات ابن سعد کی سند کے تحت اس کو دوبارہ ملاحظہ کر لیا جائے اس نے اپنے شیخ محمد بن السائب کلبی سے اس نوعیت کی روایات پھیلا رکھی ہیں اور نام ابوسعید خدری ہی تجویز کیا ہے۔ یہ جعل صریح ہے۔

تنبیہ ۱: (۱) سبط ابن جوزی نے اس باب ثانی عشر میں اپنے نانا ابوالفرج ابن جوزیؒ پر طعن و اعتراض بھی کیا ہے مگر اس بزرگ کو اپنی تحقیقات کی خبر نہیں ہے۔ کہ کہاں تک صحیح ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ اخرجہ فی سننہ یعنی حدیثؒ

ثقلین کو ابوداؤد نے اپنے سنن میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ سنن ابی داؤد میں یہ روایت ثقلین (کتاب اللہ وعترت یا اہل بیت) والی موجود نہیں ہیں۔ شیعی علماء کو میرا مشورہ ہے کہ وہ ہمت کرکے اپنے ہم مسلک کی تائید کرتے ہوئے اس کا یہ حوالہ سچا کرکے دکھلادیں۔

۲۔ سبط ابن جوزی کا مختصر سا اجمالی تذکرہ ہم اس بحث کے آخر میں بھی بطور نمونہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

سبط ابن جوزی کا اجمالی تذکرہ

(المولود ۵۸۱ھ المتوفی ذوالحجہ ۶۵۴ھ)

(۱)

اس کا نام یوسف بن فرغلی ہے۔ ابوالمظفر کنیت ہے لقب شمس الدین ہے۔ مشہور علامہ ابن الجوزیؒ کی لڑکی کا بیٹا ہے یعنی ابن بنت الجوزی ہے۔

(۲)

اپنے نانا کی صحبت وتاثرات کی وجہ سے پہلے حنبلی مسلک رکھتا تھا بعد میں موصل ودمشق کے علماء (شیخ جمال الدین محمود الحصیری حنفی وغیرہ) سے استفادہ کیا تو حنفی مسلک اختیار کرلیا۔ نیز سلطان صلاح الدین ایوبی کے برادرزادہ ملک معظم عیسٰی کے دربار میں اس کی آمدورفت پیدا ہوگئی تو اس ملک کے مسلک حنفی کو قبول کرلیا۔

(تاریخ ابن خلکان صفحہ ۲۵۰ جلد ثانی، فوائد البہیہ مولانا لکھنوی صفحہ ۹۶ جواہر المضیہ ص ۲۳۰ ج دوم)

(۳)

پھر اس سبط ابن جوزی نے حنفی مسلک کی تائید میں کئی تصانیف مدون کی ہیں انتیس جلدوں میں ایک تفسیر قرآن مجید لکھی ہے۔ امام محمدؒ کی جامع کبیر کی ایک مفصل شرح لکھی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں ایک مجلد تصنیف کیا ہے اور تاریخ مرآۃ

میں ایک کتاب کلاں بھی ہے جس کا نام ہے "مراۃ الزمان فی تاریخ الاعیان"
(مراۃ الجنان یافعی صفحہ ۱۳۶ جلد ۴، جواہر المضیہ صفحہ ۲۳۱ جلد ۲ کشف الظنون صفحہ ۱۶۴۷ جلد ۲)
تنبیہ: دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن میں اس کتاب مراۃ الزمان کے بعض اجزا شائع بھی ہوئے ہیں۔

(۴)

سبط مذکور مشہور واعظ و مقبول خطیب بھی تھے۔ حنفیوں میں مدرس و مفتی رہے ہیں بڑے پایہ کے مشہور فاضل تھے۔ بنابریں بعض مؤرخین کے ہاں ان کے مناقب ہی مناقب نظر آئیں گے۔ مثلاً مراۃ الجنان[۱] یافعی، تاریخ ابن خلکان[۲]، تراجم رجال القرنین[۳] اور فوائد البہیہ[۴] فی تراجم الحنفیہ میں۔ البتہ دوسرے بعض محققین علماء مثلاً حافظ ذہبی نے میزان[۱] الاعتدال میں اور حافظ ابن تیمیہ نے منہاج[۲] السنۃ صفحہ ۱۳۳ جلد ۲ میں اور عبدالقادر القرشی نے جواہر[۳] المضیہ صفحہ ۲۳۱ جلد ۲ فی طبقات الحنفیہ میں اور کاتب چلپی نے کشف[۴] الظنون میں اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان[۵] صفحہ ۳۲۸ جلد ۶ میں اس کا مسلک واضح کر دیا ہے کہ یہ بزرگ حنفیوں میں حنفی تھے۔ حنبلیوں میں حنبلی تھے اور شیعوں میں شیعہ اور رافضی تھے اور شیعوں کے لیے انہوں نے تصانیف مدون کی ہیں چنانچہ ایک تصنیف جس کا نام "اعلام الخواص" ہے اور اسی کتاب کو تذکرۃ "الخواص" کے نام سے اب شیعوں نے مطبع العلمیہ نجف اشرف سے شائع کیا ہے یہ تصنیف بھی سبط مذکور کی ہے۔

(۵)

اور ان کا عقیدہ ہے کہ: قلت ومن شرط الامام ان یکون معصوماً لئلا یقع فی الخطاء الخ (تذکرۃ الخواص الائمہ صفحہ ۳۸۰ طبع نجف اشرف)
اور وہ امام مہدی کو زندہ فی الحال منتظر تسلیم کرتے ہیں اور اس کو آخر الائمہ کہتے ہیں۔
(تذکرۃ خواص الائمہ صفحہ ۳۷۷ از سبط ابن جوزی)
مختصر یہ ہے کہ یہ بزرگ اندرون قلب تشیع کا روگ رکھتے ہیں ان کی تصانیف اور

ان کی مرویات ہم پر حجت نہیں ہیں نہ ہی ان پر ہم کو اعتماد ہے کئی جعلی سندیں صحیح تیار کر کے چلا دیتے ہیں فلہذا ناظرین کرام ان کے اقوال کو سوچ بچار کے بعد تسلیم کریں اور وہ بھی پوری جرح و قدح کے بعد اگر جمہور علماء اہل سنت کے موافق کوئی چیز بیان کریں وہ قابل تسلیم ہوگی ورنہ نہیں۔

تنبیہہ۔ اہل علم کی اطلاع کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ کہ سبط ابن جوزی کی کئی روایات ہماری کتابوں میں چلتی رہتی ہیں جن علماء کو اس کے مسلک کا علم نہیں تھا انہوں نے اس کی روایات اپنے ہاں درج کر لی ہیں چنانچہ ایک روایت سیرۃ حلبیہ جلد سوم صفحہ ۴۰۰ پر سبط ابن جوزی کی کلام سے منقول ہو کر درج ہے۔ اس میں فاروق اعظمؓ پر طعن ثبت کرنا مقصود ہے کہ صدیق اکبرؓ نے ایک وثیقہ (رقعہ) سیدہ فاطمہؓ کو فدک کے بارہ میں لکھدیا مگر وہ رقعہ عمرؓ نے حضرت فاطمہ سے چھین کر چاک کر دیا" شیعہ یہ روایت مناظروں میں مطاعن فاروقی میں ہماری کتب سے پیش کرتے ہیں۔ اور حقیقۃ الامر اس کے برعکس ہے روایت ان کے ہی آدمی کی ساختہ پرداختہ ہے ہم پر الزام قائم کرنے کا کیا مطلب ہے یہ سراسر دھوکہ بازی ہے اور جعل سازی ہے اہل علم ان فریبوں سے ہوشیار رہیں اور اس قسم کی بے سروپا روایات کو بغیر تحقیق کے ہرگز قبول نہ کریں۔

روایت ثقلین از کتاب کفایۃ الطالب

(شیخ ابی عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی المتوفی ۶۵۸ھ)

عبقات الانوار (میر حامد حسین لکھنوی) جلد اول صفحہ ۲۰۳۱۱ میں ذکر کیا ہے کہ شیخ کنجی موصوف نے اس روایت ثقلین کو اپنی کتاب "کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب" میں تخریج کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

"اخرجہ مسلم فی صحیحہ کما اخرجناہ و رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ فی کتابیھما"

یعنی حدیث ثقلین کو مسلم نے اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تخریج کیا اور ابوداؤد وابن ماجہ نے بھی اس کو اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ یہاں ناظرین کرام کی خدمت میں چند گذارشات ہیں۔

(۱)

اول یہ کہ صاحب "عبقات" مذکور نے شیخ کنجی کا پورا اسناد نقل نہیں کیا جس سے صحت وسقم روایت کا ٹھیک اندازہ ہو سکتا کتاب کفایۃ الطالب خود میسر نہیں ہو سکی۔ البتہ شیخ کنجی کے کچھ متعلقات جستجو سے دستیاب ہو گئے ہیں وہ ان کے مسلک کی وضاحت کے لیے بشرط انصاف کافی وافی ہیں مزید کسی جواب کی حاجت ہی نہیں۔" چونکہ میر حامد حسین صاحب عبقات نے مذکورہ کتاب "کفایۃ الطالب" سے بہت کچھ مواد پیش کیا ہے بنابریں ضروری معلوم ہوا کہ شیخ کنجی مذکور کا مسلک واضح کیا جائے فی الحال مندرجہ ذیل حوالہ جات سے جو مال دستیاب ہوا ہے وہ درج کیا جاتا ہے۔ ان حوالہ جات سے ان کا مقام اور ان کا مسلک بالکل عیاں ہو گیا ہے۔

۱۔ نور الابصار (للشیخ المؤمن الشبلنجی) میں مذکور ہے کہ قال الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف الکنجی فی کتابہ "البیان فی اخبار صاحب الزمان" من الادلۃ علی کون المھدی حیًّا باقیًا بعد غیبوبتہ الی الاٰن وانہ لا امتناع فی بقائہ بقاء عیسٰی بن مریم والخضر والیاس من اولیاء اللہ تعالٰی وبقاء الاعور الرجال یہ وابلیس اللعین من اعداء اللہ تعالٰی الخ

یعنی شیخ کنجی نے امام مہدی کی حیات کے اثبات میں ایک کتاب بنام "البیان فی اخبار صاحب الزمان" لکھی ہے اس میں مہدی کے غائب ہونے کے بعد تاحال زندہ رہنے پر دلائل ذکر کئے ہیں کہا ہے کہ جیسا کہ عیسٰی علیہ السلام باقی ہیں خضر اور الیاس اللہ کے دوست باقی ہیں اور

کانا دجال اور ابلیس شیطان خدا کے دشمنوں میں سے باقی ہیں۔ اسی طرح مہدی کے زندہ رہنے میں کیا اشکال ہے؟ اس شیخ نے آگے چل کر مزید حیات مہدی کی خاطر برعم خود قرآن و حدیث سے دلائل جمع کئے۔

(صفحہ ۱۸۶ نورالابصار للمومن الشبلنجی فصل فی ذکر محمد بن الحسن المہدی مطبوعہ مصر تختی کلاں طبع جدید)

تنبیہہ: یاد رہے کہ صاحب نورالابصار نے شیخ کنجی کے مزعومات ذکر کرنے کے بعد خود ان دلائل کا جواب دیا ہے اور خوب رد کیا ہے تاہم اس چیز سے شیخ کنجی کے خیالات واضح ہو گئے کہ یہ صاحب مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد اور مسلمہ اصولوں کے برخلاف اپنے عقیدے قائم کئے ہوئے ہیں اور شیعوں کے من وعن موافق نظریات رکھتے ہیں۔

۲- اسی طرح کتاب "ینابیع المودۃ" جز ثالث باب السادس والثمانون صفحہ ۱۳۸ پر کنجی صاحب مذکور کی کتاب "البیان" سے منقول ہے کہ:

(قال الشیخ الکنجی) ان المہدی ولد الحسن العسکری فھو حیّ موجود باقٍ منذ غیبتہ الی الاٰن الخ

یعنی کنجی صاحب فرماتے ہیں مہدی بن حسن عسکری زندہ ہے اور غائب ہونے سے لے کر اب تک زندہ اور باقی ہے"۔

۳- تیسرا ابو شامہ القدوسی ہے جنے اپنی کتاب "رجال القرنین" السادس والسابع صفحہ ۲۰۸ پر شیخ کنجی مذکور کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

"وفی التاسع والعشرین من رمضان ۶۵۸ھ قتل بالجامع الفخر محمد بن یوسف الکنجی وکان من اھل العلو بالفقہ و الحدیث لکنہٗ کان فیہ کثرۃ کلام ومیل الی "مذھب الرافضۃ" جمع لھو کتباً توافق اغراضھم ویتقرب بھا الی الرؤسا منھم

فی الدولتین الاسلامیۃ والتاتاریۃ الخ (رجال القرنین ص۳۵)
یعنی محمد بن یوسف کنجی ۲۷ رمضان ۶۵۸ھ میں "جامع فخر" میں قتل کر دیا گیا۔ یہ حدیث وفقہ کا بڑا عالم تھا۔ لیکن رافضیوں کے مذہب کی طرف راغب تھا رافضیوں کے اغراض کے موافق اس نے کتابیں لکھی ہیں ان کتابوں کے ذریعہ رافضی رئیسوں و امیروں کا مقرب بنا ہوا تھا خواہ وہ رئیساء دولت اسلامی میں تھے یا دولت تاتاری سے تعلق رکھتے تھے"۔

یاد رہے کہ اب اس قدر مسلک کی وضاحت اور تصریحات کے بعد مزید تعقبات کے جواب کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ بزرگ کنجی صاحب مسلک اہل السنۃ کے برخلاف اپنے مزعومات اور نظریات رکھتے ہیں رافضیوں کے مذہب کے دلدادہ ہیں ان کی روایات ہم پر کیسے حجت ہو سکتی ہیں؟

(۲)

نیز گذارش ہے کہ شیخ کنجی کے حوالہ سے "صاحب عبقات" نے روایت ثقلین کا سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجۃ میں بھی موجود ہونا ذکر کیا ہے۔ ہماری جستجو کے پیش نظر یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ تکثیر حوالہ جات کی خاطر اضافہ کر دیا گیا ہے۔ "صحاح ستہ" میں سے صرف صحیح مسلم شریف اور جامع ترمذی میں یہ روایت ثقلین موجود ہے۔ باقی چہار کتب صحاح میں ہمیں تلاش کے باوجود نہیں نظر آئی۔ صحیح مسلم کی سند بالکل صحیح اور از روئے قواعد درست ہے اور ترمذی کی سند غیر صحیح ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ہر ایک کی بحث اپنے اپنے موقع پر درج کر دی ہے۔ تسلی کی خاطر دوبارہ ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر دعویٰ محبت کرنے والے علماء تکلیف فرما کر روایت ثقلین کو سنن ابی داؤد سجستانی و سنن ابن ماجۃ قزوینی ہر دو کتب سے تلاش کر کے ہمیں مطلع فرماویں تو بڑی نوازش ہو گی اور صحیح سند کے تحت روایت مل گئی تو تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہ ہو گا۔

بصورت دیگر "شیعی اکابر علماء" پر بڑا اعتراض وارد ہوگا کہ ان کے بڑے بڑے مشاہیر معتمد اہل علم بھی دروغ گوئی اور کذب بیانی سے نہیں چوکتے اور اس قسم کی غلط بیانیاں کر کے اپنی تالیفات اور تصانیف کا حجم بڑھایا کرتے ہیں۔ فیا للعجب)

"ینابیع المودۃ کی روایات کی تحقیق"

(سنۃ تالیف ۱۲۹۱ھ)

کتاب ینابیع المودۃ کی مندرجہ روایات متعلقہ ثقلین کے جوابات سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ خود اس تصنیف اور صاحب تصنیف کے متعلق کچھ گذارشات اپنے اہل السنت حضرات کی خدمت میں واضح کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے اس کتاب کو اور اس کے مصنف کو نہیں پہچانا وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور اسے لائق اعتماد سمجھ بیٹھیں۔

۱۔ کتاب کا مکمل نام اس طرح ہے "ینابیع المودۃ لذی القربیٰ من اہل العبا" اور اس کے مرتب کا نام سلیمان بن ابراہیم المعروف "بخواجہ کلاں" ابن محمد معروف المشتہر بباباخواجہ ابن ابراہیم بن محمد معروف ابن الشیخ السید ترسون الباقی الحسینی البلخی القندوزی "شیخ سلیمان قندوزی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اس تصنیف کے اختتام پر لکھا ہے کہ تم بحمد اللہ وفضلہ تالیف ینابیع المودۃ لذی القربیٰ من اہل العباء الخ

. . . وقت الضحیٰ یوم الاثنین الیوم التاسع من شہر رمضان سنۃ الف ومائتین واحدی وتسعین ۱۲۹۱ھ

(ینابیع صفحہ ۲۰۶ جلد ۳ طبع ثانی بیروت)

(۲)

ہمارے سامنے جو نسخہ ینابیع المودۃ ہے۔ وہ طبع ثانی بیروت کے "مکتبۃ العرفان"

کا مطبوعہ ہے۔ یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے۔ جب تک اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا تھا اور ہمارے پاس نہیں پہنچی تھی تو ہم اس کے حوالہ جات سے مرعوب تھے بلکہ پریشان تھے۔ مخالف حضرات ہمیشہ اس کو اہل السنۃ کی معتبر کتاب تجویز کر کے پیش کیا کرتے تھے مطالعہ کتاب کے بعد جو کچھ تاثرات ہم نے اخذ کئے ہیں ان سے ہم ناظرین کرام کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

اولاً

مصنف نے ۱۲۹۱ھ یعنی تیرھویں صدی میں یہ فضائل و مناقب کی کتاب مرتب کی ہے۔ فضائل و مناقب کی کتب (شیعہ کی مرتب شدہ ہیں یا اہل السنۃ کی) سب سے اس نے مواد مہیا کیا ہے بعض خاص خاص کتب تو خالص شیعی ذہن کی پیداوار ہیں۔ ان سے بے شمار مواد حاصل کر کے اس نے اپنی تصنیف مرتب کی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے نام شمار میں لائے جاتے ہیں۔ مثلاً کتاب سلیم بن قیس الہلالی، کتاب المولاۃ لابن عقدۃ، کتاب مقتل ابی مخنف (لوط بن یحییٰ)، کتاب الغیبۃ للشیخ محمد بن علی بن حسین۔ کتاب المناقب لاخطب خوارزم و کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان شیخ محمد بن یوسف گنجی و کتاب کشف الغمہ شیخ علی بن عیسٰی الاربلی وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتابیں تو خالص شیعی مسلک کی ہیں اس کے ماسوا اور بھی بہت سی کتابوں سے (جن میں فضائل و مناقب کی ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں) انہوں نے اس تصنیف کو مدون کیا ہے۔ صحیح غیر صحیح، قوی، ضعیف و منکر و موضوع ہر درجہ کی روایات کا یہ کتاب ایک کشکول ہے اور رطب و یابس روایات کا ذخیرہ ہے۔

ثانیاً

یہ عرض کرنا ہے کہ صاحبِ کتاب (ینابیع المودۃ) کے خیالات کس قسم کے ہیں؟ مطالعہ کتاب سے معلوم ہوا کہ یہ مندرجہ ذیل معتقدات کے قائل ہیں۔

(۱)

یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۱۲ عدد "وصی" مفترض الطاعت ہیں جن میں سے اول وصی علی المرتضیٰ ؓ ہیں۔ آخر وصی محمد مہدی ہیں اور یہ آخری وصی (مہدی) اہل بیت کے مخالفین سے قتال کر کے بدلہ لے گا۔ اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لیے اس نے جزء ثالث میں ایک مستقل باب (الباب الثالث والتسعون) مرتب کیا ہے وہاں دلائل (بزعم خود) پیش کئے ہیں۔

(۲)

یہ کہ محمد مہدی امام حسن عسکری کا بلاواسطہ بیٹا ہے اس مطلب کے لیے بھی انہوں نے ایک مستقل باب مقرر کیا ہے یعنی باب السادس والثمانون (۸۶) جزء ثالث۔ اس باب میں حوالہ جات پیش کر کے بزعم خویش مہدی کو ولد حسن عسکری بلاواسطہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

(۳)

یہ ہے کہ مہدی پیدا ہوئے پھر اپنی زندگی میں غائب ہو گئے اور غیبوبتہ کے بعد بھی بعض خواص لوگوں سے ملاقات ان کی ہوتی رہتی ہے اور ان کے بارہ عدد خاص وکیل ہیں (ان کے نام فرداً فرداً ذکر کئے ہیں) جو غیبوبتہ صغریٰ میں مہدی سے ملتے رہے ہیں، اس چیز کے لیے انہوں نے ایک علیحدہ باب باندھا ہے۔ یہ باب الثالث والثمانون (۸۳) جزء ثالث میں ہے۔

ناظرین کرام ان مندرجات معلوم کرنے کے بعد خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ خیالات نظریات اہل السنت حضرات کے ہیں یا شیعہ لوگوں کے عقائد ہیں یہ کوئی مغلق بات اور معمہ نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آ سکے صاحب کتاب کا مسلک شیعی ہے اور خالص شیعی نظریات کے حامل ہیں" اگرچہ انہوں نے اپنی تصنیف میں اپنے مسلک کو صرف محب اہلبیت ظاہر کیا ہے شیعہ ہونا ظاہر نہیں کیا۔ یہ تقیہ شریف تو پرانا حربہ ہے، جس

نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔اس کے موافق اس تصنیف کی مہم بھی سر کی گئی ہے بنابریں حالات قواعد وضوابط اہل السنتہ کے بغیر اس تصنیف کی روایات پر اعتماد کرنا ہرگز درست نہیں۔

ان گذارشات کے بعد ہم ان روایاتِ ثقلین کی طرف روئے سخن پھیرتے ہیں۔ جن کو صاحب ینابیع نے بڑی کوشش سے مدون کیا ہے اور کتاب ہٰذا جزء اول میں ایک مستقل باب رابع مقرر کیا ہے اس باب رابع میں اگرچہ اور روایاتِ فضیلت مرتضوی (مثلاً حدیث سفینہ نوح وحدیث غدیر وغیرہ) بھی جمع کی ہیں مگر خاص "روایت ثقلین" کو بڑی سعی بلیغ سے مرتب کیا ہے۔

اولاً: یہ واضح ہو کہ اس باب رابع میں جو روایات مفہوم ثقلین کے متعلق منقول و مندرج ہیں صرف ان کے متعلق مناسب حال کلام کیا جائے گا۔باب کی تمام روایات سے کوئی سروکار نہیں۔

ثانیاً۔یہ معلوم ہو کہ اس باب میں کثرت سے روایات ثقلین تو بعینہٖ وہی مندرج ہیں جن کا ہم قبل ازیں جواب مرتب کر چکے ہیں مثلاً روایت مسلم شریف و روایت ترمذی شریف ومسند احمد کی روایات۔حکیم ترمذی نوادر الاصول کی روایت ثعلبی کی روایت ابن المغازلی کی روایات اخطب خوارزم کی روایت طبرانی کے معاجم کی روایات۔ابو یعلی موصلی کی روایات۔اسحٰق بن راہویہ کی روایت۔الضیا المقدسی کی روایت وغیرہ وغیرہ۔ان سب کا جواب دیا جا چکا ہے البتہ بقایا روایات جو قابل جواب ہیں ان کا جواب عرض کرنا مقصود ہے اور پھر بعض ایسی روایات بھی جمع کی ہوئی ہیں جن کا مدعیٰ ومقصود (یعنی کتاب عترت ہر دو کے ساتھ تمسک کا واجب ہونا) سے کچھ مساس نہیں۔ تکثیر مواد کی خاطر ان کو فراہم کیا گیا ہے۔اب اس باب میں جو قابل جواب "ثقلین" کے متعلقہ روایات ہو سکتی ہیں ان کا ذکر کر کے جواب پیش کیا جائے گا۔انشاءاللہ تعالیٰ۔

ترتیب وار ان تمام روایات کو پہلے نقل کر دیا ہے اس کے بعد جواب بالترتیب عرض کیا جائیگا۔

سُلیم بن قیس الہلالی کی روایات

(۱) عن سلیم بن قیس الھلالی قال بینا انا وحبیش بن المعتمر بمکۃ اذ قام ابو ذر واخذ بحلقۃ باب الکعبۃ فقال من عرفنی فقد عرفنی فمن لم یعرفنی فانا جندب بن جنادۃ ابو ذر فقال ایھا الناس انی سمعت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم یقول مثل اھل بیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن ترکھا ھلک ویقول انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض۔"

(ینابیع المودۃ ص۲۷ ج ۱ باب الرابع طبع بیروت)

(۲) وفی المناقب فی کتاب سلیم بن قیس قال علی علیہ السلام ان الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عرفتہ علی ناقتہ القصوی وفی مسجد خیف ویوم الغدیر ویوم قبض فی خطبتہ علی المنبر ایھا الناس انی ترکت فیکم الثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بھما الاکبر منھما کتاب اللہ والاصغر عترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر عھد الی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض کھاتین اشار بالسبابتین ولا ان احدھما اقدم من الاخر فتمسکوا بھما لن تضلوا ولا تقدموا منھم ولا تخلفوا عنھم ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم۔

(ینابیع المودۃ ص۳۲/۳۳ جز اول باب رابع)

ابن عقدہ کی وہ روایات جو قبل ازیں زیر بحث نہیں آسکیں۔

زید بن ارقمؓ (۱)۔۔۔روی الحافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی فی کتابه نظم درر السمطین حدیثا ولفظه روی زید بن ارقم رضی الله عنه قال اقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم حجة الوداع فقال انی فرطکم علی الحوض فانکم تبعی وانکم توشکون ان تردوا علی الحوض فاسئلکم عن ثقلی کیف خلفتمونی فیهما فقام رجل من المهاجرین فقال ما الثقلان قال الاکبر منهما کتاب الله سبب طرفه بید الله وطرفه بایدیکم والاصغر عترتی فتمسکوا بهما فمن استقبل قبلتی و اجاب دعوتی فلیستوص بعترتی خیرا فلا تقتلوا هم ولا تقصروا عنهم الخ۔۔۔ واخرجه ابن عقدة فی الموالاة۔

(ینابیع المودة ص۳۵ ج ا باب رابع)

نوٹ: اصل اس روایت کے لیے صاحبِ تخریج تو ابن عقدہ ہے۔ حافظ جمال الدین زرندی وغیرہ تو ابن عقدہ سے ناقل ہیں جیسا کہ آخر روایت میں صاحب ینابیع نے بہ تصریح کہہ دیا ہے۔ اخرجه ابن عقدة فی کتاب الموالاة۔

(۲)

زید بن ثابت واخرج ابن عقدة فی الموالاة من طریق محمد بن کثیر عن فطر وابی الجارود کلیهما عن ابی الطفیل عن زید بن ثابتؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه و وسلم انی تارك فیکم خلیفتین کتاب الله عزّ وجلّ حبل ممدود السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی وانهما لن یفترقا

حتیٰ یردا علی الحوض۔" (ینابیع المودۃ ص۳۶ ج ۱)

(۳)

علی المرتضیٰ رض و ابو رافع مولی

واخرج ابن عقدۃ من طریق سعد بن ظریف عن الاصبغ بن نباتہ عن علی وعن ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لفظہٗ ایہا الناس انی ترکت فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر فاما الاکبر فھو حبل فبید اللہ طرفہٗ والطرف الآخر بایدیکم وھو کتاب اللہ ان تمسکتم بہ لن تضلوا ولن تذلوا ابداً واما الاصغر فعترتی اہل بیتی الخ۔۔۔

(ینابیع المودۃ ص۳۶، ۳۸ جلد اول باب رابع)

(۴)

ابو ہریرۃ رض

واخرج ابن عقدۃ من طریق محمد بن عبد اللہ بن ابی رافع عن ابیہ عن جدہٖ وعن ابی ہریرۃ رض ما لفظہٗ انی خلفت فیکم الثقلین ان تمسکتم بہما لن تضلوا ابداً کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی ولن یتفرقا حتیٰ یردا علی الحوض۔ (ینابیع المودۃ ص۳۸ ج اول)

(۵)

حضرت فاطمہ رض

اخرج ابن عقدۃ من طریق عروۃ بن خارجۃ عن فاطمۃ الزہرا رض قالت سمعت ابی صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی قبض فیہ یقول قد امتلأت الحجرۃ من اصحابہٖ ایہا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعًا وقد قدمت الیکم القول معذرۃً الیکم الا انی مخلف فیکم کتاب ربی عز وجل

وعترتی اھل بیتی ثم اخذ بید علی فقال ھنا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسألکم ما تخلفونی فیھما۔" (ینابیع المودة صہ ۳۸ ج ۱)

ینابیع المودہ کی بعض وہ روایات جو عنوان وفی المناقب کے تحت درج کی ہیں۔

(۱)

"وفی المناقب عن احمد بن عبد اللہ بن سلام عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر ثم اقبل بوجھه الکریم الینا فقال معاشر اصحابی اوصیکم بتقوی اللہ والعمل بطاعته وانی ادعی فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فتعلموا منھم ولا تعلموھم فانھم اعلم منکم۔" (ینابیع المودة صہ ۳۳ ج ۱)

(۲)

عن عطاء بن السائب عن ابی یحیی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال خطب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقال یا معشر المومنین ان اللہ عز وجل اوحی الی انی مقبوض اقول لکم قولاً ان عملتم به نجوتم و ان ترکتموہ ھلکتم ان اھل بیتی وعترتی ھم خاصتی وحامتی وانکم مسئولون عن الثقلین کتاب اللہ وعترتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔ (ینابیع المودة صہ ۳۴ ج ۱)

(۳)

"وعن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال علیہ السلام الطلحة و عبد الرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص ھل تعلمون

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی تارك فيكم الثقلين كتاب الله وعترتی اهل بیتی وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وانکولن تضلوا ان اتبعتم واستمسكم بهما قالوا نعم انتهى المناقب" (ینابیع المودة ص۳۲ جلد الطبع بیروت طبع ثانیہ بمکتبہ عرفان)

مندرجہ ترتیب کے موافق اب ان روایات کی تحقیق پیش کی جاتی ہے کہ کیا ازروئے قواعد اہلسنت قابل قبول ہیں؟

تحقیق روایات سُلیم بن قیس ہلالی

یہاں یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ سلیم مذکور کس قسم کے بزرگ ہیں یہ مسئلہ قبول روایت بالکل صاف ہو جاتا ہے واضح ہو کہ:

(۱)

سلیم بن قیس الھلالی شیعہ بزرگوں کے ہاں بڑے معرکے مروی عنہ یعنی ماخذ روایات ہیں۔ ان کے علماء رجال نے سلیم مذکور کو حضرت علی المرتضیٰ اور حسنین کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اس سلیم کے پاس روایات کی ایک خاص نوٹ بک (صحیفہ خاص) تھی جس کو اس کے شاگرد خصوصی (ابان بن ابی عیاش) نے لوگوں میں مروج کیا ہے۔ شیخ عباس قمی تحفۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ سلیم بن قیس الھلالی از اصحاب امیر المومنین و حسنین (ع) است واوست صاحب کتاب معروف بین محدثین علماء کہ ابان از و روایت میکند چنانچہ دراول کتاب بآن اشارہ شد" (تحفۃ الاحباب ص ۱۳۴ طبع طہران تذکرہ سلیم) اور اسی کتاب میں ابان مذکور کے تذکرہ میں ص ۲ پر لکھا ہے کہ:

"این کتاب را جز از ابان از سلیم کسی دیگر نقل نکردہ وابان گفتہ کہ سلیم شیخی متعبد و نورانی بود و کتاب سلیم از اصول شیعہ است ومشائخ

مانند برقی و صفار و کلینی و صدوق و نعمانی وغیرہم بر آن اعتماد نمودہ"
یعنی بڑے بڑے اکابر علماء و شیوخ شیعہ نے اس خصوصی صحیفہ سلیم پر اعتماد و اعتقاد کیا ہے اور ابان کہتا ہے کہ شیخ سلیم بن قیس بڑا عابد زاہد نورانی چہرے والا آدمی تھا۔

(۲)

اہل علم کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی کا "خصوصی تشیع" شیعی علماء رجال میں سے بہت سے علماء نے لکھا ہے اس چیز میں شیخ عباس قمی متفرد نہیں ہے۔ چنانچہ جامع الرواۃ ص ۳۷۴ (از محمد بن علی الاردبیلی) میں اور روضات الجنات ص ۳۱۶ (از میرزا خوانساری موسوی) میں یہ بحث سلیم کے نام کے تحت اور ابان بن ابی عیاش (جو سلیم کا شاگرد ہے) کے تذکرہ میں بخوبی مشرح و مفصل ملے گی۔ صاحب روضات الجنات نے اس کی بحث کو بڑا طول دیا ہے۔ آخر کار اس سلیم کی وثاقت اور اعتماد پر کلام کو تمام کیا ہے۔ اسی طرح شیخ عباس قمی نے بھی بعض اعتراضات کے جواب مکمل پیش کر کے اس کی وثاقت اور معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔

بہر کیف ان مندرجات کے بعد یہ بات واضح ہے۔ یہ سلیم بن قیس ہلالی خالص شیعی مسلک کے آدمی ہیں۔ شیعوں میں ان کی مرویات معتبر و مسلم ہیں۔ ہم پر ان کی روایات پیش کرنا اصول کے خلاف ہے اور قواعد کو بر طرف ڈالنا ہے۔ شیعہ سنی مختلف فیہ مسائل میں اس کی روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اب اگرچہ بعض فضائل و مناقب کی کتابوں میں اس کی روایات کو غیر محققین مصنفین نے درج کر لیا ہے تاہم اصل مؤقف وہی ہے جو ہم نے عرض کر دیا ہے اور صاحب ینابیع تو خود ہی مشکوک اور تقیہ باز آدمی ہے یہ کسی اہل سنت کے معتبر مصنف کے حوالہ سے کوئی روایت یا قول پیش بھی کر دے تو جب تک اصل ماخذ کی طرف رجوع کر کے تسلی نہیں کر لی جائے گی قبول نہیں ہوگا۔

(۳)

نیز یہ گذارش بھی ملحوظ رہے کہ سلیم بن قیس ہلالی کا تذکرہ ہماری متداول کتب رجال میں بالکل مفقود ہے۔ تقریب و تہذیب و لسان المیزان و الجرح والتعدیل رازی و میزان ذہبی و تاریخ بغداد و تذکرۃ الحفاظ۔ تاریخ صغیر امام بخاریؒ، تاریخ کبیر امام بخاریؒ، طبقات ابن سعد وغیرہ وغیرہ کتب اپنے اپنے مقام سے دیکھ لی گئی ہیں اس شخص کے خلوص تشیع میں تو اب کوئی اشتباہ باقی ہی نہیں رہتا۔ پس اس کی قبول روایت کا مسئلہ خود بخود صاف ہے کسی بحث کی حاجت نہیں ہے۔

ابن عقدہ کی روایات کی تحقیق

ان روایات کے متعلق مختصراً اتنا عرض ہے کہ صاحب ینابیع نے ابن عقدہ کی روایات اس حیثیت سے مدون کر کے پیش کی ہیں کہ اور محدثین کی طرح یہ بھی اہلسنت کا مسلم محدث ہے اور صاحب اسناد ہے حالانکہ معاملہ دگرگوں ہے۔ ابن عقدہ ۳۳۲ھ کا متوفی ہے۔ صاحب اسناد ضرور ہے مگر یہ بزرگ شیعہ ہے اور اس کا تشیع مسلم بین الفریقین ہے۔ زیدی جارودی شیعہ ہے اور ان کی اصول اربعہ کا معتبر و کثیر راوی ہے۔

عبقات کی روایات کے جوابات میں ابوالقاسم بغوی کے بعد ابن عقدہ کی روایات (عبقات سے) آٹھ عدد نقل کر کے ہم نے اس کا مفصل با حوالہ تذکرہ کر دیا ہے رجوع کر کے وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ

۱۔ یہ بزرگ ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید کوفی ابن عقدہ کے نام سے مشہور ہے۔
۲۔ شیعہ و سنی کے ہاں اس کا زیدی جارودی ہونا مسلم مسئلہ ہے۔
۳۔ اہلبیت کے فضائل مناقب میں لاکھوں روائتیں ازبر کر رکھیں تھیں۔ ان کو لوگوں میں مروج کرتا ان میں ثقلین کی روایت بھی ہے۔

۴- بڑے عمدہ و معتبر اسانید مرتب کر کے چلا دیتا اور خود سلسلہ اسناد میں سے غائب رہتا۔

۵- موقعہ پاکر معائب صحابہ کرام و مثالب لوگوں کو بیان کرتا۔

مندرجہ ذیل سُنی کتب ملاحظہ ہوں:

(۱) میزان الاعتدال ص ۶۵ جلد اول طبع مصر (۲) لسان المیزان صفحہ ۲۶۶ جلد اول

(۳) البدایہ والنہایہ لابن کثیر دمشقی صفحہ ۷۸، جلد ۶۔

مندرجہ ذیل شیعہ کتب ملاحظہ ہوں۔

(۱) جامع الرواۃ: صفحہ ۶۵، ۶۶، ۶۷ جلد اول (۲) روضات الجنات صفحہ ۵۸

(۳) تحفۃ الاحباب قمی ص ۱۴۳۔

تنبیہہ: یہ صرف تین تین حوالہ جات ہر دو جانب سے نقل کئے ہیں باقی تفاصیل اور حوالہ بقایا وہاں گذشتہ مقام میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ان گذارشات کے بعد واضح ہوگیا کہ صاحب ینابیع المودۃ نے جتنی روایات ابن عقدۃ کے حوالہ سے درج کی ہیں وہ سب ہم پر حجت نہیں ہیں۔ نہ ان کا جواب ہمارے ذمہ ہے

ہمارے سامنے اہلسنت علماء کی جو صحیح روایت صحیح اسناد کے ساتھ پیش کی جائے گی وہ انشاء اللہ قابلِ قبول ہے اور وہ اہلسنت علماء جن پر ابن عقدہ کی حیثیت اعتماد واضح نہیں تھی ان سے اس معاملہ میں فروگذاشت ہوئی ہے وہ لوگ بیشک ایک گونہ معذور ہیں۔ ابن عقدہ کی تصویر کا اگر ایک رُخ ان کے سامنے نہیں آسکا تو ان کو الزام دینا اور ان پر اعتراض قائم کرنا صحیح نہیں ہے یہ جو کچھ بھی ان علماء سے صادر ہوا ہے صرف غلط فہمی ہے جو ان لوگوں کے تقیہ کی وجہ سے ہوئی ہے اور بس!

وہ روایات جو "وفی المناقب" کے الفاظ سے اس باب میں درج ہیں

صاحب ینابیع نے اس باب میں کثرت سے تو وہی روایات درج کی ہیں جن کی مکمل سند نہیں دی۔ صرف محدث کا حوالہ دیدیا ہے اور بعض روائتیں بالکل گول مول رکھیں "وفی المناقب" کے الفاظ سے شروع کر کے درج کر دی ہیں۔ اب یہ معلوم و متعین کرنا کہ یہ کون مناقب مراد ہیں؟ کون ان کا مصنف ہے؟ یہ کچھ درج نہیں کیا۔ بڑے غور و خوض کے بعد یہ رائے ٹھہری ہے کہ خود کتاب "ینابیع کی روش اور سیاق سباق کے اعتبار سے اس سے مراد متعین کرنا صحیح ہوگا۔ اپنی جانب سے کچھ کہہ دینا کہ فلاں مناقب یہاں مراد ہیں درست نہ ہوگا۔ اس لیے ہماری دانست کے موافق۔

(۱) یا تو سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب (جو ہر قسم کی روایات کا کشکول ہے) مراد ہے جیسا کہ صفحہ ۳۲ پر ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا ہے۔ وفی المناقب فی کتاب سلیم بن قیس قال علی علیہ السلام الخ

(۲) یا پھر مناقب سے مراد مناقب اخطب خوارزم. ہیں جو فضائل والے لوگوں میں مشہور ہیں ان سے شیعہ مصنفین بھی بہت کچھ مواد حاصل کرتے ہیں جیسا کہ کتاب کشف الغمہ علیٰ اردبیلی میں اخطب خوارزم سے بہت سی فضائل کی چیزیں منقول ہیں۔ بعض سنی متساہل اور ناواقف حضرات بھی اس سے مواد اخذ کرتے ہیں حالانکہ یہ اخطب خوارزم کوئی قابلِ اعتماد آدمی نہیں ہے۔

اگر صاحبِ کتاب مذکور سلیم بن قیس ہیں تو بھی معاملہ صاف ہے اور اگر اخطب خوارزم کے مناقب یہاں مراد ہیں تو بھی بات واضح ہے کہ اخطب موصوف زیدی شیعہ ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں اس امر کی تصریح کر دی ہے اس کا پورا حوالہ سابقاً دیا گیا ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اس پر سخت جرح کی ہے۔

اس کی تمام عبارت ہم نے ابوبکر البیہقی کی روایت کے تحت قبل ازیں مفصل لکھ دی ہے۔ وہاں رجوع کرلیا جائے۔ یہ شخص کوئی لائق اعتماد نہیں ہے جس کی روایت کو بغیر تحقیق کے قابل قبول تسلیم کیا جائے اگر اس کی روایت باسند میسر ہو جائے تو قواعدُ ضوابط کے موافق نقد کر کے لی جائے گی۔ یہاں سند ہی ندارد ہے۔ قصّہ تمام شد۔

تتمہ بحث ینابیع المودّۃ

واضح ہو کہ جیسے وفی المناقب کے الفاظ سے چند روایات بے سند لکھ دی ہیں۔ اسی طرح مزید بھی چند ایک روایات اس باب میں لکھی ہیں۔ اور وہ بھی سب بے سند درج ہیں اور جن کتب کا حوالہ دیتے ہیں وہ بھی کوئی باسند کتابیں نہیں ہیں۔ وہاں بھی نقل در نقل چل رہی ہے مثلاً معالم العترۃ از حافظ عبدالعزیز الاخضر اور مودۃ القربیٰ للہمدانی وغیرہ۔ ایسی اس قسم کی بے سند روایات کو جو غیر معتمد علیہ کتب سے فراہم کی گئی ہیں بلا چون و چرا تسلیم کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس طریقہ سے قبول روایت کے باب میں جو قواعد کی کتابیں تدوین کی گئی ہیں وہ سب بلا ضرورت اور بیکار ٹھہرتی ہیں۔ ان ھذا الا ھو خسران مبین

البتہ یہاں ایک کتاب "مسند بزار" جس کا حوالہ اس باب میں ثقلین کے متعلق پیش کیا گیا ہے اس کو آسانی سے رد نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ہمارے محدثین میں بڑے پایہ کے صاحب سند عالم ہیں اس کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ مقام "ثقلین" میں دو جگہ صاحب ینابیع نے محدث بزار کے حوالہ کو درج کیا ہے ایک ص ۳۷، ج ۱ پر ان الفاظ کے ساتھ کہ:

روی البزار و لفظہٗ انی ترکت فیکم الثقلین یعنی کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی وانکم لن تضلوا ان تمسکتم بھما۔ دوسرے مقام ص ۳۸ ج ۱ پر لکھتے ہیں و اخرج البزار فی سندہ عن ام ھانی بنت ابی طالب قالت رجع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن حجتہ حتی نزل بغدیر خم ثم
قام خطیباً بالھاجرۃ فقال ایھا الناس انی اوشك ان ادعی فاجیب
وقد ترکت فیکم الخ

پہلے حوالہ میں صحابی کا نام ندارد ہے کہ کون صحابی روایت کرنے والے ہیں دوسرے حوالہ میں یہ تصریح ہے کہ ام ہانی سے یہ روایت منقول ہے۔ اس تفصیل کے بعد یہ عرض کرنا ہے کہ ہم نے اپنی جگہ مسند بزار کی روایات کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ کوشش کی تھی کہ مسند موصوف سے سب سندیں مل جائیں لیکن اس میں صرف حضرت علی و حضرت ابو ہریرہؓ کی روایات تو دستیاب ہو گئی ہیں چنانچہ ہم ان کو اپنے اپنے مقام میں زیر بحث لائے ہیں وہ سندیں صحیح نہیں ہیں رواۃ پر جرح قدح مفصل درج کر دی گئی ہے مسند بزار (متوفی ۲۹۲ھ) کی بحثیں دوبارہ ملاحظہ فرمانے سے تسلی ہو جائے گی۔ ام ہانیؓ کی روایت مذکورہ اور عند البعض عبد الرحمٰن بن عوف کی روایت

یہ ہر دو مسند بزار سے نہیں ملتیں۔ پیر جھنڈا کے کتب خانہ (سندھ) ضلع نواب شاہ میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے لیکن بوسیدہ ہے۔ اس نسخہ میں بھی یہ دونوں روایات مفقود ہیں۔ دوسرا نسخہ حیدر آباد دکن کے ایک کتب خانہ میں محفوظ ہے ہم نے ہر دو سندیں (حضرت علی و حضرت ابو ہریرہ) والی روایات کی حضرت مولانا مفتی رحیم الدین صاحب شیخ التفسیر جامعہ نظامیہ (شبلی گنج) کی وساطت سے حاصل کی ہیں ان کے ہاں بھی مزید کسی صحابی سے یہ روایت نہیں مل سکی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عدم ذکر الشئی سے ذکر عدم الشئی تو لازم نہیں آتا ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے نسخہ میں یہ ام ہانی کی روایت مندرج ہو تو اس کا جواب بالکل سہل ہے۔ ثقلین کو واجب التمسک قرار دینے والے احباب تھوڑی تکلیف فرما کر صحیح نسخہ تلاش کر کے اس سے ام ہانی کی روایت کی مکمل سند فراہم کر دیں اگر سند صحیح ہوئی تو اپنی غلطی کا اعتراف کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔ اگر یہ

نہ ہو سکے تو امید ہے ہم کو بھی بلا سند اور غیر صحیح روایات تسلیم کر لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

رسالہ ہٰذا کے آخری حصہ میں ہم چند تنبیہات ذکر کرنا چاہتے ہیں جن میں بحث ثقلین کی متعلقہ چند ضروری چیزوں کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ جیسے رسالہ ہٰذا کی ابتداء میں چند "ضروری تمہیدات" ثبت کی گئی ہیں۔ اسی طرح یہاں آخر رسالہ میں ان تنبیہات کا اندراج بھی ضروری امر ہے۔

تنبیہ اوّل

ثقلین کی روایت کا جو معنی اور مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ یہ ہم نے اپنی جانب سے تصرف اور تغیر کر کے نہیں پیدا کیا بلکہ جمہور علماء اہل السنۃ کا مسلک یہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس میں کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کتاب اللہ کی اطاعت واجب قرار دی گئی ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور اولاد (جن کو اہل بیت سے تعبیر کیا گیا ہے) کے متعلق اُمت کو یہ وصیت فرمائی گئی ہے کہ ان کے ساتھ مودۃ و محبت و عمدہ سلوک و حُسن معاملہ کیا جائے اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے ان پر مظالم اور سختی نہ کی جائے، اور روایت ہٰذا میں اہلبیت اور ازواج مطہرات۔ کے حق میں یہ حکم موجود نہیں ہے کہ ان کے ساتھ تمسک واجب ہے یا ان کی اطاعت بالا مستقلاً واجب ہے، یا یہ کہ جو ان کے ساتھ تمسک نہ کرے گا۔ وہ گمراہ ہو گا ہدایت نہ پا سکے گا وغیرہ وغیرہ۔

اور مدعیان حب اہلبیت نے جو اس روایت کا معنی تجویز کیا ہے کہ قرآن مجید کتاب اللہ کی طرح اہلبیت کی اطاعت اور تابعداری واجب ہے۔ اور اہلبیت کتاب اللہ کی طرح خطا سے معصوم ہیں۔ روایت ہٰذا کا یہ مطلب صحیح نہیں

ہے بلکہ اس روایت ثقلین کا مفہوم وہی صحیح ہے جو جمہور اہلسنت نے بیان کیا ہے۔ اس پر ہم چند ایسے مؤیدات پیش کرنا چاہتے ہیں جن سے ہمارے دوستوں کو بھی انکار نہ ہوگا اور وہ ان کے مسلمات میں سے ہوں گے۔

تائید اوّل

شیعہ علماء کی مشہور کتاب کشف الغمہ (از عیسیٰ اردبیلی) کے صفحہ ۱۶ (مطبوعہ ایران) پر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ثقلین کی متعلقہ مفصل روایت مروی ہے۔ (یہ روایت بڑی طویل وعریض ہے) اس میں مندرج ہے۔

"فلما ندرما الثقلان حتی قام رجل من المهاجرين فقال بابی انت وامی ما الثقلان؟ فقال الاكبر منهما كتاب الله سبب طرف بيد الله عزوجل وطرف بايديكم فتمسكوا به لا تزلوا ولا تضلوا والاصغر منهما عترتی لا تقتلوا هم ولا تقهروا هم فانی سألت اللطيف الخبير ان يردوا علی الحوض فاعطانی فقاهر هما قاهری وخاذ لهما خاذلی وولیهما ولی وعدو هما عدوی۔ (کشف الغمہ ص۱۶ مع ترجمہ فارسی ترجمۃ المناقب طبع جدید۔ ایران)

(کشف الغمہ صفحہ ۷۶ جلد ۱ مع ترجمہ فارسی ترجمۃ المناقب طبع جدید۔ ایران)

اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب ثقلین کا بیان فرمایا تو ہم ثقلین کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ حتیٰ کہ مہاجرین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے عرض کیا فداہ ابی وامی ثقلین کیا چیز ہے؟ تو جناب نبی کریمؐ نے فرمایا ان دونوں میں سے بڑی چیز تو اللہ کی کتاب ہے اس کی ایک جانب اللہ کریم کے دست قدرت میں ہے دوسری تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اس سے تمسک کروگے تو نہ پھسلوگے اور نہ ہی گمراہ ہوگے۔ اور ان دونوں ثقیل چیزوں میں سے جو اصغر ہے۔ وہ اولاد نبی ہے۔ ان کو قتل نہ کرنا۔ ان پر قہر وتشدد نہ کرنا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ یہ مجھے حوض پر ملیں تو یہ سوال منظور ہوا۔ ان پر قہر کرنا ان کو

رسوا و ذلیل کرنا گویا میرے ساتھ یہ معاملہ کرنا ہے جو دونوں بھاری چیزوں کا دوست ہے۔ وہ ہمارا دوست ہے جو ان کا دشمن ہے، وہ ہمارا بھی دشمن ہے۔

اہل انصاف کی خدمت میں گذارش ہے کہ کشف الغمہ کی روایت ہٰذا میں کس صراحت کے ساتھ یہ مضمون موجود ہے کہ ثقلین میں سے کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرو گے۔ اس کو اخذ کرو گے تو تمہارا قدم نہ پھسلے گا اور نہ تم گمراہ ہو گے اور ثقلین میں سے جو اصغر ہے اس کو قتل نہ کرنا ان پر سختی اور قہر نہ کرنا جو ان سے یہ معاملہ کرے گا گویا اس نے ہمارے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ ان کے ساتھ دوستی یا عداوۃ ہمارے ساتھ دوستی یا عداوت ہے، مختصر یہ ہے کہ کتاب اللہ کے متعلق اخذ اور تمسک کرنے کا ارشاد ہوا ہے تاکہ گمراہی نہ آئے اور اہلبیت کے ساتھ حسن سلوک کا حکم صادر ہوا ہے۔ ان کی وجوب اطاعت کا حکم نہیں ہوا۔

ناظرین کرام غور و خوض فرما کر کشف الغمہ کی روایت مندرجہ بالا کی روشنی میں فیصلہ کریں کہ جو اہلسنت علماء کرام نے روایت ثقلین کا مفہوم بیان فرمایا ہے کیا اس کی پوری طرح تائید ہوتی ہے یا نہیں؟

تائید ثانی

دوستوں کے مشہور فاضل علی بن ابراہیم قمی اپنی مشہور "تفسیر قمی" پارہ چوتھا آیت ۵۹ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ کے تحت ایک روایت لاتے ہیں۔ اس روایت کو خمسہ روایات (پانچ جھنڈوں) والی روایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ روایت بھی صاف بتلاتی ہے۔ روایت ثقلین کا جو مفہوم اہل السنتہ نے بیان کیا ہے وہی درست اور صحیح ہے۔ شیعہ حضرات جو مدعیٰ اور مقصد اس روایت سے ثابت کرنے کے خواہاں ہیں وہ ہرگز درست نہیں ہے۔ ذیل میں پہلے روایت درج کی جاتی ہے اس کے بعد اس کا ترجمہ جو شیعہ دوستوں کے مشہور مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی نے اپنے حواشی کے ضمیمہ جات میں لکھا

ہے وہ بلفظہٖ پیش خدمت ہے۔ منصف طبائع انصاف خود فرما سکیں گے ہماری تشریحات کی حاجت نہ ہوگی۔

ثم ترد علی رایۃ مع امام المتقین وسید المسلمین وقائد الغر المحجلین ووصی رسول رب العالمین فاقول لھم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فاتبعناہ واطعناہ فاما الاصغر فاحببناہ وواليناہ وازرناہ ونصرناہ حتی اھرقت فیھم دماءنا فاقول ردوا الجنۃ رواء مرویین مبیضۃ وجوھکم ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ

(تفسیر قمی صفحہ ۵۹ طبع ایران)

ترجمہ: (حضور علیہ السلام نے فرمایا) پھر پانچواں جھنڈا امام المتقین سید الوصیین قائد غر المحجلین وصی رسول رب العالمین کا میرے پاس وارد ہوگا۔ میں ان سے دریافت کروں گا کہ تم میرے بعد "ثقلین" کے ساتھ کس طرح پیش آئے وہ جواب میں عرض کریں گے کہ ثقل اکبر کی ہم نے پیروی اور اطاعت کی اور ثقل اصغر سے ہم نے محبت و موالاۃ کی اور ان کو یہاں تک مدد دی کہ ان کے بارے میں ہمارے خون تک بہا دیئے گئے۔ پس ان سے میں کہوں گا کہ تم سیر و سیراب ہو کر سفید رو بن کر جنت میں چلے جاؤ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

(ضمیمہ صفحہ ۵۸ از مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی)

قمی کی اس روایت نے مسئلہ صاف کر دیا کہ اطاعت اور تابعداری کا حکم ثقل اکبر (کتاب اللہ) کے لیے مخصوص ہے اور ثقل اصغر (اہل بیت) کے ساتھ محبت اور دوستی کرنے کا ارشاد تو ہے لیکن ان کی مستقل اطاعت اور وجوب التمسک کا حکم نہیں ہے۔

تائید ثالث

اب تیسری تائید میں ہم امام حسن رضی اللہ عنہ کی وہ روایت (ارشاد نبوی) نقل کرتے ہیں جو انہوں نے خود حضور علیہ السلام سے نقل فرمائی ہے اور ایک منکرین کی جماعت پر امام موصوف نے یہ بطور احتجاج پیش کی ہے۔ دوستوں کے مسلم مجتہد شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی نے اس کو اپنی تصنیف الاحتجاج صفحہ ۱۳۹ میں درج فرمایا ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

قال (سیدنا الامام الحسنؑ) انشدکم باللہ اتعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ قال فی حجۃ الوداع ایہا الناس انی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہ کتاب اللہ وعترتی فاحلوا حلالہ وحرموا حرامہ واعملوا بمحکمہ وآمنوا بمتشابہہ وقولوا آمنا بما انزل اللہ من الکتاب واحبوا اهل بیتی وعترتی ووالوا من والاہم وانصروا علی من عاداهم وانهما لن یزالا فیکم حتی یردا علی الحوض یوم القیامۃ۔

(احتجاج طبرسی صفحہ ۱۳۹)

(احتجاج الحسن بن علی علی جماعۃ من المنکرین)

یعنی امام حسنؓ نے اپنے مخاطبین کو قسم دے کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں فرمایا اے لوگو! میں نے تم میں اس چیز کو چھوڑا ہے جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے وہ اللہ کی کتاب ہے اور میری اولاد ہے۔ کتاب اللہ کے حلال کو حلال جانو اور اس کے حرام کو حرام جانو اور اس کے محکم کے ساتھ عمل کرو اور متشابہ پر ایمان رکھو اور کہو کہ اللہ نے جو کتاب اتاری ہے اس کے ساتھ ہم ایمان لائے۔ اور اہل بیت کے ساتھ محبت رکھو اور جو شخص ان کے ساتھ دوستی رکھے اس کے ساتھ دوستی رکھو اور جو ان کے ساتھ دشمنی رکھے اس کا خلاف کرو اور یہ دونوں تم میں

رہیں گے حتیٰ کہ قیامت کے روز میرے پاس حوض پر پہنچیں۔

اس فرمان میں بھی کتاب اللہ کے ساتھ عمل درآمد کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اہل بیت کے متعلق موالاۃ اور دوستی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ لیکن ان کی وجوب اطاعت اور وجوب تمسک کا کوئی حکم نہیں صادر فرمایا گیا تو ان تمام مندرجہ بالا روایات سے صاف معلوم ہوا کہ روایت ثقلین کا جو مفہوم جمہور اہلسنت علماء نے بیان کیا ہے۔ وہی درست ہے اور شیعہ حضرات کا مدعیٰ اس روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ ثانی

شیعہ احباب "روایت ثقلین" کا جو کچھ مفہوم بیان کیا کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ "اہلبیت" "کتاب اللہ کی طرح واجب الاطاعت ہیں اور لازم التمسک ہیں حجت شرعی" ہونے کے لحاظ سے کتاب اللہ اور اہلبیت میں کوئی فرق نہیں ہے جو شخص ان دونوں کے ساتھ تمسک کرے گا وہ ناجی ہوگا جو ان دونوں کے ساتھ تمسک نہ کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔

۲۔ نیز روایت ہٰذا میں اہلبیت سے مراد صرف بارہ امام ہیں جن کی تابعداری کرنا اور ان کے احکام پر عمل کرنا کتاب اللہ کی طرح لازم ہے"۔

"روایت ثقلین" کا اگر یہ مفہوم صحیح ہے جو ان دوستوں نے تجویز کیا ہے تو پھر قدرتی طور پر چند سوالات وارد ہوں گے جن کا تسلی بخش جواب پیش کرنا دوستوں کے لیے لازم ہے اور ان کے متعلق ان مہربانوں کو اپنی جگہ غور وفکر کرنا ضروری امر ہے

اوّل

پہلی یہ چیز قابلِ توجہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان جاری فرمایا ہے۔ اس وقت روایت ہٰذا کے خطاب (انی تارك فیکم) میں خود "اہل بیت نبی" "عترت رسول" "عم رسول" مخاطب ہیں یا نہیں؟

اگر باقی مخاطبین کی طرح وہ بھی اس خطاب کے مخاطب ہیں اور یہ خطاب ان کو بھی شامل ہے؟ تو سب سے پہلے یہاں اتباع لنفسہٖ واطاعت لذاتہٖ" کا مطلب قابل وضاحت ہے۔ اس کو حل کرنا چاہیے؟ نیز یہ بھی بتلایا جائے کہ:

۱۔ عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ اور

۲۔ عقیل برادر حضرت علی المرتضیٰؓ نے صدیق اکبرؓ کے ساتھ بیعت کر کے روایت ہذا کے فرمان کے خلاف کیسے عمل درآمد کر دیا۔

۳۔ خود حضرت علیؓ نے آخر کار صدیق اکبر سے بیعت کر کے فرمان لہٰذا کو کیوں فراموش کر دیا۔

۴۔ سیدنا امام حسنؓ) اور

۵۔ سیدنا امام حسینؓ نے امیر معاویہؓ سے بیعت کر کے اس فرمان رسالت کو کیوں متروک العمل ٹھہرا دیا۔

۶۔ خود امام حسینؓ نے اپنے برادر حقیقی امام معصوم امام حسنؓ کا اتباع نہ کر کے اس حدیث کا خلاف کیسے کر ڈالا؟ اور امیر معاویہ سے بیعت کر لی۔

۷۔ حضرت علیؓ کے صاحبزادہ محمد بن الحنیفہ نے امام برحق امام زین العابدین کی امامت تسلیم نہ کر کے اس حکم کو کیسے پس پشت ڈال دیا؟

۸۔ اور امام حسنؓ کے صاحبزادے حسن مثنیٰ نے اپنے دعوئے امامت کے دوران میں امام برحق (زین العابدین) کی امامت کا عملاً انکار کر کے اس روایت ثقلین کو کیوں چھوڑ دیا؟

۹۔ اسی طرح زین العابدینؓ نے حسن مثنیٰ کو امام نہ تسلیم کر کے اس ارشاد کی مخالفت کیوں کر ڈالی ہے؟ حالانکہ حسن مثنیٰ اولاد علی و عترت نبی، و نسل بتول، ہے،

جس کے اہلبیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

۱۰۔ اور زین العابدین کے صاحبزادے امام زید نے اپنے وقت کے امام محمد باقر کی امامت کا انکار کر کے اس نبوی حکم کو عملاً کیوں فراموش کر دیا؟

۱۱۔ اسی طرح جناب محمد باقرؒ نے اپنے برادر حقیقی امام زید کی امامت کو نہ تسلیم کر کے اس نبوی حکم کو کیوں عملاً چھوڑ دیا؟

۱۲۔ اور محمد بن عبداللہ محض بن حسن المثنیٰ ابن امام حسنؓ نے اپنی امامت کا دعوٰے کر کے جعفر صادقؒ کو امام تسلیم نہ کرتے ہوئے اس فرمانِ رسالت کو کیوں متروک العمل بنا دیا؟

۱۳۔ اسی طرح امام جعفر صادقؒ نے حسن مثنیٰ کی اولاد شریف (محمد بن عبداللہ محض) کی امامت نہیں تسلیم کی حالانکہ یہ لوگ اولادِ علی، عترت نبی و نسل بتول ہیں ان کی اطاعت نہ کرنا نبوی فرمان کا خلاف کرنا ہے۔ جیساکہ اس حدیث کا مقتضیٰ ہے۔ جعفر صادق کا یہ خلاف کرنا کیسے جائز ہوا؟

۱۴۔ ابراہیم بن عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ ابن امام حسنؓ نے امام وقت جعفر صادق کی امامت نہ تسلیم کر کے روایت ہذا (ثقلین) کی کیسے مخالفت کر دی۔

حاصل یہ ہے کہ ان چودہ عدد "قرابت دارانِ رسول" اور عترت رسول" اور اہلبیت رسول" اولاد علی" وآل بتول" نے ہی روایت ثقلین کے مجوزہ مفہوم کے ہمیشہ خلاف عمل در آمد کیا ہے اور انہوں نے اہلبیت وعترت کی اتباع کو لازم اور واجب نہیں قرار دیا بلکہ غیر اہلبیت کی اتباع کر ڈالی تو دوسری امت کو اس روایت پر عمل کی تلقین کرنا اور دعوت دینا کہاں تک صحیح اور درست ہے۔

ایک جملہ معترضہ

شیعہ دوستوں کی ایک کتاب "مصباح الظلم" ہے نواب امداد صاحب رئیس پٹنہ اس کے مصنف ہیں۔ مجتہدین لکھنؤ کی تصحیح ونگرانی کے ساتھ رام پور

میں نواب صاحب کے حکم سے طبع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں اس چیز کو طنز کے طور پر بڑا دہرایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول (حسبنا کتاب اللہ جو روایت قرطاس میں وارد ہے) بڑی قوی تاثیر رکھتا تھا یہ جملہ پولیٹیکل دماغ کی پیداوار تھی اس قول نے حدیث ثقلین کو بیکار بنا دیا وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس کے بعد چند ایک حوالہ جات بلفظہٖ پیش کئے جاتے ہیں۔

۱- صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے خلاف ان تین ۳ چار لفظوں (حسبنا کتاب اللہ) نے ایک ایسی نئی اسلامی دنیا قائم کر دی ہے کہ آج تک بڑے زوروں کے ساتھ قائم ہے ہر چند حضرت رسولؐ کا قول بڑی تاکید سے خبر دیتا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کے قول بالا نے قول نبوی (ثقلین) پر اُمت کو عمل پیرا ہونے نہ دیا جس کے باعث ارشادِ نبوی ایک قولی حیثیت تک محدود رہ گیا ہے۔

۲- اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ؛

"یہ حدیث نبوی ڈیڈ لیٹر یعنی ایک مردہ قول کی طرح کتابوں میں حوالہ قلم پائی جاتی ہے اور اس سے زیادہ حیثیت کبھی اس کو حاصل نہیں رہی"۔

(مصباح الظلم صفحہ ۱۰ طبع اول)

۳- اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے اس قول (حسبنا کتاب اللہ) نے بڑی کامیابی پیدا کی اس قول نے عملی طور پر حدیث ثقلین کو باطل کر ڈالا۔

(مصباح الظلم صفحہ ۱۲ طبع اول)

(۴) امر واقعی یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کی پولیٹیکل قابلیت اپنا جواب نہیں رکھتی حضرت معاویہ بن ابی سفیان گو ایک بہت بڑے مدبر ذہین اور بطین بزرگ تھے مگر حضرت عمر بن الخطاب کے پولیٹیکل دماغ سے کوئی نسبت نہیں رکھتے تھے حضرت عمرؓ ہی کا کام تھا کہ صرف ایک مختصر قول (حسبنا کتاب اللہ) سے جناب رسول اللہ ؐ کی "حدیث ثقلین کو بے اثر کر دیا

(مصباح الظلم صفحہ ۱۹ طبع اول)

نوٹ: یہ سہ حچار حوالہ جات النجم لکھنؤ نمبر ۱۱-۱۲ جلد نمبر ۷، ص ۶۷-۶۸ المعروف الرابع من المائتین میں مفصل درج ہیں تفصیلات وہاں ملاحظہ ہوں۔

صاحب "مصباح الظلم" بیچارے صرف سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ کی ذات پر یہ الزام ڈالنا چاہتے ہیں کہ ان کے قول حسبنا کتاب اللہ کی وجہ سے روایت ثقلین پر عمل درآمد متروک ہوگیا ہے۔ اور صرف اس قول نے روایت ہٰذا کو ڈیڈ لیٹر بنا دیا ہے حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف امر ہے۔ جناب پہلے آپ ہاشمی خاندان، آل ابی طالب، اہل بیت رسول، آلِ بتول، اولادِ علی، حضرات سے دریافت کیجیے کہ روایت ثقلین کا (بقول شیعہ جو مفہوم و مقتضیٰ ہے) اس کے موافق انہوں نے کہاں تک عمل درآمد کیا ہے؟ کیا ان حضرات نے ہمیشہ اپنے اپنے دور میں وقت کے خلفاء کی بیعت کر کے روایت ہٰذا کو عملی طور پر بیکار اور بے اثر نہیں بنایا؟

انصاف یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول نے اس روایت کو مردہ قول نہیں بنا دیا بلکہ ان ہاشمی حضرات مذکورین نے اپنے عمل اور کردار سے اس روایت کو ڈیڈ لیٹر کی حیثیت دیدی ہے۔

بصورتِ دیگر

اگر روایت ہٰذا (تارک فیکم) کے خطاب میں خود اہل بیت وعترت و قرابت دارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں تو ان پر کس کی اتباع اور کس کی اطاعت فرض ہے۔

اگر کہا جائے کتاب اللہ و سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع اور تابعداری ان پر واجب ہے تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کونسی روایت ہے کہ جس میں مخصوص اہلبیت وعترت نبوت کو خصوصی خطاب فرمایا گیا ہو اور دیگر امت کو وہاں مخاطب نہیں بنایا گیا براہ مہربانی ایسی روایت کی نشاندہی ہونی چاہیے۔

اگر کوئی صاحب اس باب میں یہ موقف اختیار کریں کہ کتاب اللہ (قرآن مجید) اہلبیت کے لیے کافی ہے۔ اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اطاعت اور تابعداری کے فرمان موجود ہیں تو ان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں تو سب مسلمانوں کو خطاب عام کے ساتھ کتاب و سنّت کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس میں کسی مخصوص خاندان کے حق میں مخصوص حکم کا جاری ہونا مذکور نہیں ہے۔ فلہذا کسی ایسی روایت کو تلاش کرنا ہوگا۔ جس میں صرف خاندانِ نبوت کو ہی کتاب و سنّت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو۔

دوم

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ ان دوستوں کے نزدیک روایت ہٰذا میں اہلبیت سے مراد صرف بارہ ۱۲ امام ہیں جن کا عدد حضرت علیؓ سے شروع ہو کر امام مہدی پر ختم ہوتا ہے۔

۱۔ اب پہلے یہاں یہ دریافت کرنا ناموزون نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اہل بیت سے کیوں خارج ہیں؟ حالانکہ اہلبیت کا اطلاق ازروئے لغتِ عرب زوجہ پر بالکل صحیح ہے اور ازروئے قرآن مجید بھی اہلبیت کا اطلاق زوجہ پر بالکل درست ہے جیسے سورۃ ہود بارہواں پارہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔ (رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت) یہاں قطعی طور پر فریقین کے ہاں حضرت ابراہیم کی بیوی کو اہل البیت کہا گیا ہے۔ اور پارہ بیسواں سورۃ قصص کے پہلے رکوع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا قول مذکور ہے کہ (ھل ادلکم علی بیت یکفلونہٗ لکم وھم لہٗ ناصحون) یہاں بھی حضرت موسیٰؑ کے والد عمران کی بیوی کو اہلبیت سے تعبیر کیا گیا ہے اور فریقین کے نزدیک ٹھیک ہے۔
جب ازروئے لغت عرب اور قرآن مجید کے اطلاقات کے موافق "ازواج

مطہرات" اہلبیت کے مفہوم میں داخل ہیں تو ان کو اہلبیت کے" اصلی معنی" اور" حقیقی مصداق" سے کیوں خارج کیا جائے۔

۲۔ دوسرا اشکال یہ درپیش ہوتا ہے کہ اگر اہلبیت سے مراد صرف بارہ امام لیے جاتے ہیں تو حضرت فاطمہؓ بھی اہلبیت سے خارج ہوتی ہیں۔ حالانکہ کون صاحب علم و دانش مسلمان ہے جو حضور کے اہلبیت سے آپ کی صاحبزادیوں کو بھی خارج قرار دے جب" بیبیاں" بھی اہلبیت سے خارج ہوں اور "لڑکیاں" بھی اہلبیت سے خارج ہوں تو کون اہلبیت رہ گیا؟ اور اگر داماد نبی اہل بیت میں شامل ہیں تو حضرت علی حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابو العاص بن ربیع تینوں اہلبیت میں واجب الاتباع ہوں گے۔

۳۔ تیسری یہ گذارش ہے کہ اگر اہلبیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مراد ہے جیسا کہ روایت لہٰذا کے بعض طرق میں عترتی کے الفاظ وارد ہیں تو اس لحاظ سے ثقل اول کتاب اللہ ہے اور ثقل ثانی حضور علیہ السلام کی اولاد مبارک ہوئی پھر جتنی اولاد ہوئی اس روایت ثقلین کے مفہوم کے اعتبار سے تمام کی تمام واجب الاطاعت ہونی چاہیے۔ ایک قول کے تحت امام حسنؓ کے آٹھ صاحبزادے ہیں اور امام حسین کے بالاتفاق چھ لڑکے اور باختلاف گیارہ کی تعداد ہے۔ پھر ہر ایک کی اولاد در اولاد تا اس دور تک شمار کر لی جائے۔ اسی طرح امام زین العابدین کی اولاد دس یا گیارہ صاحب زادے ہیں۔ پھر ان میں ہر ایک کی اولاد تا اس زمانہ تک لحاظ کر لی جاتے۔ پھر امام محمد باقر کی اولاد پانچ عدد ہیں پھر ان کی اولاد در اولاد ہمیشہ کے لیے شمار کر لی جائے اور امام جعفر کے نو عدد بیٹے ہیں پھر ان کی اولاد تا زمانہ حال گن لی جائے۔ علی ہذا القیاس امام حسنؓ عسکری کی اولاد تک اسی طرح تمام نسل در نسل کا حساب لگایا جائے یہ اولاد جو سیدہ خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نسب شریف

سے ہے یہ سب عترت رسول اور آل بتول ہے روایت ہٰذا کے مفہوم کے اعتبار سے بتمامہا واجب الاطاعت ٹھہرتی ہے۔

اگر عترت واجب التمسک اور واجب الاطاعت ہے تو سب کی سب ہے۔ اگر عترت کی تابعداری لازم نہیں ہے تو تمام کی نہیں ہے۔ اثنا عشر یعنی بارہ عدد کی تخصیص وتعیین کے لیے کون سی نص قطعی موجود ہے؟؟ اگر اس تخصیص کی خاطر کوئی نص نہیں مل سکتی تو اہل بیت سے اثنا عشر مراد لینا سراسر سینہ زوری ہے اور ادعاء بلا دلیل ہے۔

سوم

روایت کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ کتاب اللہ اور اہلبیت دونوں لوگوں کے سامنے قیامت تک موجود رہیں گے تاکہ لوگ کتاب اللہ پر عمل درآمد کر کے اہل اہلبیت سے محبت وولایت رکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو پورا کر سکیں مگر شیعی مسلمات کے اعتبار سے یہ دونوں چیزیں لوگوں کے درمیان سے مدتوں سے غائب ہیں۔ قرآن مجید لے کر ۲۶۹ھ میں امام صاحب ان کے گمان موافق غار سر من رائے میں غائب ہو گئے ہیں اب ۱۳۸۳ھ ہے مدۃ غیبوبتہ کا حساب لگا لیا جائے بنا بریں حالات اب پیغمبر کی تاکیدی نصیحت اور وصیت کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کے ہاں کیا صورت ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا!

چہارم

ان دوستوں نے روایت ثقلین کا جو مطلب تجویز کیا ہے وہ اگر صحیح ہے تو اہل اسلام کے لیے واجب التمسک اور واجب الاتباع صرف دو چیزیں ٹھہرتی ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری اہلبیت اور "سنت نبوی" کا واجب الاتباع ہونا مسلمانوں کے لیے ضروری نہیں رہتا حالانکہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک "کتاب وسنت" کا حجت شرعی ہونا بداہتہً مسلم ہے۔ نیز سنت نبوی کی "حجیت" سے انکار کرنا تو

شیعی روایات کے اعتبار سے بھی درست نہیں چنانچہ ہم شیعہ کی ان روایات کو جو سنّت نبوی کی مویدات میں وارد ہیں جمع کر کے رسالہ ہٰذا کے حصّہ ثانی میں پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پنجم

نیز یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ ان دوستوں کے ہاں عترت واہل بیت کا واجب الاتباع ہونا منصوص من اللہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ روایت ثقلین کی وجہ سے پھر روایت ہٰذا سے استدلال کرنا بیکار رہے گا۔

حدیث ثقلین

حصّۂ ثانی

حامداً و مصلّیاً و مسلّماً

رسالہ ہٰذا کی ابتداء میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ جمہور علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اطاعت صرف کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی علی الاطلاق واجب اور لازم ہے۔ اس کے بغیر جن جن لوگوں کی اتباع اسلام میں لازم ہے وہ کتاب و سُنّت کے فرمان کے تحت ہے۔ مستقل طور پر کسی کی اتباع واجب نہیں ہے مسلمان حاکم کی اطاعت ہو یا والدین کی تابعداری یا اکابر اُمّت وعلماء دین کی فرمانبرداری وغیرہ وغیرہ یہ سب کتاب و سُنّت کی روشنی میں لازم ہیں۔ اور ان کی پیروی معروف و بہتر امر میں ہوگی "معصیتہ" یا کتاب و سنّت کی مخالفت میں نہ ہوگی۔ یہ اصول ہمارے ہاں مسلم ہے۔

اور شیعہ احباب نے اس کے خلاف یہ اصول قائم کر رکھا ہے کہ ان کے نزدیک اہل بیت عترت رسولؐ کی اطاعت بھی غیر مشروط اور مستقل طور پر کتاب اللہ کی طرح لازم ہے۔ اسلام میں جیسے کتاب اللہ "حجت شرعی" ہے۔ ٹھیک اسی طرح ان کے نزدیک "اہل بیت" بھی علی الاطلاق "حجت شرعی" ہیں۔ بلکہ ان ائمہ کرام کے لیے یہ حضرات پوری صراحت سے 'حجت' کا لقب اختیار کرتے ہیں اصول کافی کا طویل باب "کتاب الحجۃ" ہمارے اس بیان کا شاہد عادل ہے۔ ان حضرات کے ہاں ان دونوں (کتاب اللہ و اہلبیت) میں واجب الاتباع ہونے اور معصوم ہونے

کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر مجمع البیان ابو علی طبرسی صفحہ ۲۲۹ طبع ایران تحت آیتہ اولی الامر منکم و تفسیر صافی از ملا محسن کاشی)

اس مسئلہ میں ان بزرگوں کی سب سے وزنی دلیل اور انتہائی قوی حجت وہ روایت ثقلین ہے جس کی تفصیل بحث حصہ اول میں کر دی گئی ہے۔ یہ روایت متواتر یا مشہور تو کچھ بھی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس کے اکثر و بیشتر طرق مجروح پائے گئے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ خبر واحد ہے اور وہ جس درجہ کی ہے وہ اپنی جگہ واضح ہے۔ مسلم اور اس کی ہم الفاظ روایت کے سوا دیگر طرق کو متعدد علمائے "منکر اور ضعیف" کہا ہے اور جس دعوے کے اثبات کی خاطر اس کو بنیاد قرار دیا جاتا ہے اسے ہرگز ثابت نہیں کرتی۔ دعوے کچھ ہے اور اس پر جو دلیل لائی گئی ہے اس کی حقیقت اس مشہور مثل سے زیادہ نہیں کہ "سوال گندم اور جواب چنا" ہمارے دوستوں کی روایت ثقلین کے استدلال کی بعینہ یہی نوعیت ہے۔"

اب اس مقام میں جمہور اہل السنّت کے قاعدہ مذکورہ کے دلائل کی تفصیلات پیش کرنے کا قصد ہے اللہ کریم تکمیل کی توفیق عنایت فرماویں۔ اصل مبحث سے پیشتر چند تشریحات ذکر کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

تشریح

(۱)

واضح رہے کہ اس مسئلہ کے اثبات کی خاطر سب سے پہلے ہم قرآن مجید کی بارہ عدد آیات سے استدلال کریں گے۔ اور یہ استدلال اپنے مقام میں صریح اور واضح ہوگا۔ کسی استنباط اور استخراج کی حاجت نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی روایت ملا کر دلیل مکمل کرنے کی صورت پیش آئے گی جیسا کہ ہمارے دوستوں کے استدلالات قرآنی ہوا کرتے ہیں کہ ایک روایت صحیح یا غیر صحیح ساتھ ملانے کے بغیر دلیل کا کوئی

جزو مرتب نہیں ہو سکتا۔ یہ حضرات اسی کو استدلال قرآنی کہہ دیا کرتے ہیں۔ گو واقعہ میں وہ صرف استدلال بالروایت ہوتا ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ اس مسئلہ میں اہل السنۃ کا اصل استدلال تو آیات قرآنی سے مربوط ہے۔ لیکن حضور سید الثقلین، امام القبلتین، نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ بھی اس مضمون کی تاکید وتائید کے لیے ہم پیش کیا کرتے ہیں۔ چونکہ ان احادیث نبویہؐ کی رو سے آیات قرآنی کے مطالب کی تشریح اور توضیح مزید ہو جاتی ہے اس لیے اس اعتبار سے مقام استدلال میں ان روایات کو پیش کرنا بھی نہایت مفید ہے۔

(۳)

اس مسئلہ کے لیے کہ اسلام میں مسلمانوں پر بالاستقلال صرف دو چیزوں کی اتباع لازم ہے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری حضور نبی کریم کی سنت مقدسہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) ان کے سوا مستقل طور پر کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ فی الحال ہم بارہ (اثنا عشر) حدیثیں پیش کریں گے چونکہ اثنا عشر کے مبارک عدد کے ساتھ ہمارے دوستوں کو بدعوائے خویش بہت عقیدت ہے۔ اس لیے موزوں یہی ہے کہ جیسے قرآنی آیات بارہ عدد یہاں مقام استدلال میں پیش ہوں گی اسی طرح احادیث بھی بارہ عدد ہی پیش خدمت کی جائیں گی۔

(۴)

نیز یہ چیز ذہن نشین رہے کہ اس مقام میں بارہ عدد احادیث جو ہم پیش کر رہے ہیں۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو ایک مشہور اور واضح وصیت ہے جو متعدد طرق سے مروی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ جب تک

ان ہر دو کے ساتھ تمسک کروگے گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب اور سُنّت نبی ہیں۔"

محدثین میں یہ متداول حدیث ہے۔ بڑے بڑے اکابر علماء حدیث نے اس کی تخریج کی ہے۔ چنانچہ ہم ناظرین کرام کی سہولت کی خاطر ان مخرجین علماء کی ایک اجمالی فہرست یہاں درج کر دیتے ہیں۔

۱۔ امام مالکؒ ________ متوفی ۱۷۹ھ
۲۔ ابن ہشام صاحب سیرۃ ________ " ۲۸۱ھ
۳۔ ابن ابی الدنیا ________ " ۲۱۸ھ
۴۔ ابن جریر طبری ________ " ۳۱۰ھ
۵۔ الدار قطنی ________ " ۳۸۵ھ
۶۔ الحاکم نیساپوری ________ " ۴۰۵ھ
۷۔ ابونعیم اصفہانی ________ " ۴۳۰ھ
۸۔ ابوالنصر السجزی ________ " ۴۴۴ھ
۹۔ البیہقی ________ " ۴۵۸ھ
۱۰۔ ابن عبدالبر ________ " ۴۶۳ھ
۱۱۔ ابن حزم (الاحکام فی اصول الاحکام) " ۴۵۶ھ
۱۲۔ خطیب بغدادی (الفقیہ والمتفقہ) " ۴۶۳ھ
۱۳۔ کتاب السنۃ (محمد بن نصر المروزی) " ۲۹۴ھ

ان کبار علماء نے اس روایت کو اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کیا ہے۔ آئندہ سطور میں ان محدثین کے الفاظ میں پوری حدیث تحریر کی جارہی ہے۔

(۵)

یہاں یہ گزارش کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ مذکورہ روایت کے بیان کرنے والے علماء کی جو ہم نے فہرست درج کی ہے یہ تمام علماء خود صاحب اسناد ہیں۔

دوسرے محدثین سے نقل در نقل کرنے والے علماء نہیں۔ پھر ان لوگوں سے اس روایت کو نقل کرنے والے علماء بے شمار ہیں۔ بے حد مصنفین اور شارحین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ ہر قرن میں ہر دور میں یہ نقل جاری رہی ہے لیکن ہم نے نقل در نقل کرنے والے علماء مؤلفین کے حوالہ جات کو قصداً جمع نہیں کیا اس لیے کہ اس روش سے تصنیف لہٰذا کا حجم ضخیم کرنے کے لئے حوالہ جات کی کثرت تو پیدا ہو سکے گی لیکن کثرت اسانید نہیں حاصل ہوگی۔ جو اصل مقصد میں مفید ہے بنابریں ہم نے یہ بے اصولی طرز ہی اختیار نہیں کی۔ ہیچوں قسم کی بے اصولیاں اور بے قاعدگیاں دوسرے دوستوں کو مبارک ہوں جیسا کہ "عبقات الانوار" میں اس کی ضخامت بڑھانے کے لیے بہت کچھ بے فائدہ مواد فراہم کیا گیا ہے۔ جس میں نقل در نقل اندوختہ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہے۔

(۶)

اب اصل مسئلہ کے دلائل ہم شروع کرتے ہیں اولاً اللہ کی کتاب سے دلائل ذکر ہوں گے وہ بارہ عدد آیات قرآنی ہیں اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سے دلائل تحریر کئے جائیں گے۔ وہ بھی بارہ عدد احادیث ہیں۔ پھر اثنا عشریوں کی کتابوں سے ائمہ کرام کے فرمودات اصل مسئلہ پر بطور تاکید پیش کئے جائیں گے۔ وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بارہ ۱۲ عدد ہیں۔ تاکہ دوستوں کو اثنا عشر کے عدد سے قلبی استراحت حاصل رہے

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جان مسلم داشتن

!!!

کتاب اللہ سے استدلال

قرآن مجید میں جہاں اللہ جل مجدہٗ کی اطاعت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ وہاں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل اطاعت کا ذکر بھی ساتھ ساتھ موجود ہے اور ان ہر دو اطاعت کا متصلاً ذکر قرآن مجید میں قریبؔ انیس مقامات میں پایا گیا ہے پھر ان مقامات میں سے خاص وہ مقام جہاں صیغۂ امر کے ساتھ اطاعت کا حکم فرمایا ہے وہ حسن اتفاق سے اثنا عشر مقام ہیں۔

پھر ان اثنا عشر مواضع میں سے ایک جگہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد اولوالامر کی اتباع کا حکم بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ عنقریب آیتہ ہٰذا کی بقدر ضرورت تشریح باقی آیات کے آخر میں درج ہو گی اور یہ چیز بھی مسلمات میں سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی اطاعت کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن مجید کی اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ تمسک کیا جائے اور رسولؐ کی اطاعت کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت "طیبہ" کو اخذ کیا جائے اور اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

(۱) قال فی روح المعانی فان المراد باطاعة الله العمل بالکتاب وباطاعة الرسول بالعمل بالسنة (روح المعانی ص۶۲ جلد ۵)

(۲) حضرت علیؑ کا جو فرمان نہج البلاغة صفحہ ۲۴ جلد ۲ میں وارد ہے وہاں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے۔ آئندہ شیعی مسلمات کے ماتحت یہ فرمان مرتضوی بھی نمبر ۴ چہارم میں مندرج ہو گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

اب ذیل میں وہ آیات ملاحظہ ہوں جن میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا بعینہٖ حکم صادر فرمایا گیا ہے۔

؛؛؛

آیت اوّل

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین۔ (سورۂ آل عمران رکوع چہارم پارہ سوم)

"یعنی آپ فرما دیجیے کہ تم اطاعت کرو اللہ تعالےٰ کی اور رسولؐ کی پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں سو اللہ تعہ ان کافروں سے محبت نہیں کرتے۔"

آیت دوم

واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون

(سورہ آل عمران رکوع چہار دہم پارہ چہارم

یعنی اور طاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی امید ہے تم رحم کئے جاؤ گے۔"

آیت سوم

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا فان تولیتم فاعلموا انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین۔

(سورہ المائدہ رکوع ۱۲ پارہ ہفتم)

یعنی "اور اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور بچتے رہو۔ پھر اگر تم اعراض کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسولؐ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر۔"

آیت چہارم

فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہٗ ان کنتم مومنین۔ (سورۂ انفال رکوع یکم پارہ نہم)

"یعنی سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔"

آیت پنجم

یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہٗ ولا تولّوا
عنہ وانتم تسمعون۔ (سورۃ انفال رکوع سوم پارہ نہم)

"یعنی اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور اس کے کہا ماننے سے روگردانی مت کرو سن کر۔"

آیت ششم

واطیعوا اللہ ورسولہٗ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب
ریحکم۔ (سورۃ انفال رکوع ششم پارہ دہم)

یعنی "اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

آیت ہفتم

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولّوا فانما علیہ
ما حمل وعلیکم ما حملتم۔ (سورۃ نور رکوع ہفتم پارہ ۱۸ اٹھارہم)

"آپ فرمائیے اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو اس رسولؐ کی پھر اگر تم لوگ روگردانی کروگے تو رسول کے ذمہ وہ ہے۔ جس کا ان پر بار رکھا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا۔

آیت ہشتم

واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہٗ
واللہ خبیر بما تعملون۔ (سورۃ احزاب رکوع چہارم پارہ بست دوم ۲۲)

یعنی "اے پیغمبر کی بیبیو! تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔"

آیت نہم

یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔ (سورۃ محمد رکوع ۴ پارہ ۲۶ بست و ششم)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔"

آیت دہم

فاقیموا الصلٰوۃ واٰتوا الزکٰوۃ واطیعوا اللہ ورسولہ واللہ خبیر بما تعملون۔ (سورۃ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸ بست و ہشتم)

"پس قائم رکھو نماز اور زکوٰۃ دیا کرو اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

آیت یازدہم

واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علیٰ رسولنا البلٰغ المبین۔ (سورۃ تغابن رکوع دوم پارہ ۲۸)

"اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو پھر اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسولؐ کے ذمہ پہنچا دینا ہے۔"

یاایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیر و احسن تاویلا۔

(سورۃ النساء رکوع ہشتم پارہ پنجم)

"اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور تم اس کے رسولؐ کی

اطاعت کرو اور اولوالامر کی جو تم میں سے ہوں پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر تم اللہ کے ساتھ اور روز آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہو۔ یہ امر بہتر ہے اور باعتبار انجام کے خوش تر ہے۔

؛؛؛

ان تمام آیات قرآنی میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا گیا ہے کہ اسلام میں مستقل اطاعت صرف اللہ جل مجدہٗ کی ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہے اور حضورؐ کے وصال کے بعد آپ کی "سنت مقدسہ" کی اطاعت واجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی امر کے لیے ایک اشارہ بھی کافی ہے اور یہاں مقصد ہذا کی خاطر تو مکمل بارہ عدد اوامر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

اب غور کا مقام ہے کہ قرآن مجید کے ان تمام مواضع میں جہاں جہاں خدا و رسول کی اطاعت کا مسئلہ ذکر ہوا ہے۔ کہیں ایک جگہ بھی اہلبیت اور عترت کی اطاعت کا ذکر نہیں ملتا۔ (خواہ بالاستقلال ان کی اطاعت مراد لی جائے خواہ بالتبع ہو) تو معاملہ بالکل واضح ہوگیا کہ اہل بیت وعترت کی اطاعت کا مسئلہ قرآن مجید میں کسی ایک مقام میں بھی مذکور نہیں۔ البتہ کسی روایت سے اس کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے تو الگ بات ہے۔

اب یہ چیز قابل وضاحت ہے کہ قرآن مجید کی آیت ہذا (سورۃ نساء رکوع ہشتم پارہ پنجم) میں جو اولوالامر کی اطاعت کا حکم موجود ہے۔

۱۔ یہاں اولوالامر کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ اس مقام میں اولوالامر سے کون مراد ہیں۔

۳۔ اگر یہاں دوستوں کے مقتضیٰ کے موافق اولوالامر سے مراد "ائمہ اثناعشر" ہوں تو کیا یہ معنی درست ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

یہ چند چیزیں قابلِ تفصیل ہیں۔ ذیل میں ان کی بقدر ضرورت تفصیلات عرض

کی جاتی ہیں۔

۱- پہلی گذارش یہ ہے کہ لفظ اولو جمع من غیر لفظہ ذو کی ہے۔ مذکر میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اولوالعلم، اولوالفضل اور "اولات" جمع مؤنث کے لیے مستعمل ہے اور یہ جمع بھی من غیر لفظہٖ ہے۔ جب ذات کی جمع لانے کی ضرورت ہو تو اولات لایا کرتے ہیں جیسے "اولات الاحمال" (مختار الصحاح) اور امر کے معنی شی اور حکم کے ہوتے ہیں اولوالامر یعنی حکم والا" صاحب حکم۔

۲- دوسری چیز یہ ہے کہ آیت ہٰذا میں اولوالامر سے مراد جمہور اہل السنت کے نزدیک مسلمان حکام و مسلمان امراء ہیں اور اسلام کی شرط لفظ منکم سے خوب واضح ہے۔ بعض اہل العلم کے نزدیک علماء دین بھی اس سے مراد ہو سکتے ہیں جیسا کہ اسی سورت کے گیارہویں رکوع میں بڑے بڑے اہل علم صحابہ پر اولوالامر کا اطلاق پایا گیا ہے۔

واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم (سورۂ نساء رکوع ۱۱ پارہ ۵)

یعنی ان لوگوں کو کسی بات کی خبر پہنچی ہے خواہ امن کی ہو یا خوف کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اگر یہ لوگ اس کو رسول کی طرف لوٹا دیتے اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں تو اس کو وہ پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔

بہر کیف مسلمان حکام و امراء ہوں یا علماء دین ہوں ان کی تعداد مقررہ نہیں ہے اور نہ کسی خاص قبیلہ و خاندان کے لوگ مراد ہیں۔ جو بھی مسلمان امراء ہوں یا علماء ہوں۔ ان کی اطاعت کتاب و سنت کی روشنی میں لازم ہے اور یہ مضمون حدیث

شریف میں بھی وارد ہے فرمایا کہ :

ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصا امیری فقد عصانی (مسلم)

وعلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی عوام میں بہت مشہور ہے ۔

یعنی جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی ۔"

دوسری جگہ ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں ۔"

یعنی جس کی قدر و منزلت اور ان کا مقام قوم میں وہی ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل کا تھا ۔

اب قرآن وحدیث کی اس تعمیم میں حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ دار اور آپ کی اولاد سب شامل ہے ۔ آپ کے اقارب یا اولاد میں کوئی حاکم یا امیر جس دور میں ہو اس کی تابعداری لازم ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان شریف کے علماء دین کی فرمانبرداری بھی لازم ہے جیسا کہ ان کے ماسوا علماء و احکام کی اتباع واجب ہے ۔ مگر مسلمان حاکم اور عالم دین کی اس اتباع کے ساتھ یہ شرط ہمیشہ ملحوظ ہے کہ ان کی اطاعت میں کتاب و سُنّت کی نافرمانی نہ پائی جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ :

لاطاعة لمخلوقٍ فی معصیة الخالق ، و انما الطاعة فی المعروف

یعنی مخلوق کی اس چیز میں اطاعت نہ کی جائے جس میں خالق کی نافرمانی ہوتی ہو ۔ اور تابعداری صرف بہتر کام میں جائز ہے ۔ ان کے ہر کام کی غیر مشروط اتباع ہرگز نہ کی جائے گی ۔

مشاہیر علماء اور مصنفین نے اپنی تصانیف میں اس شرط کو بطور قاعدہ کے مندرج کیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

(۱) ثم ان وجوب الطاعة لهم ما داموا علی الحق فلا یجب طاعتهم فیما خالف الشرع ۔ (روح المعانی صفحہ ۶۶ جلد ۵)

(۲) وكذالك حكمهم بعد النبي صلى عليه وسلم في لزوم اتباعهم وطاعتهم مالم تكن معصية۔

(احکام القرآن صفحہ ۲۵۸ جلد ۲ تحت باب فی طاعۃ اولی الامر)

حاصل یہ ہے کہ حکام جب تک حق پر رہیں ان کی تابعداری لازم ہے۔ جس بات میں وہ خلاف شرع کر ڈالیں۔ اس میں ان کی کچھ اطاعت واجب نہیں۔

نیز قرآن مجید کی اس آیت میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اولوالامر کی اطاعت اور اللہ ورسول کی اطاعت میں فرق ہے اس لیے کہ اللہ ورسولؐ کی اطاعت کے لیے اطیعوا کا صیغہ مستقل طور پر الگ الگ دو دفعہ لایا گیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کو عطف کے ذریعہ رسول کی اطاعت کے ضمن میں درج کیا گیا ہے۔ ان کے لیے اطیعوا کا صیغہ باوجود دوسرے نمبر پر الگ لائے جانے کے یہاں تیسری دفعہ الگ نہیں لایا گیا۔ اس اسلوب سے معلوم ہوا کہ اللہ ورسول کی اطاعت اور اولوالامر کی طاعت میں بین فرق ہے۔

۳۔ تیسری یہ چیز ہے کہ شیعہ احباب کا گمان ہے کہ اولوالامر سے مراد ائمہ اثنا عشر ہیں ان کی مشہور تفسیر مجمع البیان ابوعلی طبرسی میں آیت ہذا کے تحت مندرج ہے کہ:۔

واما اصحابنا فانهم رووا عن الباقر والصادق ان اولى الامر هم الائمة من آل محمد اوجب الله طاعتهم بالاطلاق كما اوجب طاعته وطاعة رسوله (مجمع البیان طبرسی صفحہ ۲۶۹ تحت الآیۃ اولی الامر)

یعنی ہمارے علماء نے امام باقر اور جعفر صادق سے روایت کیا ہے کہ تحقیق "اولوالامر" یہی آل محمد کے ائمہ ہیں۔ ان کی اطاعت اللہ نے مطلقاً واجب کر دی ہے جیسے اس نے اپنی اطاعت اور اپنے رسولؐ کی واجب کی ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس صورت میں آیت مندرجہ کا معنی صحیح ہے یا نہیں؟

آیت ہٰذا میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطالب ہرگز درست نہیں۔

(۱)

اول بات تو یہ ہے کہ شیعہ دوست "اولوالامر" سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ مراد لیتے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے واحد امام ہیں پھر ان کے بعد امام حسنؓ بن علی المرتضیٰ اپنے زمانہ کے واحد امام ہیں پھر ان کے بعد امام حسینؓ زمانہ میں واحد امام ہیں ہکذا آخر تک۔ اور اولوالامر جمع کا صیغہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ حمل الجمع علی الفرد خلاف الظاہر یعنی جمع کے کلمہ کو واحد پر حمل کرنا (اگر کوئی قرینہ صارفہ موجود نہ ہو تو) ظاہر کے خلاف ہے اگر اس عبارت سے مراد ایک شخص ہے تو جمع کے صیغہ کے بجائے واحد کا صیغہ کے استعمال ہونا چاہیے۔ اس وجہ سے ان کا معنی تجویز کردہ صحیح نہیں ہے۔

۱۔ احکام القرآن جصاص صفحہ ۲۵۸ ج ۲ تحت الآیتہ۔ اولی الامر

۲۔ تفسیر کبیر رازی صفحہ ۳۵۹ جلد ۳ تحت آیتہ۔ اولی الامر

(۲)

دوم یہ چیز ہے کہ اگر آیت ہٰذا میں " اولوالامر" سے مراد امام معصوم مفترض الطاعۃ مراد لیا جائے تو یہ مفہوم نسق آیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بالکل درست نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا گیا ہے اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں تنازعہ ہو جائے تو اس کے فیصلہ کی صورت یہ ہے کہ اس معاملہ کو صرف اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹا دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس متنازعہ فیہ معاملہ کو امام کی طرف بھی لوٹایا جائے۔ اگر یہاں اولوالامر سے مراد امام معصوم، مفترض الطاعۃ (جس کی تابعداری واجب ہو) تو عند التنازع فردوہ الی الامام یا فردوہ الیٰ اولی الامر کی تصریح چاہیے تھی مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ اولی الامر سے ائمہ اثناعشر مراد لینا ہرگز درست نہیں ہے۔ (احکام القرآن جصاص وتفسیر کبیر رازی تحت آیتہ ہٰذا)

(۳)

سوم یہ عرض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اولوالامر کی تابعداری کے لیے لوگ مامور تھے اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان ایام میں حضرت علیؓ امام نہیں تھے تو یقیناً معلوم ہوا کہ اس عہد نبوت کے دور میں اولوالامر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء تھے جن کی اطاعت و تابعداری لوگوں پر واجب تھی بشرطیکہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔

(احکام القرآن جصاص تحت الآیۃ)

(۴)

چہارم یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے۔ اولوالامر معصوم نہیں ہوں گے وجہ یہ ہے کہ کسی "معصوم شخصیت" کا خلاف کرنا اور اس سے کسی معاملہ میں تنازع کرنا بالکل روا نہیں جیسے پیغمبر اور رسولؐ کی ذات کے ساتھ خلاف و تنازعہ ناجائز ہے یہاں بھی اسی طرح ہوتا لیکن یہاں تو ارشاد ہے

یعنی اولوالامر اور تمہارا کسی بات میں تنازعہ ہو جائے تو کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کی طرف رجوع کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ ان سے کسی مرحلہ پر تنازعہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر اولوالامر معصوم علی الاطلاق اور واجب الطاعۃ ہوتے تو ان کے ساتھ تنازعہ اور خلاف کرنے کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔

ان چیزوں میں غور و فکر کرنے سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ آیت ہذا کا معنیٰ اور مفہوم وہی صحیح ہے جو اہل السنۃ والجماعۃ نے پیش کیا ہے اور جو شیعہ دوستوں نے یہاں بارہ امام معصوم واجب الطاعت مراد لے رکھے ہیں۔ یہ کسی صورت میں درست نہیں۔

سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استدلال

ذیل میں چند احادیث اس مسئلہ کی خاطر بطور استدلال پیش کی جا رہی ہیں ان میں کتاب وسنت کی اطاعت وتابعداری کا مفہوم بالتصریح موجود ہے۔ ضمناً و استطراداً نہیں۔" اب ان احادیث کو درج کیا جاتا ہے۔

روایت اوّل — مؤطا امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ

قال مالك انهٗ بلغهٗ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة نبيه۔

(۱) مؤطا مالک صفحہ ۳۶۳ باب النهى عن القول فى القدر طبع مجتبائی

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم الظاہری صفحہ ۱۰۷۵ الجزء الثامن الفصل الاول طبع جدید مصری)

یعنی مالکؒ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں کو پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب ہے دوسری اس کے نبی کی سنت ہے۔

فائدہ: یہاں یہ ذکر کرنا منفعت سے خالی نہیں ہے کہ روایت مذکورہ مرسل ہے اور "مرسلات" و "بلاغیات" مالک مقبول ہیں۔

۱- امام مالکؒ کے متعلق ترمذی کتاب العلل صفحہ ۲۳۹ میں مندرج ہے کہ:

قال علی بن عبد الله قلت ليحيىٰ مرسلات مالك؟ قال هى احب الىّ ثم قال يحيىٰ ليس فى القوم احد اصح حديثاً من مالكؒ۔

یعنی علی بن عبد اللہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ سے مالکؒ کی مرسل روایات

کے متعلق گفتگو کی۔ یحییٰ نے کہا کہ یہ میرے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ اور قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مالک سے زیادہ صحیح حدیث رکھتا ہو۔

۲۔ اور حنفیہ کے ہاں مرسل روایات نیز معتبر ہیں چنانچہ "توضیح وتلویح" (الرکن الثانی فصل فی الانقطاع) میں لکھا ہے کہ:

فمرسل الصحابی مقبول بالاجماع ومرسل القرن الثانی والثالث یقبل عندنا وعند مالک۔

یعنی صحابی کی مرسل روایات تو بالاجماع مقبول ہے اور تابعین و تبع تابعین کی مرسل روایات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مقبول ہیں۔

تنبیہ: حافظ ابن عبدالبر نے اپنی تصنیف "تجرید التمہید" میں موطا کی حدیث مندرجہ بالا کے متعلق یہ تحقیق لکھی ہے کہ:

ھذا حدیث محفوظ مشھور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند اھل العلم شھرۃ یکاد یستغنی بھا عن الاسناد وقد ذکرنا ہ مسنداً فی کتاب التمھید۔

(تجرید التمہید لابن عبدالبر صفحہ ۲۵۱ طبع مصر)

یعنی اہل علم کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث محفوظ و مشہور چلی آرہی ہے اور اتنی قدر اس کو شہرت حاصل ہے کہ اسناد کے ذکر سے مستغنی ہونے کے قریب ہوگئی ہے۔

اب ناظرین کرام کے افادہ کے لیے حافظ ابن عبدالبر کی اصل کتاب (التمہید۔ قلمی) سے دو عدد روایات نقل کی جاتی ہیں جن کا اسناد اصل کتاب میں موجود ہے یہاں اختصار کے پیش نظر صرف متن درج کیا جاتا ہے امام مالک کی مرسل روایت کی تائید میں ابن عبدالبر نے دو عدد مرفوع روایات اس مقام میں نقل کی ہیں وہ پیش خدمت ہیں:

اوّل ۔۔۔ عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خلفت فیکم
اثنتین لم تضلوا بعد ھما کتاب اللہ وسنّتی۔

{ (کتاب التمھید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ص ۱۵۱ ج ۶
(قلمی) پیر جھنڈا سندھ لابن عبدالبر تحت البلاغیات۔ }

یعنی ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دو چیزیں تم میں پیچھے چھوڑی ہیں۔ ان کے (تمسک کے) بعد تم ہرگز نہ گمراہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری سنّت ہے۔

دوم ۔۔۔ عن کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ
عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما
کتاب اللہ وسنۃ نبیہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

{ (کتاب التمھید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ص ۱۵۱ : ج ۶۔
(قلمی) پیر جھنڈا سندھ تختی کلاں تحت بلاغات امام مالکؒ۔ }

یعنی عمرو بن عوف صحابی کہتے ہیں کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو (چیزیں) چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کے ساتھ تمسک کروگے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اس کے نبی کی سنّت ہے۔

روایت دوم (سیرۃ ابن ہشام متوفی ۲۱۸ھ)

عن ابی سعید الخدریؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فاعقلوا ایھا الناس قولی فانی قد بلغت وقد ترکت
فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدًا امرًا بینًا

کتاب اللہ وسنّت نبیہ۔" (سیرۃ ابن ہشام خطبہ حجۃ الوداع)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا کہ اے لوگو میری بات کو سمجھو تحقیق میں نے دین کی تبلیغ کی اور میں نے تم لوگوں میں وہ واضح روشن چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کو اخذ کرو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور اس کے نبی کی سنّت ہے۔

روایت سوم

(ابن ابی الدنیا متوفی ۲۸۱ھ)

" اخرج ابن ابی الدنیا عن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی توفی فیہ ونحن فی صلاۃ الغداۃ فقال انی ترکت فیکم کتاب اللہ عزّ وجلّ وسنتی فاستنطقوا القرآن بسنتی فانہ لن تعمی ابصارکم ولن تزل اقدمکم ولن تقصر ایدیکم ما اخذتم بہما۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس مرض میں فوت ہوئے ہیں۔ اس میں ہمارے پاس تشریف لائے ہم صبح کی نماز میں تھے۔ فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنی سُنّت چھوڑی ہے پس قرآن کی تشریح میری سُنّت کے ذریعے کرو تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی اور تمہارے قدم نہ پھسلیں گے اور تمہارے ہاتھ کوتاہی نہ کریں گے جب تک تم لوگ کتاب و سنّت کو اخذ کئے رکھو گے۔

۱- { الصواعق المحرقہ لابن حجر فضائل علی المرتضیٰ الفصل الثانی تحت حدیث الاربعین صفحہ ۷۵ بحوالہ ابن ابی الدنیا }

۲- { روایت ابن الخطیب بغدادی نے اپنے اسناد کے ساتھ "کتاب الفقیہ والمتفقہ" صفحہ ۹۴ جلد اوّل طبع سعودی عرب میں تحت "ذکر الخبر بان السنۃ الا تفارق الکتاب" بہ تفصیل درج کیا ہے }

روایت چہارم (ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ)

طبری نے ابن ابی نجیح سے اپنے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا کہ:

". . . ایہا الناس اسمعوا قولی فانی قد بلغت وترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابداً کتاب اللہ وسنۃ نبیہ"

"اے لوگو! میری بات سنو۔ تحقیق میں نے تبلیغ کی اور میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کے ساتھ تمسک کروگے۔ ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ اللہ کی کتاب ہے اور نبی کی سنت ہے"

(تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری خطبہ حجۃ الوداع صفحہ ۱۲۹ جلد ۳)

روایت پنجم (الدار قطنی متوفی ۳۸۵ھ)

مشہور محدث دار قطنی نے اپنے مکمل اسناد کے ساتھ السنن للدار قطنی میں اس کو درج کیا ہے:

". . . عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدہما کتاب اللہ وسنتی ولن یفترقا حتی یردا علی الحوض"

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں اپنے بعد چھوڑی ہیں ان کو اخذ کرنے کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے نہ جدا ہوں گی۔ حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں۔

۱- (السنن للدارقطنی صفحہ ۵۲۹ مطبع انصاری دہلی)
۲- (روایت ہذا کو خطیب بغدادی نے اپنے اسناد کے ساتھ کتاب الفقیہ والمتفقیہ صفحہ ۹۴ جلد اول پر تحت ذکر الخبر بان السنۃ لاتفرق الکتاب میں بہ تفصیل درج کیا ہے)

روایت ششم (مستدرک حاکم متوفی ۴۰۵ھ)

" عن ابن عباس رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فی حجۃ الوداع فقال یئس الشیطان بان یعبد بارضکم ولکنہ رضی ان یطاع فی ماسوا ذالک مما تحاقرون من اعمالکم فاحذروا ایھا الناس انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابدًا کتاب اللہ و سنۃ نبیہ "

ابن عباس رض سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حجۃ الوداع میں خطبہ دیا۔ فرمایا کہ اس بات سے تو شیطان ناامید ہو چکا ہے کہ تمہاری زمین میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ پسند کرتا ہے کہ اس عبادت کے بغیر تمہارے اعمال کو حقیر جانتے کی صورت میں اس کی اطاعت کی جائے۔ لوگو! خوف کرنا میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑتا ہوں اگر اس کے ساتھ اخذ اور تمسک کرو گے تو کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس کے نبی کی سنت ہے۔

۱- (مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۹۳ طبع دکن باب کتاب العلم)
۲- (کتاب السنۃ محمد ابن نصر المروزی صفحہ ۲۱ مطبوعہ الریاض (سعودیہ عربیہ)
۳- (احکام الاحکام لابن حزم جلد سادس باب ۳۶، صفحہ ۸۰۹ تا ۸۱۰۔

روایت ہفتم

... عن انس بن مالک رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال قد ترکت فیکم بعدی ما ان اخذ تم لن تضلوا کتاب اللہ وسنۃ نبیکم۔

انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بعد میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے اگر اس کو تم اخذ کرو تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے اور تمہارے نبی کی سُنّت ہے۔

(اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی جلد اول صفحہ ۱۰۳ تحت تذکرہ احمد بن خطاب)

روایت ہشتم (ابو النصر السجزی متوفی ۴۴۴ھ)

۔۔۔ کتاب اللہ وسنتی لن یتفرقا حتّٰی یردا علی الحوض۔

{کنز العمال کلاں جلد اول صفحہ ۴۸ بحوالہ ابی النصر السجزی فی الابانۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ طبع حیدر آباد دکن}

روایت نہم (بیہقی متوفّٰی ۴۵۸ھ)

۔۔۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس فی حجۃ الوداع فقال یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا ابداً کتاب اللہ و سنۃ نبیہ۔

(سُنن الکبریٰ بیہقی جلد عاشر صفحہ ۱۱۴ طبع دکن)

(ب) الاعتقاد علی مذھب السلف البیہقی صـ ۱۱۲ طبع قاھرہ ۔ مصر

روایت دہم (بیہقی متوفّٰی ۴۵۰ھ)

۔۔۔ عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خلفت فیکم مالن تضلوا بعدھما ما اخذتم

بھما او عملتم بھما کتاب اللہ وسنتی ولن تفرقا حتی یردا علی الحوض۔ (۱) السنن الکبریٰ جلد عاشر صہ ۱۱۴ طبع دکن)

(۲) روایت ہذا کو خطیب بغدادی نے اپنے اسناد کے ساتھ "کتاب الفقیہ والمتفقہ صہ ۹۴ ج اوّل پر تحت ذکر الخبر بانّ السنۃ لا تعارق الکتاب" میں بہ تفصیل درج کیا ہے۔

روایت یازدہم (ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ)

..... حدثنا کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسُنت رسولہ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ باب فساد التقلید ونفیہ الخ صہ ۱۱۰ طبع مصر لابن عبدالبر اندلسی)

روایت دوازدہم (مستدرک حاکم)

..... عن ابی صالح عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) انی قد ترکت فیکم الشئین لن تضلوا بعد ھما کتاب اللہ وسُنّتی ولن یتفرقا حتیٰ یردا علے الحوض۔

(۱) مستدرک حاکم کتاب العلم جلد اوّل صہ ۹۳)

(۲) الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم الظاہری صہ ۸۱۰ باب ۳۶ فی ابطال التقلید۔ الجزء السادس)

مندرجہ بالا روایات میں ہشتم سے لے کر دوازدہم تک ترجمہ ذکر نہیں کیا گیا اس لیے کہ سابق تراجم کے موافق یہ ترجمہ ہے کوئی الگ چیز نہیں۔

ان احادیث کے اندراج کے بعد چند ایک معروضات پیش کی جاتی ہیں جو قابلِ التفات ہیں:

(۱)

ایک چیز تو یہ ہے کہ اثبات مدعیٰ کے لیے یہ روایات اپنی جگہ خوب واضح ہیں کسی خارجی تشریح کی محتاج نہیں ہیں۔ مقصود یہی ہے کہ صرف کتاب وسنّت کی تابعداری بالاستقلال واجب ہے۔ مستقلاً اور کسی کی اطاعت واجب نہیں ہے۔ ان روایات مندرجہ نے اس مطلب کو صاف صاف بیان کر دیا ہے کوئی خفا باقی نہیں رکھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں چیزوں (کتاب وسنّت) کے ساتھ اعتصام کرو گے اور تمسک کرو گے ان دونوں کو اخذ کرو گے تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اگر بالفرض اہل بیت وعترت کے ساتھ اسی درجہ میں تمسک کرنا واجب ہے تو ان دو مذکورہ چیزوں کے ساتھ تیسرا اہل بیت کا تذکرہ ایک ضروری امر تھا جو یہاں بالکل مفقود ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل دو بھاری (ثقیل) چیزیں یہی کتاب اللہ وسنّت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کی اطاعت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا

صحیح روایات میں انہی دو چیزوں کو امرین اور شیئین اور "اثنین" کے مختلف عنوانات سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ ان دو چیزوں کے ساتھ تمسک کرنا اور ان پر عملدرآمد کرنا بھاری اور "ثقیل" امر ہے اس وجہ سے ان کو بعض مقامات میں "ثقلین" کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت کے حق میں یہی مشہور وصیت ہے جس کو تاکید کے ساتھ بار بار فرمایا گیا ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز یہاں قابلِ وضاحت ہے کہ بعض روایات میں جو صرف کتاب اللہ کے ساتھ تمسک کرنے اور اخذ کرنے کا مضمون وارد ہے۔ وہاں سُنّت کا تذکرہ موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب علماء نے ایک تو بیان کیا ہے کہ چونکہ سنت نبوی "کتاب اللہ" کے مضامین ومطالب کی بیان کنندہ ہے اس بناء پر کتاب اللہ کے ذکر نے سُنّت کے ذکر سے مستغنی کر دیا ہے۔ کتاب "صواعق محرقہ" الباب الحادی عشر فی فضائل اہل البیت میں یہی مطلب عبارت ذیل میں مندرج ہے۔ فی روایته كتاب الله وسنتي هي المراد من الاحاديث المقتصرة على الكتاب لان السنة مبينة له فاغنى ذكره

عن ذکرھا۔ (صواعق محرقہ صہ ۸۹)

نیز ان روایات میں صرف کتاب اللہ کا ذکر ہونا اس وجہ سے بھی ہے کہ کتاب اللہ کا مفہوم عمل بالسنت پر مشتمل ہے جیسے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول اور ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا سے یہ چیز واضح ہے۔ پس عمل بالکتاب سے عمل بالسنۃ لازماً حاصل ہوگا۔ کتاب "عون المعبود شرح ابی داؤد" جلد دوم صہ ۱۲۸ اور "بذل المجهود" جلد سوم صہ ۱۵۵ کتاب الحج میں یہ توضیح منقول ہے: انما اقتصر علی الکتاب لانہ مشتمل علی العمل بالسنۃ لقولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول وقولہ ما اتٰکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا فیلزم من العمل بالکتاب العمل بالسنۃ۔

ان توضیحات کے پیش نظر وہ روایات جن میں صرف کتاب اللہ پر عمل درآمد کا حکم دیا گیا ہے۔ ان مندرجہ بالا روایات سے مفہوماً مختلف نہیں ہیں۔ مقصد کے اعتبار سے یہ تمام روایات متحد و متفق ہیں۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ وہ روایات جن میں کتاب اللہ کی اطاعت اور اس پر عمل درآمد کا ذکر پایا گیا ہے۔ ہم ان کا ایک اجمالی خاکہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اوّل

قال طلحۃ الیامی سألت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ ھل اوصیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا! فقلت لم امرنا بالوصیۃ ولم یوص؟ قال اوصی بکتاب اللہ عز وجل۔

(مسند ابی داؤد طیالسی صہ ۱۱۰ مسندات عبد اللہ بن ابی اوفیٰ طبع دائرۃ المعارف دکن)

دوم

انی تارک فیکم کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہ کان علی الھدیٰ ومن ترکہ کان علی الضلالۃ۔

(کنز العمال جلد اول صہ ۴۷ بحوالہ ابن شیبہ عن زید بن ارقم)

سوم

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدی ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ (البدایۃ لابن کثیر صہ ۱۷۰ ج ۵ احمد عن جابر بن عبداللہ)

چہارم

وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ۔ (صحیح مسلم صہ ۳۹۷ جلداوّل باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عن جابر بن عبداللہ۔ طبع دہلی)

پنجم

...... وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصتم بہ کتاب اللہ (ابو داؤد باب صفت حجۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم جلداوّل صہ ۲۷۰ عن جابر بن عبداللہ)

ششم

قد ترکت فیکم مالن تضلوا ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ

ابن ماجہ باب حجۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن جابر بن عبداللہ۔

ھفتم

عن جبیر بن مطعم قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الجحفۃ قال الیس تشھدون ان لا الٰہ الّا اللہ وانی رسول اللہ وان القرآن قدجاء من عند اللہ قلنا بلٰی قال فابشروا فان ھٰذا القرآن طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فتمسکوا بہ فانکم لن تھلکوا ولن تضلوا بعدہٗ ابدًا (رواہ البزار، الترغیب والترہیب للمنذری باب اتباع الکتاب والسنۃ)

ہشتم

.... عن ابی الشریح الخزاعی قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابشروا و بشروا الیس تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ قالوا نعم قال فان ھٰذا القراٰن سبب طرفہ بید اللہ وطرفہ بایدیکم فتمسکوا بہ فانکم لن تضلوا ولن تھلکوا بعدہٗ ابدًا۔ (صحیح ابن حبان جلد اوّل طبع مصر صہ ۲۷۶ ذکر نفی الضلال عن الآخذ بالقراٰن)

نہم

.... عن زید بن ارقمؓ قال (یزید بن حیان) دخلنا علیہ فقلنا لہ لقد رأیت خیرًا صحبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصلیت خلفہٗ فقال نعم وانہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فقال انی تارک فیکم کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہٗ کان علے الھدٰے ومن ترکہٗ کان علے الضلالۃ۔

(صحیح ابن حبان صہ ۲۸۷ ج اوّل ذکر اثبات الھدیٰ لمن اتبع القراٰن)

دہم

.... عن ابی شریح الخزاعی قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال الیس تشہدون ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ قالوا بلیٰ قال ھٰذا القراٰن طرفہٗ بید اللہ بید اللہ وطرفہٗ بایدیکم فتمسکوا بہ فانکم لن تضلوا ولن تھلکوا ابدًا۔"

(رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد ہیثمی جلد اوّل صہ ۱۶۹ ج ۱)

یازدہم

.... انی اوشک ان ادعی فاجیب وانی تارک فیکم مالن تضلوا بعدہٗ کتاب اللہ۔" (طبرانی فی الکبیر عن زید بن ارقمؓ۔ کنز العمال کلاں جلد اوّل صہ ۴۸)

دوازدھم

"... وانی قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہٖ کتاب اللہ"۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد خامس ص ۸ طبع دائرۃ المعارف دکن عن جابر بن عبداللہ)

حاصلِ مقصد

مندرجہ بالا روایات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو بطور وصیت ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے تم میں اللہ کی کتاب چھوڑی ہے میرے بعد اس کے ساتھ تمسک کرو گے۔ اس کو مضبوط پکڑو گے تو تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ جو کتاب اللہ کی اطاعت کرے گا، وہ ہدایت پر رہے گا۔ جو اس کی پیروی کو چھوڑ دے گا وہ گمراہی میں جا پڑے گا۔ قرآن مجید ایک رسی کی مثال ہے۔ اس کی ایک جانب تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف دستِ قدرت میں ہے۔ اس رسی کو خوب تھام رکھو گے تو ہلاکت نہ آئے گی۔

ان تمام روایات میں صرف کتاب اللہ کی اطاعت اور اس کے ساتھ اخذ و تمسک کا بیان وارد ہے اور "سُنّتِ نبوی" کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے ضمن میں آجاتی ہے اور ان تمام مندرجہ روایات میں کسی ایک جگہ بھی "عترت و اہل بیت" کی اطاعت کا مذکور نہ ہونا اس چیز کا زبردست نشان ہے کہ اصل اطاعت کتاب و سُنّت کی ہی اُمّت پر واجب ہے۔ کتاب و سُنّت کی اطاعت کے درجہ میں کسی اور کی اطاعت واجب نہیں۔ خواہ حکام مسلمان ہوں یا اہل بیت و عترت، ہوں یا علماء دین ہوں۔

ایک فائدہ

مندرجہ روایات میں پانچ عدد حدیثیں جو جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہیں اور مختلف محدثین نے ان کو اپنے اپنے اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس میں یہ بات شیعہ احباب،

کے لیے منابیت فرحت بخش واقع ہوئی ہے کہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرنے والے امام محمد باقر ہیں اور محمد باقر سے روایت کرنے والے امام جعفر صادق ہیں پھر جعفر صادق سے مختلف تلامذہ نے روایت نقل کی ہے ۔ان تمام مواضع میں کتاب اللہ کا تذکرہ ان ائمہ کرام نے کیا ہے اور عمل بالکتاب کے ضمن میں عمل بالسنتہ دوسرے دلائل قطعیتہ کے پیشِ نظر لازمی طور پر آجاتا ہے لیکن اہلِ بیت وعترت کا ذکر کہیں ایک جگہ بھی نہیں کیا گیا اور مقامِ ذکر میں ایک چیز کا نہ ذکر کیا جانا اس کے غیر ضروری ہونے کی دلیل ہوتا ہے پس ائمہ کرام کی روایات سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ کتاب وسنّت کے درجہ میں اہلِ بیت کی اطاعت واجب نہیں ہے اور نہ ہی ضروری ہے ۔ ورنہ ان جمیع مواضعات میں کتاب وسنّت" کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ اہل بیت کی اطاعت کا ذکرِ خیر بھی ضرور کیا جاتا ۔

ایک اشتباہ

کتاب اللہ وسنّتی کے عنوان سے متعدد روایات اور اسی طرح صرف کتاب اللہ کے مضمون کی بھی متعدد روایات درج کی گئی ہیں مگر ان کی صحت اسناد کی طرف التفات نہیں کیا گیا ۔ حالانکہ کتاب اللہ وعترتی اہلِ بیتی کے الفاظ سے جس قدر با سند روایات میسر ہوئی ہیں تین چار روایات کے ماسوا بقیہ روایات کے حق میں صحتِ سند کے اعتبار سے جرح و قدح کی گئی ہے اور ان کو مجروح ثابت کیا گیا ہے ۔

الازالتہ

اس کا مختصراً جواب یہ عرض ہے کہ جس روایت کا مفہوم و مضمون نص قرآنی میں موجود ہے ۔ اس میں اسناد کی بحث نہ بھی کی جائے تو بھی وہ روایت قابلِ قبول ہوتی ہے ۔ وہاں تحقیق اسناد کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ۔یہاں بھی ان روایات کا مضمون چونکہ نص قرآنی میں بصراحت موجود ہے اس لیے یہاں صحت اسناد کی طرف

التفات کرنے کی حاجت ہی نہیں۔ بخلاف ان روایات کے جو حصہ اوّل میں درج ہوئی ہیں کہ ان کا مضمون نصِ قرآنی میں صریحًا موجود نہیں ہے اس وجہ سے ان کی صحت اسناد کی طرف توجہ کرنا خلافِ قاعدہ نہیں ہے۔

تنبیہ :

روایت "کتاب اللہ وسُنّتی" ہم نے متعدد باسند کُتب سے درج کی ہے۔ اس پر بعض لوگوں کو یہ وہم پیدا ہوا کہ "کتاب اللہ وسنتی" کی پیش کردہ سب روایات ضعیف اور متروک ہیں بلکہ بعض موضوع ہیں: حالانکہ یہ بات درست نہیں اور علماء کے بیان کردہ قواعد کے برخلاف ہے۔

مزید براں ہم نے اس ایڈیشن میں "کتاب اللہ وسُنّتی" کی مزید سات عدد روایات تلاش کرکے سابقہ روایات کے ساتھ اضافہ کردیا ہے۔ مثلاً ابن حزم الظاہری سے ایک باسند روایت۔ علّامہ ابن عبدالبر سے دو عدد باسند روایات۔ خطیب بغدادی سے تین عدد باسند روایات اور شیخ المروزی سے ایک عدد باسند روایت نقل کرکے پیش کردی ہے۔

اب سابقہ علماء کرام اور مذکورہ بالا حضرات کی روایات کو ملاکر نظر کی جائے تو اس روایت کے نقل کرنے والے کبار علماء کا ایک جم غفیر ہے جو اپنی اپنی سند کے ساتھ روایت ہذا کو اپنی تصانیف میں درج کررہا ہے۔

فلہٰذا یہ حدیث کبار علماء میں درجہ شہرت کو پہنچ چکی ہے اور اسناد کے طلب کیے جانے سے مستغنی ہوگئی ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر صاحب نے اپنی کتاب تجرید التمہید کے صہ ۲۵۱ پر اس چیز کو درج کیا ہے اور ہم اس قول کو سابقًا درج کرچکے ہیں۔

(۱) نیز اہلِ علم بطور قاعدہ اور ضابطہ کے فرمایا کرتے ہیں کہ جس روایت کو اُمت کی تلقی بالقبول حاصل ہو تو اس کے صدق کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے۔ اور وہ روایت اُمت کی تلقی کے بعد طلب اسناد کی محتاج نہیں رہتی خطیب بغدادی نے اس مسئلہ کو ذیل مقامات میں تحریر کیا ہے :

۱۔ کتاب الفقیہ والمتفقہ صہ ۹۶ ج ۱ تحت باب القول فی السنۃ المسموعۃ

من النبی صلی اللہ علیہ وسلم .... الخ

۲۔ کتاب الفقیہ والمتفقہ صـ ۱۸۶ ج ۱، صـ ۱۹۰ ج ۱ باب القول فی الاحتجاج بصحیح القیاس ولزوم العمل بہ۔

(۲) ــــــ اور ابو بکر الجصاص الحنفیؒ نے اس چیز کو صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ایک روایت آحاد کے طریق سے مروی ہے اور لوگوں نے اس روایت کو قبول کیا ہے یعنی اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے، وہ ہمارے نزدیک متواتر کے معنی میں شمار ہوتی ہے۔

".... لان ما تلقاہ الناس بالقبول من اخبار الآحاد فھو عندنا فی معنی المتواتر۔"

احکام القرآن للجصاص الحنفی جلد اوّل صـ ۴۵۶ طبع اول مصری تحت الطلاق مرتان بحث ذکر الاختلاف فی الطلاق بالرجال

(۳) ــــــ علامہ ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر شرح ہدایہ کے متعدد مقامات میں اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ ایک مقام میں روایت طلاق الامۃ ثنتان وعدتھا حیضتان کی بحث کے تحت امام مالک کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "وقال مالک شھرۃ الحدیث بالمدینۃ تغنی عن صحۃ سندہ" فتح القدیر صـ ۴۳ ج ۳ تحت روایۃ طلاق الامۃ ثنتان۔

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں (دورِ اوّل میں) جو حدیث مشہور (عند العلماء) ہو جائے وہ صحت سند سے مستغنی ہو جاتی ہے۔"

(۴) ــــــ علامہ السیوطیؒ نے تدریب الراوی (شرح تقریب) میں صحۃ حدیث کی بحث میں مسئلہ ہذا کے لیے "الاستذکار" سے ابن عبد البر کے اقوال نقل کیے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ علماء کی طرف سے تلقی بالقبول حاصل ہونے سے روایت صحیح سمجھی جاتی ہے۔

پھر اس فن کے مشہور عالم استاذ ابو اسحٰق الاسفرائینی کا فرمان نقل کیا ہے قال الاستاذ ابو اسحٰق الاسفرائینی تعرف صحۃ الحدیث اذا اشتھر عند ائمۃ الحدیث بغیر نکیرٍ منھم۔"

یعنی استاذ اسفرائینی ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ حدیث کے اماموں کے نزدیک جب

ایک حدیث مشہور ہو جائے اسے بغیر انکار کے ائمہ قبول فرمالیں تو یہ اس حدیث کی صحت کی علامت ہے اور اسکے صحیح ہونے کا نشان ہے۔

(تدریب الراوی ص ۲۴، ۲۵ بحث صحۃ الحدیث تحت التنبیہ الخامس)

ان معروضات کے بعد روز روشن کی طرح یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جس حدیث کو تلقی امت حاصل ہو جائے اور علماء فن اس کو قبول کرلیں اور اس پر نکیر نہ کریں تو وہ روایت درست ہے۔

تو روایت "کتاب اللہ وسنتی" بھی علماء و محدثین میں درجہ شہرت رکھتی ہے اور اس پر علماء کبار کی طرف سے انکار نہیں پایا گیا۔ بنا بریں وہ طلب اسناد سے مستغنی کے درجہ میں ہے اور عند العلماء مقبول ہے۔

اب اس کے بعض اسانید پر اگر جرح دستیاب ہو جائے تب بھی اس کی قبولیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ اُمت کے نزدیک مقبول ہو گی۔

فلہٰذا بعض لوگ جو "کتاب اللہ وسُنتی" والی حدیث کے ردّ کرنے کے در پے ہُوئے ہیں ان کی تحقیق صحیح نہیں مذکورہ بالا قواعد کے خلاف ہے۔ اور اللہ ان کو ہدایت بخشے اور تعصب سے نجات دلائے۔

شیعی مسلمات سے اصل مقصد کی تائید

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ ہم نے اصل مسئلہ کے اثبات کے لیے آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کر دی ہیں۔ ان سے ہمارا مدعیٰ واضح طور پر ثابت ہو چکا ہے اور کسی قسم کا اشتباہ باقی نہیں رہا۔

اب ہم شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی بطور الزام اس مضمون کی تائید و تاکید کے لیے اثنا عشریہ حوالہ جات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان حوالہ جات میں کتاب وسُنّت پر عملدرآمد کرنے اور ان کو قائم رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اور صرف کتاب وسُنّت سے دین اخذ کرنے کے لیے ارشاد فرمایا گیا ہے اور ان دونوں (کتاب وسُنّت) کو ہر خبر اور ہر قول کے ردّ و قبول کا معیار قرار دیا گیا ہے اور ان دونوں چراغوں کے روشن اور درخشندہ رکھنے کے متعلق خاص خاص

وصایا فرمائی گئی ہیں۔ یہاں کسی مقام میں بھی کتاب وسنت کے ساتھ اہل بیت وعترت کو نہیں ملایا گیا۔

یہاں سے صاف طور پر اس چیز کا ثبوت ملتا ہے کہ شریعت میں صرف کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ اہمیت وضرورت حاصل ہے جو دوسری کسی چیز کو نہیں اور "حجۃ شرعی" اسلام میں صرف کتاب وسنت ہے۔ اہل بیت وعترت کے لیے ان دونوں کے درجہ میں اطاعت لازم نہیں ہے اور نہ ہی اہلِ بیت بالاستقلال حجۃ شرعی ہیں۔

اب ہم ذیل میں چند حوالہ جات اثنا عشری دوستوں کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے شیعی علماء و مجتہدین کے یہ اقوال نہیں ہیں بلکہ ائمہ معصومین کے فرامین ہیں جن کے صحت اسناد میں ان کے ہاں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ یہ بالکل ائمہ کے صحیح ارشادات ہیں جو کتب معتبرہ مسلمہ مثلاً نہج البلاغۃ۔ اصول کافی۔ احتجاج طبرسی وغیرہا میں وارد ہیں۔

اوّل

.... ولكم علينا العمل بكتاب الله تعالىٰ وسيرة رسول صلى الله عليه وآله وسلم والقيام بحقه والنعش لسنته ؏

(نہج البلاغۃ صہ ۳۱۷ ج اول طبع مصر
من خطبة له عليه السلام عند مسير اصحاب الجمل الى البصرة)

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا تمہاری رہنمائی کے لیے ہمارے ذمہ ہے۔ کتاب اللہ اور سیرتِ رسول اللہؐ کے ساتھ عمل کرنا اس کی کتاب کے حق کو قائم رکھنا اور انکی سنت کو بلند رکھنا۔

دوم

وقال عليه السلام من اخذ دينه من كتاب الله وسنة نبيه زالت الجبال قبل ان يزول ومن اخذ دينه من افواه الرجال ردته الرجال۔

(اصول کافی خطبہ کتاب صہ ۵ طبع لکھنؤ)

یعنی امام نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے دین کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حاصل کیا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے دور ہو سکتے ہیں مگر یہ اپنے دین سے دور نہیں ہوگا اور جس شخص نے افواہ رجال یعنی لوگوں کے اقوال سے اپنا دین حاصل کیا ہے اس کو دوسرے لوگ اپنے دین سے پھیر سکتے ہیں (الصافی شرح اصول کافی از خلیل قزوینی)

ان ہر دو ارشادات میں صرف کتاب اللہ وسنّت رسول وسیرۃ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل درآمد کرنے کی ترغیب پائی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ دین کا حاصل کرنا اور مذہب اخذ کرنا صرف کتاب وسنت سے ہے۔ ان مواضع میں کتاب وسُنّت کے ماسوا کسی تیسری چیز کی طرف توجہ نہیں دلائی گئی۔ اگر کتاب وسُنّت کے پایہ کی کوئی اور چیز ہے جس سے حصولِ دین ہو سکے اور دینِ حق اخذ کیا جا سکے تو اس کا یہاں ذکر لانا لازمی امر تھا۔

سوم

قال جعفر الصادق علیہ السلام کل شیئ مردود الی الکتاب والسنۃ۔

امام جعفر صادق رضؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کو کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے گا۔
(اصول کافی ص ۳۹ باب الاخذ بالسنۃ طبع نول کشور)

چہارم

.... فالرد الی اللہ الاخذ بمحکم کتابہ والرد الی الرسول الاخذ بسنتہ الجامعۃ غیر المفرقۃ۔ (نہج البلاغۃ ص۲۴ ج ۲)

یعنی حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں کہ شئی کو اللہ تعالیٰ کی طرف رد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے محکمات کے ساتھ تمسک کرنا اور چیز کو رسول کی جانب رد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی سُنّت کو اخذ کرنا۔ (نہج البلاغۃ ص۲۴ ج ۲ ایک طویل عہد ہے جو اشتر نخعی کو حضرت علی رضؓ کی طرف سے لکھا گیا اس کے وسط میں یہ مضمون درج ہے)۔

پنجم

ومن کلام لہٗ علیہ السلام فی التحکیم .. قال اللہ سبحانہٗ

فان تنازعتم فی شیءٍ فردّوہ الی اللہ والرسول فردوہ الی اللہ ان نحکم

بکتابہ وردہٗ الی الرسول ان ناخذ لسنتہ ۔

یعنی حضرت علیؓ نے آیتِ قرآنی کی تشریح اس طرح فرمائی ہے بعند التنازعہ کسی چیز کو اللہ تعم کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ حکم چلانا اور اس پر عمل کرنا اور کسی چیز کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی جانب ردّ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی سُنّت پر عمل کرنا ۔

(نہج البلاغۃ صہ ۲۴۰ ج اوّل)

ان ہر سہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ جب بھی کوئی تنازعہ کا معاملہ پیش آئے تو صرف کتاب وسُنّت کی طرف رجوع کرنے کی تلقین ائمہ کی جانب سے کی جارہی ہے جیسا کہ آیتِ قرآنی میں ارشاد ہے اسی کے عین موافق ائمہ "معصومین" نے بھی تشریح کردی ہے ۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نصِّ قرآنی اور ائمہ کرام دونوں نے ضرورت کے وقت صرف کتاب وسُنّت کی طرف رجوع کرنے کی رہنمائی کی ہے ۔ لوگوں میں تنازعہ کا واحد حل صرف کتاب وسُنّت کی طرف رجوع کرنا اور تمسک کرنا ہے اور بس، کسی تیسری شخصیت کی جانب توجہ کرنے کی حاجت ہی نہیں ۔

ششم

امام جعفر صادقؒ سے ان کا ایک مخلص شاگرد روایت کے ردّ وقبول کے متعلق تفصیل دریافت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :

فان کان الخبران عنکما مشہورین قد رواھما الثقات عنکم

قال ینظر فما وافق حکمہٗ حکم الکتاب والسنۃ وخالف العامۃ

فیؤخذ بہ ویترک ما خالف حکمہٗ حکم الکتاب والسنۃ ووافق

العامۃ (اصول کافی صہ ۳۹ طبع نول کشور لکھنؤ، باب اختلاف الحدیث)

مطلب یہ ہے کہ سائل عرض کرتا ہے کہ جناب سے مشہور روایتیں ثقہ لوگ ذکر کرتے ہیں ان کو قبول کر لیا جائے ؟ تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ کتاب و سنت کے موافق جس کا حکم ہو اور وہ عامہ (سنیوں) کے خلاف ہو اس کو اخذ کر لیا جائے اور جن کا کتاب و سنت کے برخلاف حکم ہو اور سنیوں کے موافق ہو اس کو ترک کر دیا جائے۔

ہفتم

امام محمد باقرؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد ہوا ہے نقل فرمایا ہے اس میں ذیل کا فرمان بھی موجود ہے۔

فاذا اتاکم الحدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ عزّ وجل وسنّتی فما وافق کتاب اللہ وسنتی فخذوا بہ وما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تاخذوا بہ ۔ (احتجاج طبرسی — ۲۲۹ خطبہ حجۃ الوداع)

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی حدیث تمہارے پاس پہنچے تو اس کو اللہ کی کتاب اور میری سنت پر پیش کرو۔ جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو، اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔

ہشتم

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں :

"فاتقوا اللہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا تعالیٰ وسنۃ نبینا محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ ۔ (رجال کشی تذکرہ مغیرہ بن سعید — ۱۴۶)

یعنی اللہ سے ڈرو اور جو قول کتاب اللہ وسنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔

نہم

عن ھشام بن الحکم انہٗ سمع ابا عبداللہ (ع) یقول لاتقبلوا علینا حدیثاً

الا ما وافق القرآن والسنۃ"

(تنقیح المقال مامقانی ص ۱۷۴ ج اول ص ۲۳۶ ج ۳)

ہشام نے امام جعفر صادقؑ کو فرماتے سنا ہے کہ ہماری جانب منسوب کر کے کوئی حدیث نہ کرو الا کہ وہ قرآن وسنت کے موافق ہو۔ صرف وہی قبول کرو۔

دھم

عن ابن ابی عمیر عن بعض اصحابہ قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول من خالف کتاب اللہ وسنۃ محمدؐ فقد کفر۔

(اصول کافی ص ۳۹۔۴۰ باب الاخذ بالسنۃ)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وہ کافر ہو گیا۔

ان آخری پانچ روایات کا حاصل یہ ہے کہ کسی خبر اور کسی روایت کی صداقت و بطلان معلوم کرنے کا معیار صرف کتاب وسنت اور ردّ و قبول کا فیصلہ کرنے کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی کافی ہے۔ اگر وہ چیز ان دونوں کے موافق اور مطابق ہے تو وہ قابل اعتماد و لائق اعتبار ہے اور اخذ کرنے و تمسک کرنے کے مناسب ہے اگر وہ چیز ان دونوں (کتاب وسنت) کے مخالف ہے تو قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس کے ساتھ تمسک کرنا درست نہیں ہے پس اس موقعہ پر حق و باطل کی تمیز کے لیے اور ردّ و قبول کو جانچنے کے لیے صرف کتاب وسنت کو ہی اصل قرار دیا گیا ہے کسی تیسری چیز پر مدار نہیں رکھا گیا۔ یہ چیز کتاب وسنت کے معیار ہونے اور حجۃ شرعی ہونے کی واضح علامت ہے اور اہل بیت و عترت کو ان ہر دو کے ساتھ ساتھ حق و باطل کا معیار نہیں قرار دیا گیا اور ردّ و قبول کا مدار نہیں تجویز کیا گیا فلہذا ان کے ساتھ کتاب وسنت کی طرح تمسک کرنا غیر ضروری اور غیر لازم ہے۔

یازدھم

ومن کلام لہ علیہ السلام قبل موتہ .... واما وصیتی ن تدلا

تشرکوا بہ شیئاً و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فلا تضیعوا سنۃ اقیموا ھٰذین العمودین واوقدوا ھٰذین المصباحین وخلاکم ذم مالم تشردوا۔"

(نہج البلاغۃ صہ ۲۶۸ ج ۱)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے قبل فرماتے ہیں۔ میری وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، اس کی توحید کو قائم رکھنا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی سُنّت کو مت ضائع کرنا۔ ان دونوں ستونوں (کتاب اللہ وسنت رسول اللہ) کو قائم رکھنا اور ان دونوں چراغوں (توحید وسُنّت یا کتاب وسنت) کو روشن کیے رکھنا اور ہر برائی تم سے دُور رہے گی تاوقتیکہ تم جماعت سے علیحدہ نہ ہو۔ (نہج البلاغۃ صہ ۲۶۸ ج ۱)

دوازدھم

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وصیتی لکم ان لا تشرکوا باللہِ شیئاً و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ فلا تضیعوا سنۃ وخلاکم ذمکم۔ (نہج البلاغۃ صہ ۲۱ ج ۲ مص

کلام لہ علیہ السلام قبیل موتہ علی سبیل الوصیۃ لما ضربہ ابن ملجم)

مطلب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی آخری وصیت یہی ہے کہ لوگو اللہ کے ساتھ کسی چیز کومت شریک کرنا یعنی اس کی توحید اور اس کی کتاب کو ضائع نہ ہونے دینا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنّت کو مت کھو دینا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا۔ ہر برائی تم سے دور رہے گی۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ یہ حوالہ جات حضرت علیؓ کی وفات سے کچھ ہی پہلے کی وصیتیں ہیں۔ اس دار فانی سے انتقال بالکل قریب ہے۔ ان قیمتی اور مبارک گھڑیوں کی کلام میں یہ وصایا بھی شامل ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ اسلام کے ان دونوں ستونوں کو دائماً قائم رکھا جائے۔ دین کے ان دو چراغوں (کتاب وسُنّت) کو گل نہ ہونے دیا جائے۔ اور مسلمانوں کی جماعت سے گروہ گروہ بنا کر علیحدگی اور تفرد وتفرق نہ اختیار کیا جائے۔

یہاں غور و فکر کرنے سے ایک چیز تو یہ حاصل ہو رہی ہے کہ آخری ساعات میں ائمہ معصومین کی جانب سے صرف "توحید و سنت اور کتاب و سنت" کے احیاء و بقا کی وصیت تو ہو رہی ہے لیکن اہل بیت و عترت کی حجیت اور وجوب اطاعت کا حکم نہیں صادر ہو رہا۔ معلوم ہوا کہ "کتاب و سُنت" کے پایہ اور درجہ میں ان کی اہمیت اسلام میں نہیں ہے اور اگر اہل بیت کے واجب الاتباع اور واجب التمسک ہونے کی کچھ اصلیت ہوتی تو اس آخری وصیت میں اس کا اندراج ضرور ہوتا۔ دوسری یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ امامت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے نہیں ورنہ مذکورہ آخری وصایا میں اس کا ذکر کرنا لازمی امر تھا نیز یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ جماعت سے علٰحدہ ہو کر الگ گروہ قائم کر لینا ائمہ کرام کی آخری وصایا کو پس پشت ڈالنے اور ان کی نافرمانی کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی توفیق بخشے اور آپس میں تفرقہ سے بچا کر اتفاق و اتحاد کی نعمت عطا فرمائے

صلے اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و ازواجہ
وبناتہٖ و اصحابہ و اھل بیتہٖ اجمعین۔

ناچیز

محمد نافع بن مولانا عبد الغفور بن مولانا عبد الرحمٰن

عفا اللہ عنہم

از قریہ محمدی ڈاکخانہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ:
پنجاب (پاکستان)